تین ماہ میں 75 دروس پر مشتمل
سورۃ فاتحہ کی منفرد تفسیر

فصل الخطاب
فی تفسیر
فاتحۃ الکتاب

حافظ عبدالمنان نورپوری
مدرس جامعہ محمدیہ

مرتب
قاری گل ولی
سابق مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

اعداد و تزئین
محمد طیب محمدی
مدرس جامعہ شمس الہدی ڈسکہ

www.KitaboSunnat.com

ادارہ تحقیقات سلفیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیه

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ
دار المطالعۃ
کتاب نمبر
91-بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

آج کل

شرک و بدعت، کفر و ضلالت، تاویل باطل و تحریف کا نام حقائق و معارف اور نکات و لطائف رکھا جاتا ہے۔ اور اس پر لوگوں کی بدذوقی کا یہ عالم ہے کہ ان اباطیل کو جھوم جھوم کر سبحان اللہ، سبحان اللہ کہہ کر ماننے کے لئے تیار ہیں۔

فالی اللہ المشتکیٰ

آپ کو اس تفسیر میں

نکات، لطائف، حقائق، معارف، منطقی فلسفی نکات ضرور ملیں گے، لیکن قرآن وحدیث کی ماتحتی میں۔

www.KitaboSunnat.com

فصل الخطاب
فی تفسیر
فاتحۃ الکتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

238.6

کل الحقوق محفوظة

نام کتاب

فَصْلُ الْخِطَابِ فِيْ تَفْسِيْرِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

دروس .... حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ

مرتب .... قاری گل ولی، سابق مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

اعداد وتزئین .... محمد طیب محمدی، مدرس جامعہ شمس الہدیٰ ڈسکہ

طبع اولیٰ .... مئی 2004ء ، ربیع الاول ١٤٢٤ھ۔

ناشر

ادارہ تحقیقات سلفیہ

گلی ماہنا گجر، آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 003087
11 Babar Block, Garden Town, Lahore

ابتدائیہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دعویٰ کے بیان کرنے یا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کے واضح کرنے یا اس کی تائید میں نظائر پیش کرنے یا کسی حکم کی ملت کے قرار دینے اور اسے اس کے نظائر میں دائر کرنے اور مخالفین کے شبہات واعتراضات کے جواب دینے میں ہر ایک عالم کا مذاق طبع، طرز استدلال اور طریق بیان جدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کے علم کی وسعت، انتقال ذہن اور دماغ کی رسائی کے مدارج بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کو مخالفین کے شبہات و اعتراضات کے جوابات میں ناطقہ بند کر دینے والا اور طرز استدلال اور طریق بیان میں مسائل دقیقہ کو با آسانی کھول دینے والا جداگانہ ملکہ عطا کیا ہے۔

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں ان کو اپنی علمی مسند کا وارث بنایا حافظ صاحب روزانہ اس مسند کی ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں۔ جامعہ محمدیہ کی انتظامیہ نے حافظ صاحب کے ان علمی دروس کو محفوظ کرنے کیلیے باقاعدہ طور پر ٹیپ ریکارڈ کرنے کا انتظام کیا ہے۔ کیونکہ مولانا عبداللہ صاحب کے دروس باقاعدہ طور پر ریکارڈ نہ ہونے کی وجہ سے بالترتیب جمع نہ ہو سکے، اور ایک بہت بڑے علمی ذخیرے سے محروم ہونا پڑا۔ حافظ عبدالمنان صاحب کے دروس عام فہم ہونے کے ساتھ علمی نکات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کئی مرتبہ حافظ صاحب دروس میں بڑے بڑے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں آسانی سے سلجھا دیتے ہیں۔ اور بڑے بڑے منطقی و فلسفی شبہات قرآن وحدیث کی ماتحتی میں حل کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل ذوق احباب نے خاص طور پر دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے علماء کرام و مدرسین (جو حافظ صاحب کے دروس کو سننے سے محروم ہیں) نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہے، کاش کہ ان دروس کو احاطہ تحریر میں لا کر زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔

چنانچہ حافظ صاحب کے ان دروس کو کیسٹ سے سن کر قاری گل ولی صاحب نے (جو اس وقت جامعہ محمدیہ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں مدرس تھے، اور سینئر مدرسین میں شامل ہوتے تھے۔) نے ان دروس کو تحریر کیا۔ اور اس کٹھن مرحلے کو بڑی خوش اسلوبی سے طے کیا۔ دروس پر مضمون کے عنوانات اور پیرا گرافی کا کام ابھی باقی تھا۔ اس کو میں نے اپنے فہم کے مطابق مکمل کیا اور پیرا بندی کر کے دروس کو عنوانات سے مزین کیا۔ پھر کمپوزنگ مکمل ہونے پر حافظ صاحب نے مسودے کی نظر ثانی کی۔ اب یہ دروس مستقل ایک تفسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ ایمان و اسلام والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ : یہ ابتدائیہ حافظ صاحب کو دکھلائے بغیر طبع کیا ہے۔

والسلام

www.KitaboSunnat.com

محمد طیب محمدی

ادارہ تحقیقات سلفیہ

گلی ماہنا گجر، آبادی محبوب عالم نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ محمدیہ کا مختصر تعارف

جامعہ محمدیہ کا قیام 1921ء میں عمل میں آیا۔ گوجرانوالہ چوک نیائیں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب نے اس کا اجراء کیا۔ محدث و محقق حضرت مولانا محمد گوندلوی نے جامعہ محمدیہ میں بطور معلم اپنی خدمات سرانجام دیں۔ 1968ء تک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی بھرپور توجہ، لگن اور محنت شاقہ سے جامعہ محمدیہ کی آبیاری فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد انتظامیہ جامعہ محمدیہ نے جید عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی خدمات جامعہ محمدیہ کے لئے حاصل کیں۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نے 1968ء سے اپنی وفات تک جامعہ محمدیہ کے مہتمم کے منصب کی ذمہ داری نبھائی۔ ان کے خصوصی معاونین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی صدر مدرس، حافظ عبدالمنان نورپوری، مولانا جمعہ خاں صاحب، مولانا محمد رفیق سلفی صاحب کی و دیگر اساتذہ کرام و انتظامیہ جامعہ محمدیہ کی مشترکہ کوششوں و محنت شاقہ سے اور اپنے اپنے فرائض منصبی کو دیانت دارانہ طور پر ادائیگی سے آج جامعہ محمدیہ بفضل تعالیٰ دنیا بھر کے مسلک اہل حدیث کے پیروکاروں کا ایک عظیم الشان مسلکی ادارہ کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب ہزاروی نے حسب سابق اپنی عالمانہ محققانہ کاوشوں سے جامعہ محمدیہ کے جملہ امور کو اعلیٰ معیار کے مطابق جاری و ساری رکھا ہے۔

جامع مسجد چوک اہلحدیث میں مولانا عبداللہ صاحب کی دوران علالت ان کی اجازت سے حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب خطابت اور درس قرآن و حدیث ارشاد فرما رہے ہیں۔ اور جامعہ محمدیہ میں بخاری شریف بھی حافظ عبدالمنان صاحب پڑھا رہے ہیں۔ جامعہ محمدیہ سے ہر سال تقریباً اسی (80) کی تعداد میں علمائے کرام فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ آج تک ہزاروں کی تعداد میں جامعہ محمدیہ سے فارغ ہو کر علماء کرام پوری دنیا میں تبلیغی و تدریسی، تالیفی و تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

حافظ عبدالمنان نورپوری

ولدیت: عبدالحق بن عبدالوارث بن قائم الدین نورپوری

ولادت: 1944ء بمطابق ۱۳۶۳ھ نورپجھل، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

تعلیم:

حافظ عبدالمنان نورپوری پرائمری پاس کرنے کے بعد جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام خوشی محمد رکھا تھا۔ مگر جب مولانا چراغ دین نورپوری نے آپ کو جامعہ محمدیہ میں داخل کرایا تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی ؒ نے آپ کے نام خوشی محمد ہو اپنے شیخ حافظ عبدالمنان وزیرآبادی ؒ کے نام سے تبدیل فرمادیا۔ چنانچہ شیخ اسماعیل سلفی ؒ آپ کو مخاطب کرکے ازراہ شفقت فرمایا کرتے تھے:

''میں نے اپنے شیخ کے نام پر تیرا نام رکھ دیا ہے۔''

اساتذہ کرام:

حافظ عبدالمنان نورپوری نے مندرجہ ذیل اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔

- حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی ؒ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل سلفی ؒ
- شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبداللہ ؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حافظ محمد عبداللہ روپڑیؒ
- مولانا عبدالحمید ہزاروی
- مولانا جمعہ خان ہزاروی
- مولانا غلام رسول گجراتی
- مولانا عبدالحمید گجراتی
- مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی
- مولانا عبدالرحمٰن لکھوی
- مولانا وزیر کشمیری
- خواجہ عبدالمنان راز
- علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ
- خواجہ محمد قاسم
- قاری ولی محمد
- مولانا نذیر احمد طیب
- حافظ ابوالحسن عبداللہ بڈیمالوی
- مولانا عبداللہ امجد چھتوی
- نذیر احمد
- قاری محمد یونس پانی پتی
- چراغ دین
- عبدالمجید الطبیب نظام آبادی
- عبدالواحد (کاتب)
- غلام رسول پھلوکی
- غلام محمد (درزی)

برتن سازی میں آپ کے استاذ آپ کے والد گرامی ہیں۔ فراغت کے بعد آپ جامعہ محمدیہ ہی میں منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ اور تا حال یہیں خدمت دین میں مصروف ہیں۔ آپ اواخر شعبان تا نصف شوال ۱۴۰۴ھ نورستان کا سفر کر چکے ہیں۔

تصانیف و تالیفات:

آپ کی تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

- غنچہ نماز
- تحقیق التراویح
- نخبة الاصول
- ادائے سنت فجر بعد از فرض قبل از طلوع آفتاب
- کیا تقلید واجب ہے؟ .... (تحریری گفتگو قاضی شمس الدین)
- جادة القری لاثبات الجمعة فی القری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ارشاد القاری الی نقد فیض الباری
(یہ حضرت حافظ محمد گوندلویؒ کے " فیض الباری " پر نوٹس کی ترتیب وتفصیل ہے۔)
- احکام ومسائل .... (سوالات وجوابات)
- تحقیق التراویح .... (تحریری مناظرہ قاضی عصمت اللہ)
- زبدۃ المقترح .... (عربی)
- زبدۃ التسفیر لوجہ التفسیر .... (عربی)
- مقالات نورپوری
- مضمون ردتقلید .... (مفتی عبدالرشید کے فتویٰ تقلید کارد)
- تعریب، اثبات توحید .... (از حافظ گوندلویؒ)
- تعریب، ختم نبوت .... (از حافظ گوندلویؒ)
- تعریب ،اسلام کی دوسری کتاب .... (از حافظ گوندلویؒ)
- مرأۃ البخاری .... (اردو)
- بیع التقسیط .... (عربی)
- نماز مترجم

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں جامعہ محمدیہ میں کچھ اسباق پڑھانے شروع کئے۔ جب کہ اس وقت آپ ابھی جامعہ سے فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے۔ پھر ۱۳۸۶ھ میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ مستقل طور پر مسند تدریس پر فائز ہوگئے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئینہ مضامین

- ابتدائیہ ....
- تعارف حافظ عبدالمنان نور پوری ....
- مختصر تعارف جامعہ محمدیہ ....
- قرآن مجید کے اسماء مبارکہ 14
- لفظ قرآن کی وضاحت 14
  - قرآن مجید کا نام قرآن مجید کیوں رکھا گیا؟ 15
    - دوسری وجہ 18
    - تیسری وجہ 18
    - چوتھی وجہ 19
- قرآن مجید کا دوسرا نام فرقان ہے 20
- قرآن مجید کے نزول کا مقصد 25
- قرآن مجید نے کس طرح لوگوں کی اصلاح کی اور کون سا طریقہ اپنایا 31
- حفاظت قرآن 38
  - حفاظت قرآن کے دو طریقے 45
    - ① حفظ قرآن 45
    - ② کتابت قرآن 46
  - بد باطن لوگوں کی سعی عبث 48
- قرآن مجید کو سب سے پہلے کس نے جمع کیا؟ 50
  - قرآن مجید کی ترتیب 54
    - ترتیب تلاوت 54
    - ترتیب نزولی 56
- **سورۃ الفاتحہ** کے نام 58

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- فاتحہ 58
- ام القرآن 59
- ام الکتاب 59
- السبع المثانی 60
- القرآن العظیم 60
- رقیہ 62
- شفاء 64
- صلوٰۃ 65

سورۃ الفاتحہ کے فضائل 71
- نویں فضیلت 71
- دسویں فضیلت 73
- گیارہویں فضیلت 76

سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید کے کل حروف اور کلمات 78
- مکی، مدنی سورتیں 79
- تعوذ 82
- شیطان کے لغوی معانی 88
  - پہلا معنی 88
  - دوسرا معنی 88
  - تیسرا معنی 89

تعوذ: مختلف الفاظ اور پڑھنے کے مواقع 94
- تعوذ کے فوائد 96
- تعوذ کے مسائل 105
  - مسئلہ اولی 105
  - مسئلہ ثانیہ 105
  - مسئلہ ثالثہ 106

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- مسئلہ رابعہ 107
- تعوذ کی اہمیت 108
- **سورة الفاتحه** سات آیتوں پر مشتمل ہے 110
- "بسم الله" کو "سورة الفاتحه" کی آیت نہ سمجھنے والوں کے دلائل اور ان کا رد 117
- "بسم الله" کا "سورة الفاتحه" اور دوسری سورتوں کی آیت ہونے کی دلیل 118
  - دوسری دلیل 119
  - تیسری دلیل 119
  - چوتھی دلیل 119
  - پانچویں دلیل 120
- ہر اچھے کام سے پہلے "بسم الله" پڑھنا چاہیے 120
  - اللہ کا نام ذکر کرنے کے مقامات و مواقع 123
  - مکتوب لکھنے سے قبل "بسم الله" لکھنا 127
  - ۷۸۶ لکھنا صحیح نہیں 128
  - جانور ذبح کرنے سے پہلے "بسم الله" پڑھنا 132
  - قربانی کرتے وقت "بسم الله" پڑھنا 134
- نماز میں "بسم الله" جہراً پڑھے یا سراً 135
- "بسم الله" کی فضیلت 137
  - "بسم الله" میں "ب" کے معانی 139
  - اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی بابرکت ہیں 141
  - "بسم الله" میں اللہ تعالیٰ کے تین اسمائے حسنیٰ 147
- "بسم الله" کی تشریح 147
  - رحمان ور حیم الگ صفت ہے محسن اور منعم الگ صفت ہے 153
- حمد کا معنی اور مفہوم 158
  - اللہ کی حمد و ثناء بہت وسیع ہے 159
  - ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو الگ اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کو الگ پڑھنا چاہیے 163

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کی فضیلت 164
  - کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء 166
  - حمد اور شکر میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت 168
  - ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ میں "اَلْ" کے معانی 172
- حمد وثناء کی فضیلت 174
  - ذکر واذکار سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں 176
  - حمد میں بہت زیادہ عموم ہے 178
  - نیند سے بیدار ہونے کے وقت اللہ کی حمد 179
  - تہجد کے وقت کھڑے ہوتے وقت اللہ کی حمد وثناء 179
  - رات کو بیدار ہوتے وقت اللہ کی حمد وثناء کے فوائد 181
- ﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کی تفسیر 185
  - موسیٰ اور فرعون کا "رَبُّ الْعَالَمِيْنَ" کے موضوع پر ایک مکالمہ 185
  - ابراہیم اور نمرود کا مکالمہ 188
- اللہ تعالیٰ کا "رَبُّ الْعَالَمِيْنَ" ہونا "اِلٰهُ الْعَالَمِيْنَ" ہونے کی زبردست دلیل ہے 191
- لفظ "رب" کی تشریح 196
  - پہلا معنی تربیت کرنے والا 196
  - دوسرا معنی سید 200
  - تیسرا معنی مالک 201
- ﴿العالمین﴾ کی تشریح 203
  - جہان کتنے ہیں؟ 203
  - عالم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے 205
  - توحید کے دلائل کی موٹی موٹی دو قسمیں 205
  - نفسی دلائل 207
  - "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" پانچ سورتوں کے شروع میں آیا ہے 210
  - ایک نحوی اعتراض اور اس کا جواب 211

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۞ ﴿رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ میں ترہیب اور ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ میں ترغیب ہے 212

۞ قرآن کا اسلوب ترغیب اور ترہیب ساتھ ساتھ 213

❁ لفظ ﴿مالك﴾ کی قراءتیں 216

۞ ﴿مالك﴾ کی لغوی تشریح 216

۞ روز جزا اور دوسرے سب دنوں کا مالک اللہ ہے 216

۞ مفہوم منطوق کے مقابلے میں ہو تو اعتبار منطوق کا ہوگا 217

۞ زمانہ اللہ کی مخلوق ہے 219

۞ سات مشہور قراءتیں نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچیں 220

۞ تمام کا تمام ملک اللہ کا ہی ہے 222

۞ جب موصوف پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کی صفات اس حکم کا سبب بنتی ہیں 226

❁ لفظ ﴿دِیْن﴾ کا مفہوم 226

۞ عدل وانصاف کی چند مثالیں 226

۞ اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف 228

۞ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثناء ہوگی 229

✪ غلام احمد قادیانی کا دجل وفریب 230

✪ ایک مرزائی سے بات چیت 231

۞ دنیا کا دن اور آخرت کا دن اور فرشتوں کے آنے جانے کا دن 232

۞ قیامت کے دن کی ہولناکیاں 233

۞ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگی 234

✪ موت کا کوئی پتہ نہیں کب آجائے 234

۞ روز جزاء سے ڈر جاؤ 236

❁ لفظ ﴿دِیْن﴾ کے لغوی معانی 239

۞ پہلا معنی ملت اور مذہب 239

۞ دوسرا معنی جزا سزا 240

۞ تیسرا معنی قانون 241

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اصل قانون اللہ تعالیٰ کا ہے 242
- سورۃ فاتحہ کی پہلی چار آیات پر ہی آدمی غور کرے تو اس کے دل و دماغ سے بغاوت نکل جائے گی 243
- اصل بادشاہ اللہ ہے دنیا کے بادشاہ اور رعایا اللہ کے قانون پر چلیں 245
- ﴿یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے 247
- عذاب قبر برحق ہے 248
- ﴿مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ پر ایک نحوی سوال اور اس کا جواب 252
- ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کی تفسیر 252
- عبادت بڑا اہم فریضہ ہے 253
- ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ میں حصر ہے 255
- عبادت کا لغوی معنی 255
- عبادت اور اطاعت میں فرق 256
- [اقصی غایات الذل] والی تعریف جامع نہیں 258
- ہماری شریعت میں سجدہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں 260
- اطاعت اور عبادت کی صحیح تفسیر 261
- اطاعت اور عبادت میں فرق 262
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال درجے کی محبت ایسی چیز ہے جس کے بغیر آدمی ایمان والا ہی نہیں بن سکتا 263
- خضوع اور جھکاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو تو ایمان والا بنتا ہے 263
- دعا عبادت ہے 266
- مافوق الاسباب کسی کو پکارنا شرک ہے 268
- "الدعاء مخ العبادہ" والی روایت صحیح نہیں 270
- ہاتھ اٹھائے بغیر بھی دعا ہو جاتی ہے 270
- اللہ اور رسول کے مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے 272
- بالاستقلال اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے باقی سب کی اطاعت مشروط ہے 274

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ہر حال میں انسان اللہ کا محتاج ہے 277
- کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ مجھے اللہ کے عذاب اور غضب سے چھڑا لے گا اور میری سفارش کرے گا خواہ اس کو اللہ کی طرف اجازت ملے یا نہ ملے تو یہ بھی اس کی عبادت ہے 278
- نبی ﷺ بھی اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گے 279
- اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور میں سمجھنا اس کی عبادت ہے 280
- کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدبر اور متصرف سمجھنا اس کی عبادت ہے 282
- کسی کو اللہ کا بیٹا، بیٹی یا اللہ ہی سمجھنا اس کی عبادت ہے 284
- عبادت کا مزید مفہوم سمجھنے کے لئے کتب کا مطالعہ ضروری ہے 287
- ﴿ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ کی تفسیر 287
- ﴿ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ میں حصر اور قصر ہے 288
- مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب مدد 288
- مافوق الاسباب معاملات میں اللہ کے علاوہ غیروں سے مدد طلب کرنے والوں کے متعلق حکم ربانی 289
- اصل مدد اللہ کی طرف سے ہی ہے 290
- ماتحت الاسباب مدد ﴿ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ کے منافی نہیں ہے 290
- اعمال صالحہ کے ذریعے مدد طلب کرنا ﴿ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ کے منافی نہیں ہے 291
- اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی مادی مدد بھی کرتا ہے 292
- اعمال صالحہ سے اللہ بندے کی روحانی مدد بھی کرتے ہیں 293
- کسی زندہ نیک بزرگ سے دعا کرانا ﴿ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ کے منافی نہیں ہے 294
- دعا میں مدد اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے 295
- سورۃ فاتحہ کا خلاصہ ﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ میں ہے 298
- عبادت کی استعانت پر تقدیم کی وجہ 298
- ﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ میں جمع کے صیغے کیوں ہیں؟ 299

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۞ سورۃ فاتحہ بندوں کی زبان سے 299

۞ عبدیت اور عبودیت والا مقام بہت عظیم ہے 300

۞ ولیوں اور عابدوں کے مقابلے میں پیغمبر کا تعلق اللہ کے ساتھ
کئی گنا زیادہ ہوتا ہے 301

۞ عبادت میں جنت کے حصول اور جہنم سے بچنے کی نیت کرنا
اخلاص کے منافی نہیں 305

۞ صراط مستقیم کی ہدایت بہت اہم معاملہ ہے 313

۞ ﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ کی تفسیر 313

۞ اللہ کے رسول وحی کے بغیر نہیں بولتے 315

۞ ﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ کی دوسری تفسیر 320

۞ ﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ کی جامع تفسیر 322

۞ سلف صالحین میں تفسیر کے اندر اختلاف کی صورت تنوع
والی صورت ہے 322

۞ ﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ تیسری تفسیر 325

۞ ﴿ صِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾ کی چوتھی تفسیر 325

۞ چاروں تفسیروں کا آپس میں کوئی تعارض نہیں 326

۞ اے اللہ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ 326

۞ ہدایت کے دو معانی 326

۞ "انك لا تهدى" میں ہدایت سے مراد منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے 327

۞ ہدایت کی صورتیں اور اس کے درجات 329

۞ هدايت بالفطرة 329

۞ هدايت بالشعور 329

۞ هدايت بالعقل 332

۞ عقل سے حواس کی غلطی بھی پکڑی جا سکتی ہے 333

۞ عقل کی وجہ سے انسان شریعت کا مکلف ہے 334

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- دو چیزوں کی موجودگی میں انسان کا عذر ختم ہے 334
  - ھدایت بالوحی 336
  - ھدایت بالوحی کی صورت سب سے مقدم ہے 338
- روح امر ربی ہے اس کی ہدایت کا انتظام بھی اللہ نے اپنی طرف سے کیا ہے 338
- ہدایت استقامت 339
- ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے 340
- صراط مستقیم پر چلنے والے میں بھی استقامت ہونا چاہئے 341
- صراط مستقیم سے استقامت مراد لینے سے غیر مسلموں کا اعتراض وارد بھی نہیں ہوتا 342
- ابراہیم کی زندگی نبوت ملنے سے آخر دم تک استقامت ہی استقامت ہے 345
- صراط مستقیم میں اسلام کی ہر ہر جزء کی پابندی شامل ہے 346
  - خاندانی منصوبہ بندی اور مسئلہ خوراک 347
  - میانہ روای صراط مستقیم ہے 348
  - سب سے چھوٹا خط بغیر ٹیڑھے پن کے صراط مستقیم ہے 349
- ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر 350
- پہلی آیت سے ربط 350
- پہلی تفسیر 350
  - ایمان والوں کا راستہ کیا ہے 352
- دوسری تفسیر 353
  - مسلم اور مومن میں فرق 353
  - مسلم لوگوں کا راستہ دین اسلام ہے 354
- تیسری تفسیر 355
  - نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات 355
- نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا راستہ کتاب وسنت تھا تیسری کوئی چیز نہیں تھی 356

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منعم علیھم سے کون لوگ مراد ہیں 357

چوتھی تفسیر 357

نبوت، رسالت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی اور عطائی چیز ہے 359

انبیاء کا راستہ 360

پانچویں تفسیر 361

پانچویں تفسیر جامع تفسیر ہے 362

اعتبارات مختلف ہونے کی وجہ سے چیز کی نسبت بدل جاتی ہے 364

وراثت میں کبھی باپ کو دو اعتبار سے بھی حصہ مل جاتا ہے 365

رکعتیں دو اعتبارات تین یا چار 366

﴿ اَلَّذِیْنَ ﴾ کی بجائے "مَنْ" کیوں نہیں استعمال کیا؟ 367

﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ میں ماضی کا صیغہ کیوں؟ 367

انسانی کمالات میں سب سے اعلیٰ کمال نبوت ورسالت ہے 368

لفظ نبی کی لغوی تشریح 369

لفظ نبی کی تعریف 369

رسول اور نبی میں فرق 370

نبی اور رسول میں ایک اور فرق 371

سب پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے 372

صدیقین کون ہیں؟ 374

جھوٹے شخص کی سزا 375

ایک وقت تھا کہ کافر بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتے تھے 376

انبیاء کرام میں صدق کا وصف سب سے زیادہ ہوتا ہے 376

ابوبکرؓ کا لقب صدیق تھا 377

اللہ پر رسول اللہ پر کتابوں پر ایمان لانے والے کو بھی صدیق کہتے ہیں 378

اگر کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کیلئے کوئی دو معنی والی بات
کرے تو یہ صدیقیت کے منافی نہیں 378

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی 380

لفظ شہید کے معانی 381

لفظ شہید سے حاضر ناظر کا مسئلہ نہیں نکلتا 382

شہید کا معنی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جان قربان کر دینے والا ... 382

شہداء کی زندگی 383

معرکے کے علاوہ کچھ دوسرے شہداء 384

معرکے کے شہید کی شان نرالی ہے 384

صالحین کون اور عمل صالح کیا ہے؟ 384

﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾ کی تفسیر 386

﴿ المغضوب عليهم ﴾ یہودی اور ﴿ الضالين ﴾ نصرانی ہیں 386

غضب اور ضلالت دونوں فریقوں میں موجود ہے یہودیوں میں غضب
زیادہ اور نصرانیوں میں ضلالت زیادہ ہے 387

غضب ان پر نازل ہوا جو جان بوجھ کر حق سے منحرف ہوئے 387

دوہرے اجر کے حقدار لوگ 390

یہودیوں نے اپنے ﴿ مغضوب ﴾ ہونے کا اور نصرانیوں نے اپنے 391

﴿ ضالين ﴾ ہونے کا اعتراف کیا 391

﴿ المغضوب عليهم ﴾ اور ﴿ الضالين ﴾ الفاظ عام ہیں جو بھی
غضب کا مستحق ہو اور ضلالت میں ہو وہ اسی زمرہ میں آتا ہے 391

﴿ ضالين ﴾ کی صحیح قرأت 392

سورة الفاتحه قرآن کا حصہ ہے 394

آمین کا تلفظ 398

آمین کے معانی 398

آمین کہنا 399

آمین کہنے کا اجر و ثواب 399

فرشتوں کی آمین سے موافقت کی کیفیت 400

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◈ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں جس طرح
بالکل بے آواز آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں 401
◈ مقتدی کی آمین امام کی آمین سے پہلے نہیں ہونا چاہئے 403
◈ یہودیوں کا آمین پر حسد کرنا 404
◈ سرأ آمین کہنے والوں کے دلائل کی حقیقت 405
◈ **سورۃ الفاتحہ** نماز کا رکن ہے 410
◈ ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے دلائل 416
◈ تنبیہ 417
◈ دوسرا مسئلہ 418
◈ نماز میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے والے دلائل کا تجزیہ 421
◈ قابل مطالعہ تین اہم کتابیں 421
◈ آہستہ پڑھنا خاموش رہنے کے منافی نہیں 423
◈ حدیث ابو بکرہؓ سے استدلال اور اس کا جواب 428
◈ عدم ذکر سے استدلال درست نہیں 429
◈ مرسل روایت حجت نہیں بن سکتی 429
◈ ایک اور دلیل اور اس کا جوابات 431
◈ ایک اور دلیل اور اس کا جواب 432
◈ ایک اور دلیل اور اس کا جواب 432
◈ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ودجال تھا 434
◈ مسیح ابن مریمؑ کا نزول برحق ہے 436
◈ مرزائیوں کی چالبازیاں 438
◈ نوٹ 439

.... **وَلِلّٰہِ الْحَمْد** ....

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تمام حمد وثناء اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ رحمٰن رحیم ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ جزاء وسزا کے دن کے مالک ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمادے۔ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ان کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا۔ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ نہیں غضب کیا گیا جن پر اور جو نہ ہی گمراہ ہیں۔ (سورة الفاتحة)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے اسماء مبارکہ

قرآن مجید اور فرقان حمید کے بہت سارے نام ہیں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الاتقان'' کے اندر وہ نام ذکر کیے ہیں انہوں نے قرآن مجید کے ۵۵ نام نقل فرمائے ہیں اور قرآن مجید کے اندر سے ہی وہ نقل کیے ہیں ویسے قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کے نام ۵۵ سے بھی زیادہ ہیں۔ بہرکیف ناموں کی یہ کثرت دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید کی خوبیاں بہت زیادہ ہیں ہر نام ایک ایک خوبی پر بھی دلالت کرے تو ۵۵ سے زیادہ خوبیاں بن جاتی ہیں جبکہ ایسے بھی نام ہیں جو قرآن مجید کی ایک سے زیادہ خوبیوں پر دلالت کرتے ہیں تو اس طرح یہ خوبیاں ۵۵ سے بہت ہی زیادہ ہو جاتی ہیں۔ ان تمام ناموں کی توضیح اور تفصیل کے لیے تو کافی وقت چاہیے اس لیے ان میں سے جو دو نام جامع ہیں ایک قرآن، دوسرا فرقان صرف ان دو ناموں کے متعلق کچھ ذکر کیا جائے گا۔ إن شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ دو نام اس لیے منتخب کیے گئے ہیں کہ قرآنِ مجید کی صفتیں کچھ ایسی ہیں جن کا تعلق قرآنِ مجید کے جمال اور کمال کے ساتھ ہے اور کچھ ایسی خوبیاں اور صفات ہیں جن کا تعلق قرآنِ مجید کے جلال کے ساتھ ہے۔ تو جتنی صفاتِ جلالیہ ہیں وہ فرقان کے اندر آ جاتی ہیں اور جتنی صفاتِ جمالیہ اور صفاتِ کمالیہ ہیں وہ قرآن کے اندر آ جاتی ہیں۔

لفظ قرآن کی وضاحت: لفظ قرآن عربی زبان کا لفظ ہے عربی لغت کے اندر اس کے کئی معانی ہیں۔ قرآن کا ایک معنی پڑھنا ہے۔ قَرَأَ یَقْرَأُ قُرْآنًا معنی ہے پڑھنا قرآن مجید کا نام ''قرآن'' قرآن مجید کے اندر بھی کئی جگہ پر موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ ﴾ (سورۃ البروج آیات: ۲۱-۲۲)

پھر ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کَرِیْمٌ ○ فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ ○ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ ﴾(سورۃ الواقعة آیات:۷۵-۷۹)

ان آیتوں میں لفظ قرآن اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہ قرآنِ کریم ہے۔ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ○﴾(سورۃ الحجر آیت:۱)

اس جگہ بھی قرآن کا لفظ آیا ہے۔ایک مقام پر فرمایا:

﴿ طٰسٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ ○﴾ (سورۃ النمل' آیت:۱)

اس مقام پر بھی قرآن کا لفظ آیا ہے۔پھر ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا﴾

(سورۃ الشوریٰ' آیت:۷)

اس مقام پر ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا ﴾ لفظ آیا ہے ﴿حٰمٓ ○ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ○﴾ (سورۃ الزخرف' آیات:۱-۳)

اورایک مقام پر فرمایا

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾(سورۃ بنی اسراء یل' آیت:۹)

تو الغرض قرآن کے اندر بہت ساری آیتیں ہیں جن میں یہ نام قرآن اللہ نے ذکر کیا ہے۔

قران مجید کا نام ''قرآن'' کیوں رکھا گیا ہے؟ لغوی معنی اس کا ہے پڑھنا یہ نام قرآنِ مجید کا اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کو پڑھا جاتا ہے۔اس کی تلاوت کی جاتی ہے سب سے پہلے اس قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے پڑھا ہے اور اس کی تلاوت کی ہے اور قرآن مجید کے ساتھ تکلم فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید سنا نبی کریم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے سنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید سنا جبرائیل علیہ السلام نے دوسرے نمبر پر اس قرآن مجید کی تلاوت فرمائی پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی تلاوت فرمائی۔پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تلاوت فرمائی پھر تابعین نے تبع تابعین نے ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اجمعین نے الغرض یہ تلاوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ سے چلا اور ہم تک پہنچا اور قیامت تک یہ تلاوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سلسلہ چلتا ہی رہنا ہے۔ ان شاء اللہ۔ اس وجہ سے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا کلام بھی اسی وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ تکلم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے اس قرآن مجید کے ساتھ تکلم نہیں کیا گیا تو اول متکلم اللہ تعالیٰ ہے اسی وجہ سے اس کو ''کلام اللہ'' کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کلام کی نسبت اس کی طرف کیجاتی ہے جو سب سے پہلے اس کلام کے ساتھ تکلم کرے اب یہ قرآن مجید ہم قاریوں سے سنتے ہیں آواز ان کی ہمارے کانوں میں پڑتی ہے اللہ تعالیٰ سے تو نہیں سنتے لیکن پھر بھی یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اس لیے کہ سب سے پہلے اس کے ساتھ تکلم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نسبت اول متکلم کی طرف ہوگی جس طرح کوئی شاعر شعر سب سے پہلے بناتا ہے پھر سلسلہ آگے چلتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں کا شعر ہے یہ فلاں کا کلام ہے حالانکہ پڑھ دوسرے رہے ہوتے ہیں مثال کے طور پر اقبال کا شعر ہے:

زمن بر صوفی وملا سلامے   کہ گفتند پیغامِ خدا مارا

یہ اقبال کا کلام ہے لیکن آپ لوگ اس وقت اس کو مجھ سے سن رہے ہیں۔ میری زبان سے نکل رہا ہے تو پھر اقبال کا کلام کیوں کر ہوا؟ اس لیے کہ سب سے پہلے اقبال نے اس کلام کے ساتھ تکلم کیا ہے۔ اس کو بولا ہے۔ تو قرآن مجید کے اندر جو کلام ہے یہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بولا ہے اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ گزارش میں یہ کر رہا تھا کہ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اس کو پڑھا جاتا ہے اس وجہ سے اس کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا رسول کریم ﷺ کی صفت بھی ہے ابراہیم خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو دعا فرمائی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ (سورة البقرة' آیت: ۱۲۹)

''یا اللہ مکہ والوں کے اندر ان ہی سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے اور کتاب وحکمت کی ان کو تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے ان کو پاکیزہ اور صاف ستھرا بنائے' یقیناً تو ہی عزیز حکیم ہے۔''

یہ اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ قرآن مجید کی ان پر تلاوت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾

(سورة الجمعه' آیت:۲) ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (سورة آل عمران' آیت:۱٦٤)

تو نبی کریم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝﴾ (سورۃ الکهف' آیت:۲۷) پھر فرمایا:

﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ۝﴾ (سورة العنكبوت' آیت:٤٥)

نبی کریم ﷺ بڑی کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے تھے تبلیغ کے اندر بھی جب لوگوں کو دعوت دیتے اور قیام اللیل میں بھی نمازوں کے اندر بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں گزارش کی گئی کہ آپ ﷺ رات قیام کرتے ہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تلاوت کر کر کے آپ کے قدموں میں ورم پیدا ہو گئے ہیں۔ پاؤں میں سوزش پیدا ہو گئی ہے تو تھوڑی تلاوت کر لیا کریں اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر پہلے بڑا ہے اگلی پچھلی تمام لغزشیں آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: [أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا] کیا میں رب تعالیٰ کا بہت شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اس لیے اس کا نام قرآن ہے۔ نماز کے اندر تلاوت تو ضروری ہے جتنی دیر تک نمازی تلاوت نہیں کرے گا نماز ہوگی ہی نہیں بالخصوص سورۃ فاتحہ یہ بھی قرآن مجید کا حصہ ہے اس کی تلاوت نماز کے اندر نہیں کرے گا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز ہوگی ہی نہیں۔ یہ ''لفظ قرآن'' کا ایک معنیٰ تھا پڑھنا اور تلاوت کرنا۔

دوسری وجہ: لفظ قرآن کا دوسرا معنیٰ عربی لغت میں ہوتا ہے ''جمع کرنا'' عربی کا محاورہ ہے'' قَرَأْتُ الْمَآءَ فِي الْحَوْضِ ''حوض کے اندر میں نے پانی جمع کیا۔ لفظ اس مقام پر قَرَأْتُ کا بولتے ہیں اس کا معنیٰ جمع کرنا ہے تو قرآن مجید بھی ایک جامع ہے اس بنیاد پر اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا۔ جامع کس چیز کا ہے؟ جتنے اسلامی عقائد ہیں' احکام ہیں' وہ سارے موٹے موٹے اس قرآن کے اندر موجود ہیں جتنے مضامین ہیں آخرت کے متعلق' نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کے متعلق' پہلے رسولوں اور پیغمبروں کی نبوت اور رسالت کے متعلق' اللہ کی الوہیت ربوبیت اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف کے متعلق' اللہ تعالیٰ کے انعامات احسانات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں پر کیے' دنیا کے اندر ان کا جو مقام بلند کیا وہ واقعات' جو باغی اور سرکش تھے ان پر جو اللہ کی طرف سے عذاب مسلط ہوا جس جس طریقے سے تباہ و برباد کیے گئے یہ سارے مضامین قرآن کے اندر جمع ہیں۔ سورتوں اور آیتوں کا یہ قرآن مجموعہ ہے اس لیے اس کو قرآن کہا جاتا ہے کہ جامع ہے۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی مایہ ناز کتاب کے اندر لکھا ہے کہ ہر قسم کے جمع کرنے کو قرآن نہیں کہا جاتا بلکہ قرآن اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ پہلی جتنی کتابیں اور صحیفے تھے جو کچھ ان کے اندر مضامین تھے وہ سب کے سب قرآن مجید کے اندر آگئے ہیں یہ جامع ہے۔ ویسے بہت سارے اہل علم نے لکھا ہے کہ جتنے علوم وفنون ہیں وہ سب کے سب قرآن کے اندر موجود ہیں کچھ صراحۃً موجود ہیں کچھ اشارۃً کسی کو سمجھ آگئی تو آگئی کسی کو نہ آئی تو نہ آئی مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے اندر ہر قسم کے علوم موجود ہیں۔

جَمِيْعُ الْعُلُوْمِ فِي الْقُرْآنِ ○ لٰكِنْ تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

تمام علوم حتیٰ کہ حساب' ہندسہ' جیومیٹری اس قسم کے علوم بھی قرآن کے اندر موجود ہیں۔ موٹے موٹے اصول ان کے قرآن کے اندر آگئے ہیں۔ قرآن کا معنیٰ ہے جمع کرنا یہ جامع کتاب ہے اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

تیسری وجہ: اس کا ایک تیسرا معنیٰ بھی عربی لغت کے اندر پایا جاتا ہے اور وہ ہے'' ملانا''۔ کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا یہ ملانے والا وصف قرآن کے اندر بہت زیادہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتیں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں آیتیں اور کلمات اور حروف تمام ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں قرآن کے مضامین اور معانی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں پھر یہ قرآن مجید بندے کو اللہ تعالیٰ سے ملاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ' اولاد کو والدین کے ساتھ' بھائی کو' بہنوں کو' رشتہ داروں کو ملانے کی تلقین کرتا ہے مالک اور مملوک کو ملاتا ہے حکمران اور رعیت کو ملاتا ہے۔ تو یہ ملانے والا وصف قرآن کے اندر بہت زیادہ ہے اس وجہ سے اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا ہے۔

چوتھی وجہ: چوتھا معنی قرآن کا عربی زبان میں ہے۔ ''ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہونا'' قرینہ وقرائن سے ماخوذ ہے ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی جو چیز ہو اس کو عربی میں قرینہ اور قرائن کہا جاتا ہے۔ تو قرآن کے اندر بھی سورتیں ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی ہیں آیتیں ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی ہیں۔ اس اعتبار سے بھی کہ ہر آیت اللہ تعالیٰ کا کلام ہے دوسری آیت بھی اللہ کا کلام ہے۔ اس اعتبار سے بھی وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کہ قرآن کی ہر آیت معجزہ ہے ایک آیت بھی معجزہ دوسری بھی تیسری بھی...... پھر اس اعتبار سے بھی کہ ہر آیت کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے یا کسی چیز کی خبر دی گئی ہے گذشتہ زمانہ کی یا آئندہ زمانہ کی وہ ساری چیزیں برحق ہیں۔ برحق ہونے میں ایک آیت دوسری آیت کے مشابہ ہے ساری کتاب کو اللہ تعالیٰ نے متشابہ قرار دیا ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ (سورۃ الزمر' آیت:٢٤)

قرآن مجید کی آیات ایک دوسری کے متشابہ ہیں ایک دوسری کے ساتھ ملتی ہیں اس بنیاد پر اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے۔ تو لفظ قرآن کے اندر چار قسم کی خوبیاں ہیں۔ اسی طرح ہر ایک نام کے اندر ایک ایک خوبی تو موجود ہی ہے تو بہت سی خوبیوں کی جامع یہ کتاب قرآن مجید ہے (اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا کرے۔)

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۱۶) بروز پیر

قرآن مجید کا دوسرا نام فرقان ہے

قرآن مجید اور فرقان حمید کے ۵۵ سے زائد نام ہیں جن میں دو ناموں پر گفتگو ہو رہی تھی ایک نام قرآن ہے اس پر کل کے درس میں بات چیت ہوئی آج کی فرصت میں دوسرے نام فرقان پر گفتگو کرنا مقصود ہے۔ جس طرح قرآن مجید کا نام قرآن کتاب اللہ کے اندر کئی جگہ مذکور ہے اسی طرح یہ دوسرا نام فرقان بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ذکر فرمایا ہے بلکہ قرآن مجید کی مستقل ایک پوری سورت ہے جس کا نام ہی "سورۂ فرقان" ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝﴾

(سورۃ الفرقان' آیت:۱)

کہ بابرکت ہے وہ ذات گرامی جس نے فرقان کو اپنے بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا بن جائے۔ تو سورۂ فرقان کے اندر یہ قرآن مجید کا نام "فرقان" اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ "فرقان" لفظ بنا ہے فَرَقَ يَفْرِقُ فَرْقًا سے یا ماخوذ ہے تَفْرِيْق باب تفعیل سے۔ تفریق اور فرق کا معنی سمجھتے ہو امتیاز کرنا۔ فرق کر دینا' جدائی کر دینا۔ اس قرآن مجید کو فرقان اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی امتیاز اور فرق کر دیتا ہے۔ حق اور باطل کے اندر' حلال حرام کے اندر' ایمان اور کفر کے اندر' مومن اور کافر کے اندر۔ کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے۔ پھر یہ قرآن مجید جنتیوں اور دوزخیوں کے اندر فرق کر دیتا ہے۔ پھر یہ کتاب اولیاء الرحمان اور اولیاء الشیطان کے درمیان فرق کرتی ہے۔ اس بنا پر اس کو فرقان کہا جاتا ہے۔ اور بھی کئی چیزوں پر یہ لفظ فرقان بولا جاتا ہے جو فرق کرتی ہیں ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر پر فرقان کا لفظ بولا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

(سورة الأنفال، آیت: ٤١)

کہ اگر تمہارا ایمان ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی فرقان والے دن تو پھر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرو۔ اسے ادا کرو۔ یوم الفرقان کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ﴿يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ﴾ جس دن دو جماعتیں ملیں۔ آپس میں ان کا مقابلہ ہوا۔ مراد اس سے غزوۂ بدر ہے ایک جماعت مومنوں کی تھی دوسری جماعت کافروں کی تھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد فرمائی مدد کے لیے آسمان سے فرشتے نازل فرما دیے۔ تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ غزوۂ بدر کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرقان قرار دیا ہے۔ یوم الفرقان کہ یہ فرقان کا دن ہے کیونکہ اس غزوہ کے ساتھ بھی حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہوا۔ بہت سے لوگ اس وقت اس انتظار میں تھے کہ کافروں اور مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہے۔ تو دیکھنا ہے کہ ان میں کس کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں کون غالب آتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو غالب کیا فتح دے دی تو یہ فتح دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ حق و باطل کے درمیان اس غزوے میں بھی فرق ہوا کہ حق والوں کو اللہ نے غالب کر دیا اور باطل والوں کو اللہ نے مغلوب کر دیا۔ شکست دے دی۔ فرقان کا لفظ اللہ نے اس قوت اور اس ملکہ پر بھی استعمال کیا ہے جو ملکہ اور قوت انسان کو تقویٰ کے بعد حاصل ہوتی ہے تو اس قوت اور اس ملکہ کے ذریعے وہ حق اور باطل کے درمیان فرق کر لیتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کے اندر ہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (سورة الأنفال، آیت: ٢٩)

کہ اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے متقی بنو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان عطا فرمائیں گے وہ فرقان ایک نور ہے ایک قوت ہے ایک ملکہ ہے جس کے ذریعے تم حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر لو گے تمہیں سمجھ آنے لگ جائے گی کہ یہ چیز حق ہے اور یہ باطل ہے۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ﴾ (سورۃ الحدید' آیت:۲۸) اگر تم تقویٰ شعار بنو گے تو اللہ تمہارے لیے ایک نور پیدا کر دے گا ایک روشنی پیدا کر دے گا جس کے ذریعے تم اس زمین میں چلو گے اور جو آخرت کا سفر طے کر رہے ہو وہ اس نور کی روشنی میں طے کر لو گے۔ تو اس نور کو بھی اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرقان کا نام دیا ہے۔ اور فرقان کا نام اللہ نے معجزے پر بھی بولا ہے:

﴿وَاِذْ آتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۵۳)

فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب عطا کی اور فرقان عطا فرمایا وہ فرقان معجزے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے۔ عصا ان کا سانپ بن جاتا' ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالتے تو وہ سفید ہو جاتا' پتھر پر موسیٰ علیہ السلام لاٹھی (عصا) مارتے تو اس سے چشمے جاری ہو جاتے' کئی معجزات اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے اور ان معجزات کو فرقان کا نام دیا کیونکہ ان کے ذریعے حق اور باطل میں' نبی اور متنبی میں فرق ہوتا۔

فرعون کو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا پیغام سنایا۔ دعوت پیش کی تو فرعون کہنے لگا:

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○﴾

(سورۃ الأعراف' آیت:۱۰۶)

اگر سچے ہو تو کوئی نشانی کوئی معجزہ پیش کرو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزے پیش کر دیے لاٹھی (عصا) کا سانپ بن جانا' ہاتھ کا سفید ہونا پیش کر دیا۔ لیکن فرعون کی شومئ قسمت (بدقسمتی) کہ وہ بات کو سمجھ ہی نہیں سکا موسیٰ علیہ السلام پر الٹا الزام لگا دیا کہ یہ تو جادوگر ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ جادوگروں کے ساتھ مقابلہ بھی کرا دیا' فیل ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں اور ان کا عصا جو سانپ بنتا تھا جادوگری نہیں تھی۔ اسی طرح ہاتھ کا سفید ہو جانا جادو نہیں تھا۔ جادوگروں کو فوراً سمجھ آ گئی کیونکہ وہ جادو کی حقیقت کو سمجھتے تھے ایمان لے آئے۔ تو گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ فرقان معجزے پر بھی بولا جاتا ہے کیونکہ معجزے کے ساتھ بھی حق و باطل میں' سچے اور جھوٹے میں فرق ہو جاتا ہے۔ تو یہ قرآن مجید بھی حق و باطل' حلال و حرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان وکفر،ہدایت وگمراہی میں فرق کرتا ہے اس لیے اس کو فرقان کہا جاتا ہے۔

پھر فرقان اس لیے بھی اس کو کہا جاتا ہے کہ بذات خود یہ قرآن مجید معجزہ ہے۔قرآن مجید سارا بھی معجزہ ہے اور ہر ہر سورت بھی معجزہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○﴾(سورۃ بنی اسرائیل' آیت:٨٨)

''سارے انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ قرآن مجید جیسی کوئی کتاب تیار کریں تو وہ پیش نہیں کر سکتے خواہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ایک دوسرے کا تعاون بھی کریں پھر بھی وہ اس قرآن مجید جیسی کوئی چیز تیار نہیں کر سکتے۔'' پھر ایک مقام پر فرمایا:

﴿أَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ○﴾(سورۃ ہود' آیت:١٣)

اگر یہ قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے سچے ہیں کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو پھر وہ اس جیسی صرف دس سورتیں ہی پیش کر دیں۔اللہ کے علاوہ جن جن کو وہ بلا سکتے ہیں سب کو اپنے تعاون کے لیے بلا لیں۔تاریخ شاہد ہے کہ آج تک وہ دس سورتیں پیش نہیں کر سکے۔اس سے بھی نیچے اتر کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ○﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:٢٣)

''اگر تم سچے ہو تو ایک سورت ہی لے آؤ۔''﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○﴾(سورۃ البقرۃ' آیت:٢٤)

''اگر آج تک ایک سورت پیش نہیں کر سکے اور آئندہ بنا بھی نہیں سکو گے تو جب بنا نہیں سکے اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لیے اس کی مثل ایک سورت بھی پیش نہیں کر سکتے۔تو پھر ڈر جاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن پتھر اور لوگ ہیں۔'' مومن بن جاؤ ایمان لے آؤ۔تو گزارش کرنے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد یہ ہے کہ یہ قرآن مجید معجزہ بھی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا صحیح مسلم میں حدیث ہے ''ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی نشانیاں اور معجزات عطا فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن مجید معجزہ عطا فرمایا ہے۔'' یہ ہمیشہ کے لیے ہے اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے وقتی تھے۔ جب سے نبی کریم ﷺ کو یہ معجزہ ملا ہے آج تک جوں کا توں قائم ہے اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس نے قائم دائم رہنا ہے۔ یہ ابدی اور ہمیشہ کا معجزہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں یہ معجزہ قرآن مجید وحی جو میری طرف نازل کی گئی ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے پیروکار میرے امتی دوسرے پیغمبروں کے امتیوں سے زیادہ ہونگے۔ کیونکہ یہ معجزہ بھی دیرپا اور دائمی ہے۔

یہ قرآن مجید معجزہ ہے۔ الفاظ کے لحاظ سے' کلمات' زبان اور لغت' فصاحت و بلاغت اور مضامین کے لحاظ سے۔ پہلے لوگوں کے حالات' آئندہ آنے والی خبروں کے اعتبار سے بھی قرآن مجید معجزہ ہے۔ اس واسطے اس کا نام فرقان رکھا گیا ہے۔

﴿تَبٰرَکَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝﴾ (سورة الفرقان' آیت:۱)

''بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا۔'' تو پہلا نام جو اس موقع پر بیان کرنا مقصود تھا وہ قرآن تھا۔ قرآن کے اندر جتنی صفات کمال ہیں اور صفات جمال ہیں وہ سب کی سب اسم قرآن کے اندر آ گئی ہیں۔ اور قرآن مجید کے اندر جتنی صفات جلال ہیں وہ ساری کی ساری صفات اس قرآن مجید کے اسم فرقان کے اندر آ گئی ہیں۔ تو اصل بنیادی اور مرکزی نام قرآن مجید کے دو ہیں۔ (۱) قرآن (۲) فرقان۔ ویسے قرآن مجید کے نام ۵۵ سے بھی زیادہ ہیں جس طرح کتابوں کے اندر اہل علم نے لکھے ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۱۷) بروز منگل

قرآن مجید اور فرقان حمید کے نزول کا مقصد

قرآن مجید اور فرقان حمید کے متعدد ناموں میں سے دو ناموں کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے۔ ایک اسم ''قرآن'' دوسرا اسم ''فرقان'' ان کے معانی اور پھر وجہ تسمیہ سے قرآن مجید کے نزول کے مقاصد پر بھی روشنی پڑ رہی ہے۔ قرآن کا ایک معنی سن چکے ہو کہ اصول اور ضوابط کو جمع کرنا کہ انسانی زندگی کے اندر جس جس چیز کی اس کو ضرورت ہے اصلاح کی خاطر' دنیا اور آخرت کی سعادت کی خاطر' اس کے موٹے موٹے اور جامع اصول قرآن مجید کے اندر آ گئے ہیں۔ فرقان کا یہ معنی سن چکے ہو کہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز تو قرآن مجید کے نزول کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کی اصلاح' ہدایت اور ایسے ایسے اصول ضابطے لوگوں کو بتائے جائیں جن کو اپنا کر وہ دنیا اور آخرت کی سعادت پا سکیں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کر سکیں ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کر سکیں۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر کئی مقامات پر مقاصد قرآن پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

﴿طٰهٰ○ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ○ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ○ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ○﴾ (سورة طه' آيات: ۱ ـ ٤)

قرآن مجید کو اس لیے نازل نہیں کیا گیا کہ تم اپنے آپ کو شقاوت کے اندر مبتلا کر لو۔ مشقت کے اندر مبتلا کر لو۔ بلکہ اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ تم پر جو مشقتیں ہیں خواہ مخواہ بوجھ ہیں وہ اتار دیے جائیں۔ تمہاری شقاوت دور ہو جائے' سعادت تمہیں حاصل ہو جائے۔ ﴿اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ○﴾ (سورة طه' آيت: ۳) جو ڈرنے والے لوگ ہیں ان کے لیے یہ تذکرہ ہے' نصیحت ہے' یاد دہانی ہے کہ ان ان چیزوں کے اندر شقاوت ہے' بدبختی ہے ان سے پرہیز کرو' اجتناب کرو اور ان ان چیزوں کے اندر تمہاری سعادت ہے' نیک بختی ہے' ان کو اپناؤ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے نزول کا یہ مقصد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○﴾ (سورة النحل' آيت:٦٤)

اس قرآن مجید کو ہم نے اس لیے نازل فرمایا ہے کہ آپ ان کے اختلافات واضح کر دیں کہ اختلافی امور کے اندر فلاں چیز درست ہے اور فلاں چیز درست نہیں وہ ناحق ہے۔ جو اختلاف لوگوں میں پہلے پڑ چکا تھا اس کو حل کرنے کے لیے لوگوں کی راہنمائی کرنے کے لیے یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾ (سورة البقرة' آيت:٢١٣)

کہ لوگ پہلے ایک ہی امت تھے۔ پھر لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا کوئی باطل پر' کوئی حق پر۔ کوئی مؤمن بن گیا کوئی کافر بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے ساتھ کتابوں کو نازل کیا مقصد اور غرض وغایت یہ تھی ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ کہ جن چیزوں کے اندر اختلاف کر رہے ہیں ان میں فیصلہ کیا جائے کہ کون حق پر ہے؟ کون باطل پر ہے؟ اس اختلاف کے اندر فیصلہ کرنے کے لیے یہ کتابیں (جن کے اندر یہ قرآن مجید بھی شامل ہے) نازل فرمائی ہیں۔ ایک اور مقام پر خاص قرآن مجید کا ذکر کیا:

﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِي إِسْرَآئِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○﴾

کہ قرآن مجید بنی اسرائیل کو وہ چیزیں بتاتا ہے ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کے اندر وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اختلاف ان کو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیم کی مخالفت جس جس مقام پر وہ کر رہے ہیں قرآن مجید ان چیزوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ تاکہ یہ اختلاف نہ کریں اور یہ راہ راست پہ آ جائیں تو قرآن کے نزول کے بہت سے مقاصد ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کے اختلاف میں اصولی اور جامع چیزیں بتلا دی جائیں جس کو سامنے رکھ کر وہ اپنے اختلافی امور میں حق اور باطل کا امتیاز کر لیں۔ فرمایا:

﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ (سورۃ النحل' آیت:٦٤)

ہدایت بھی ہے اور ایمان والوں کے لیے رحمت بھی ہے۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:١٨٥)

یہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس کے اندر واضح دلائل موجود ہیں اور حق و باطل کے اندر فرق کرنے والے اصول اس کے اندر موجود ہیں تو ایک مقصد ان مقاصد قرآن میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کے اندر جو اختلافات ہیں ان میں کوئی جامع چیز لوگوں کو بتلا دی جائے جس کے ساتھ وہ اپنے اختلافات ختم کر لیں پھر قرآن مجید کے مقاصد نزول میں یہ مقصد بھی شامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں اور سیاسی نظام کی اصلاح کی جائے ایک قانون لوگوں کو مل جائے جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنا سیاسی نظام مستحکم بنا لیں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۝﴾ (سورۃ النساء' آیت:١٠٥)

قرآن مجید کو ہم نے تم پر نازل فرمایا حق کے ساتھ تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے اس قرآن مجید کے ساتھ کریں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:٤٤)

ایک مقام پر ﴿فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ فرمایا۔ ایک مقام پر ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:٤٧) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز نازل فرمائی اس کے مطابق جو لوگ اپنا عدالتی نظام قائم نہیں کرتے ایسے لوگ کافر ہیں' ظالم ہیں اور فاسق ہیں۔ تین قسم کے لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمائے۔ تو قرآن مجید کے نزول کے مقاصد میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اس کو نظام بنایا جائے یہ نہیں کہ اس کی صرف تلاوت کر لی جائے۔ تلاوت بھی کی جائے نماز کے اندر اس کو پڑھا جائے اور برکات والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدے بھی قرآن مجید سے اٹھائے جائیں۔قرآن مجید لوگوں کے لیے شفا بھی ہے لیکن ساتھ ساتھ لوگوں کا نظام بھی قرآن مجید کے مطابق ہو۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اس قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہی نظام چلاتے رہے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت عطا فرمائی دنیا اور آخرت میں یہ شومئی قسمت (بدقسمتی) سمجھو کہ ایسا ایک دور آ گیا کہ آہستہ آہستہ مسلمان قرآن مجید سے دور ہوتے چلے گئے۔اس کو اپنے حکومتی نظام سے الگ تھلگ کر کے رکھ دیا اب صورت حال یہ ہے کہ اسمبلیوں کے اندر اور جو مجلس مشاورت قائم ہوتی ہے اس کے اندر رائے لوگوں سے لیجاتی ہے کہ کس قسم کا نظام چلایا جائے۔اس مسئلے کے متعلق تمہاری کیا تجویزیں ہیں۔قرآن مجید سے نہیں پوچھا جاتا' حالانکہ آدمی مسلمان ہو مؤمن ہو اس کے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ وہ قرآن مجید سے نبی کریم کی سنت و حدیث سے پہلے نمبر پر پوچھے بلکہ اس قرآن کی پابندی کرے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت اور حدیث کے اندر جو حکم مل جائے اس سے سرِ موانحراف نہ کرے۔رائے شماری کا مطلب تو یہ ہے کہ ذہنی طور پر قرآن مجید اور سنت وحدیث کا انکار یا شک وشبہ موجود ہے ورنہ قرآن مجید کے اندر ایک چیز موجود ہو رسول اللہ ﷺ نے مسئلے کو واضح کر دیا ہو وہاں مسلمان رائے شماری کرائیں اس کا تو کوئی معنی ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرآن مجید اس واسطے نازل کیا ہے کہ تم فیصلے اس قرآن مجید پر کرو۔ اگر قرآن مجید پر فیصلے نہیں کرتے تو ہم اس کے نزول کے مقصد کو ہی پسِ پشت ڈال رہے ہیں تو پھر ایمان کا تو خدا ہی حافظ ہے۔پھر ایمان کس طرح رہ سکتا ہے۔شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر طور پر قرآن مجید کے نزول کے مقاصد بیان کرتے ہوئے (قرآن مجید کی روشنی میں ہی) فرمایا کہ قرآن مجید کے نزول سے پہلے لوگوں کے گھر کا نظام خراب ہو چکا تھا اولاد والدین کے حقوق ادا نہیں کرتی تھی والدین اولاد کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے۔خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کا حق ادا نہیں کرتی تھی۔ اسی طرح دوسرے رشتہ دار بہن بھائی' چچا' پھوپھی' خالہ ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرتے تھے' گھر کا نظام تباہ ہو گیا تھا خراب ہو گیا تھا کسی کے حق کا کوئی خیال نہیں رکھتا تھا۔مالک مملوک کے حقوق اور مملوک (غلام) مالک کے حقوق ادا نہیں کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ مزدور جس کی مزدوری کرتا اس کا حق نہیں ادا کرتا تھا۔ تو مالک مزدوروں کا حق ادا نہیں کرتا تھا۔ یہ نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ اسی طرح عقیدے کا نظام بالکل خراب ہو گیا تھا۔ شرکیہ کفریہ عقیدے موجود تھے کافر' مشرک یہودی' عیسائی' مجوسی ان کی اعتقادی حالت دگرگوں تھی ایسے ایسے عقیدے انہوں نے اپنائے ہوئے تھے جن کے لیے وجہ جواز ہی کوئی نہیں تھی۔ نہ عقل کے اندر نہ نقل کے اندر۔ یہ نظام بھی سارا تباہ اور برباد ہو چکا تھا پھر لوگوں کے اخلاق خراب ہو چکے تھے۔ برائی بے حیائی چوری' ڈاکہ' بخل ہر قسم کی برائی ان کے اندر موجود تھی۔ سیاسی نظام بھی تباہ اور برباد ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سارے نظام شخصی' خاندانی اور ملکی و سیاسی نظام کی اصلاح کے لیے قرآن مجید کو نازل فرمایا تاکہ ان کا خاندانی نظام بھی درست ہو جائے شخصی اخلاق بھی ان کے صحیح ہو جائیں اور سیاسی نظام بھی ان کا مستحکم اور مضبوط ہو جائے' اقتصادی اور معاشی نظام بھی ان کا صالح بن جائے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ قرآن مجید نے اس ساری تفصیل کو مختصر ایک جملے کے اندر ادا کر دیا ہے ﴿وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۱٦٤) کہ قرآن کے نزول سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی اور ضلالت کے اندر موجود تھے۔ تو اصل مقصد نزول قرآن کا یہ تھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی راہنمائی کرنا' اور دوسروں سے تعلق ختم کر کے' شیطان سے تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق جوڑنا۔ جس کو ہم نے آج پس پشت ڈال دیا ہے۔ قسم اٹھاتے وقت' عدالت کے اندر یا پنچائت میں یا آگے پیچھے قرآن مجید کو اٹھا لیتے ہیں' غلاف بہترین بنا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا ہے اور جو اصل مقصد تھا اس کو پیچھے رکھ دیا ہے عملی زندگی کے اندر اس کو اپنایا جائے ہر شخص اپنے گھر کی زندگی میں' بازار کی زندگی میں' فیکٹری کارخانے میں بھی' عدالت' وزارت یا صدارت میں چلا گیا ہے تو اس قرآن پر عمل کرے۔ فوج میں چلا گیا ہے تو ادھر بھی قرآن پر عمل کرے۔ دراصل قرآن مجید کو تو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے نازل فرمایا تھا کہ اس کے مطابق لوگ اپنا عقیدہ بنائیں' اپنے اعمال' اپنی گفتار بلکہ زندگی کے ہر شعبے کے اندر قرآن مجید کی پابندی کر کے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کریں۔ مگر ہم مسلمانوں نے اس مقصد کو پس پشت ڈال دیا ہے لیکن ویسے کہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ قرآن کی کیا بات ہے اس کو معجزہ بھی سمجھتے ہیں (اور سمجھنا بھی چاہیے) اس کا احترام بھی کرتے ہیں اور ہر مسلمان پر فرض ہے کرنا بھی چاہیے۔

لیکن یہ حق قرآن مجید کے احترام کا تب ہی ادا ہوگا جب عقیدہ اس کے مطابق بنایا جائے۔ اور اگر کسی آدمی کا عقیدہ قرآن کے مخالف ہے اور دعویٰ زبانی کلامی کرتا ہے میں قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہوں قرآن مجید کا احترام کرتا ہوں (تو یہ کیسی تعظیم ہے اور کیسا احترام ہے) جب عقیدہ ہی قرآن مجید کے خلاف ہے عملی زندگی آدمی کی قرآن مجید کے خلاف جارہی ہے ویسے زبانی کلامی وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں اس کی بڑی تعظیم کرتا ہوں' احترام کرتا ہوں۔ جتنی میں تعظیم کرتا ہوں کوئی اور اتنی کرتا ہی نہیں۔ لیکن عملاً گھر میں بھی مخالفت کر رہا ہے باہر جاتا ہے دکانوں پر فیکٹریوں میں' کارخانوں میں' وہاں بھی قرآن مجید کی مخالفت کرتا ہے۔ عدالت میں بیٹھا ہے تو پھر بھی مخالفت' صدارت وزارت مل گئی ہے تو پھر بھی مخالفت کرتا ہے۔ کئی تو ایسے ہیں کہ جو اصول قرآن نے بیان کیے ہیں ان کے متعلق زبانی کلامی کہتے رہتے ہیں یہ ظالمانہ اصول ہیں' یہ وحشیانہ نظام ہے' یہ دقیانوسی نظام ہے تو ایسے لوگوں کا ایمان کہاں موجود ہوگا؟ یہ قرآن مجید کا کوئی احترام کرتے ہیں؟ ہاتھوں میں تسبیح پکڑے بھی تو اس کا کیا فائدہ۔ اصل مقصد جو قرآن کے نزول کا تھا وہ تو یہ تھا کہ ہر انسان اور ہر جن عقیدہ قرآن مجید کے مطابق بنائے اپنی عملی زندگی قرآن کے مطابق بنائے۔ اپنے اخلاق اپنی گفتار کو قرآن مجید کے مطابق بنائے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے تو فرمایا: ''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کسی نے دیکھنا ہے تو وہ قرآن مجید دیکھ لے کہ قرآن مجید کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ صحیح معنوں میں اس قرآن مجید کو سمجھیں اور اس پر صحیح معنوں میں عمل کریں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۱۸) بروز بدھ

قرآن مجید نے کس طرح لوگوں کی اصلاح کی اور کون سا طریقہ اپنایا

قرآن مجید کے نزول کے مقاصد کے متعلق بات ہو رہی تھی کہ وہ کونسا مقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا تو خلاصہ کلام یہ تھا کہ لوگوں کی ہدایت کی خاطر' اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا کہ اس کے مطابق اپنا عقیدہ' اپنے اخلاق و اعمال' اس کے مطابق بنا کے' اپنے گفتار کو اس قرآن مجید کے مطابق بنا کر دنیا و آخرت کی سعادت' کامیابی و کامرانی حاصل کر لیں۔ مضمون تو بڑا طویل ہے اس اصلاح کا جو مختصر خلاصہ ممکن ہو سکے وہ ان شاء اللہ العزیز میں عرض کروں گا کہ قرآن مجید نے کس طرح لوگوں کی اصلاح کی ہے اور کس طریقے کو اپنایا ہے؟ چھ چیزیں ہیں جن کے اندر خلل اور بگاڑ کوئی عقل والا اور دانا آدمی پسند نہیں کرتا۔ ان میں سے

پہلی چیز: دین و ایمان ہے کوئی بھی دانا انسان خواہ مرد ہے خواہ عورت ہے' مسلم ہے خواہ غیر مسلم ہے یہ نہیں چاہے گا کہ اس کا دین و ایمان بگاڑ دیا جائے کبھی پسند نہیں کرے گا۔

دوسری چیز: انسان کی جان ہے یعنی نفس کہ اس کی جان پر کوئی ہاتھ صاف کرے ناحق کوئی اس کا خون کرے کوئی بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔

تیسری چیز: ہے انسان کا مال کہ کوئی دوسرا اس کے مال پر دست درازی کرے اس کو بھی کوئی دانا پسند نہیں کرتا۔

چوتھی چیز: انسان کی عزت و آبرو ہے کسی کو کوئی بے عزت کرے' بے آبرو کرے' اس کی بے حرمتی کرے اس کو بھی کوئی پسند نہیں کرتا کہ اس کی پگڑی اچھالی جائے۔

پانچویں چیز: ہے نسل کہ نسل تباہ ہو جائے۔ پتہ ہی نہ ہو کہ کون کس کا باپ ہے اور کون کس کا بیٹا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ اس کو بھی کوئی دانا پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ کام حیوانات اور جانوروں میں چلتا ہے۔ انسانوں میں یہ چیز کوئی دانا پسند نہیں کرتا۔

چھٹی چیز: ہے عقل۔ انسان کے حواس' اس کی بصیرت یہ بھی کوئی دانا پسند نہیں کرتا کہ کسی انسان کے حواس خراب ہو جائیں۔ اس کی عقل پر پردہ پڑ جائے اور وہ کام ہی نہ کرے۔ نیکی اور بدی کے درمیان جو امتیاز ہے وہ بھی نہ کر سکے۔

تو یہ چھ چیزیں بنیادی ہیں۔ دین' نفس جان' مال' عزت و آبرو' نسل اور عقل۔ ان کی اصلاح ہو جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا کا نظام بھی صحیح چلتا ہے اور آخرت بھی انسان کی سدھر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کے اندر ان چھ چیزوں کی اصلاح کی طرف خاص توجہ دی ہے اور وہ توجہ کے انداز مختلف ہیں ایک طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ لوگوں کو آخرت یاد دلا کر ان کی اصلاح کی جائے کہ اگر ان چیزوں میں سے کسی چیز کے اندر خلل پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو آخرت کے اندر سزا ملے گی اگر اصلاح کی کوشش کرے گا تو آخرت کے اندر اس کو اجر ملے گا۔ انسان کا یہ عقیدہ اور ایمان بنایا ہے کہ اس کے دل سے یہ بات اٹھے کہ یہ کام میں نے کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا۔ اس طریقے والا مواد قرآن مجید میں بہت ہے۔ آخرت کے متعلق' جنت اور دوزخ کے متعلق کافی آیتیں ہیں کہ جو لوگ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے ان کے واسطے جنت ہے تو جو نافرمانی اور حکم کی خلاف ورزی کریں گے ان کے لیے جہنم اور دوزخ ہے۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ. خَالِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ○﴾ (سورۃ النساء'

آیت: ۱۳۔۱٤)

دوسرا طریقہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ان چیزوں کی اصلاح کا یہ اپنایا ہے کہ ان کو وعظ و نصیحت کی جائے' سمجھایا جائے' اس انداز میں کہ تم اللہ کی مخلوق ہو' وہ تمہارا خالق ہے' مالک ہے' رازق ہے اور اللہ تعالیٰ کے تم پر طرح طرح کے انعامات ہیں۔ انسان دانا ہو تو کوئی انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دوسرے پر احسان کر دے تو اس کے احسان کو وہ نہیں بھلاتا' یاد رکھتا ہے کسی وقت وہ اس کو کام کے لیے کہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر فلاں وقت اس نے احسان کیا تھا تو مجھے چاہیے کہ میں اس کی بات تسلیم کر لوں بشرطیکہ وہ بات گناہ والی نہ ہو۔ تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں نمک حرام نہ بنوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات اس انسان کو یاد دلائے کہ ان چیزوں کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور ان چیزوں میں خلل وخرابی پیدا نہ کرے۔ فرمایا: ﴿وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ (سورة النحل' آیت:١١٤) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ فرمایا: ﴿فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (سورة الأعراف' آیت:٧٤) ''یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور زمین کے اندر بگاڑ وفساد بپا نہ کرو۔''

تیسرا طریقہ یہ اپنایا ہے کہ پہلے جو لوگ فرمانبردار اور اچھے تھے ان پر جو جو احسانات کیے دنیا میں جو جو ان کو کامیابیاں دیں' مقام دیئے۔ ان کے واقعات بیان فرمائے آخرت میں ان کو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان کا ذکر کیا۔ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے نافرمان تھے ان کے واقعات بھی بیان فرمائے کہ یہ یہ عذاب ان پر مسلط ہوئے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے سمندر کے اندر غرق کر دیا کسی پر چیخ آئی ان کو تباہ اور برباد کیا۔ کسی پر زلزلہ آیا' آندھی آگئی تو ان کو تباہ اور برباد کر دیا۔ کسی پر کنکریوں اور کھنگروں کی بارش برسا کر تباہ کر دیا۔ تاکہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں کہ اگر ہم اس قسم کی حرکتیں کریں گے تو ہم پر بھی یہ عذاب مسلط ہو سکتے ہیں ہم کوئی اللہ تعالیٰ کے زیادہ پیارے اور لاڈلے نہیں اور نہ ہمارے پاس اللہ کی کوئی تحریر ہے کہ جو مرضی ہے کرو تمہیں پوچھنا ہی نہیں۔ ایسے واقعات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولٰٓئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝﴾ (سورة القمر' آیت:٤٣) کہ موجودہ دور کے جو بے دین اور بے ایمان ہیں' نافرمان ہیں یہ پہلے لوگوں سے کوئی اچھے ہیں (یعنی اچھے بھی نہیں) یا پھر تم نے کوئی تحریر اللہ تعالیٰ سے لے لی ہے کہ تمہیں اللہ کچھ نہیں کہے گا تم جو مرضی کرو۔

﴿أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝﴾

(سورة القمر' آیات:٤٤-٤٥)

فرمایا کہ یا ان کو یہ ناز ہے کہ ہماری جمعیت بڑی بھاری ہے اس جمعیت کے بل بوتے پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم بچ جائیں گے فرمایا یہ چیز کوئی نہیں تمہاری یہ جمعیتیں شکست کھا جائیں گی۔ پشتوں کو پھیر دیں گے۔ اس واسطے تم وہ واقعات سامنے رکھو اس قسم کے جرائم کرو گے تو تم پر بھی ویسا ہی عذاب آ سکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انداز اپنایا کہ ان چھ چیزوں کے اندر بگاڑ پیدا کرنے والے لوگوں کی حدیں اور تعزیریں مقرر کیں کہ فلاں جرم کوئی کرے تو اسے اتنی سزا ملے گی' تاکہ اس طریقے کے ساتھ بھی ان کی اصلاح ہو جائے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی اپنا دین خراب کرتا ہے تباہ و برباد کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سزا رکھی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ)) جو اپنے دین کو تبدیل کرتا ہے اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے تو اس کو ختم کر دو۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۱۷)

فرمایا دنیا اور آخرت میں ان کے عمل حبط ہو چکے ہیں۔ اس طریقے کے ساتھ اللہ نے انسان کے دین کی حفاظت کی ہے۔ تو اگر کسی کی جان پر دست درازی کرتا ہے ناحق خون کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے قصاص کا قانون مقرر کر دیا ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۷۸)

تاکہ ان کا خون محفوظ ہو جائے اور ایک دوسرے کی جان پر اپنے ہاتھ صاف نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام قرار دے دیئے ہیں تمہارے خون ایک دوسرے پر حرام کر دیے ہیں تمہاری عزت و آبرو بھی ایک دوسرے پر حرام کر دی ہے۔ اس کا تم نے خیال رکھنا ہے۔ کوئی ناحق کسی کا خون نہ کرے۔ ناحق مال نہ کھائے غصب نہ کرے کسی کی بے عزتی اور بے حرمتی نہ کرے۔ اور جو لوگ کسی کے مال پر ہاتھ صاف کریں ان کی سزا بھی مقرر کر دی چوری کے ذریعے کسی کا مال چرا لیتا ہے ہاتھ کاٹنے کی سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے۔ فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○﴾ (سورة المائدة' آیت:۳۸)

کوئی ڈاکہ مارتا ہے ڈکیتی کے ذریعے دوسرے کا مال ہڑپ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق بھی سزا مقرر کر دی ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ (سورة المائدة' آیت:۳۳)

فرمایا جو زمین کے اندر فساد بپا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہیں ڈاکے ڈالتے ہیں' مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں فرمایا ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان کا قیمہ کر دیا جائے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں یا پھر سولی پر لٹکا دیے جائیں یا برخلاف برعکس ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ دایاں ہاتھ بایاں پاؤں' یا بایاں ہاتھ دایاں پاؤں۔ یا زمین سے علاقے سے نکال دیا جائے۔ یہ سزا اللہ تعالیٰ نے ان کی متعین فرما دی ہے۔ تاکہ دوسرے کے مال پر یہ دست درازی نہ کریں۔ اس سزا کا خوف جب ان کو ہو گا تو پھر یہ حرکتیں نہیں کریں گے۔ اسی طرح عزت اور آبرو پر اگر کوئی حملہ کرتا ہے بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ۸۰ کوڑے سزا مقرر کر دی فرمایا ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ (سورة النور' آیت:٤) ''فرمایا کسی پر تہمت لگا دیتے ہیں بدنام کر دیتے ہیں (بدکاری کے ساتھ) گواہ ان کے پاس موجود نہیں تو ان کو ۸۰ کوڑے سزا لگاؤ۔''

اسی طرح جو نسل کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں کہ لوگوں کا نسب تباہ و برباد ہو جائے۔ پتہ ہی نہ چلے کہ کون کس کا باپ ہے؟ کون کس کا بیٹا ہے؟ ایسی بدکاریاں کرنے والوں کی بھی اللہ نے سزا مقرر کر دی ہے فرمایا ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (سورۃ النور' آیت:۲) کہ زنا کرنے والا خواہ مرد ہے خواہ عورت ہے (۱۰۰) سو کوڑا ان کو لگاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے کہ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو سو کوڑا لگا کر رجم و سنگسار کر دیا جائے گا تو اگر شادی شدہ نہیں تو پھر اسے ۱۰۰ کوڑا لگے گا اور ایک سال کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاقہ بدر کر دیا جائے گا یہ سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگوں کی نسل محفوظ رہے۔ اس طرح عقل کے سلسلے میں اپنی عقل وحواس کو کوئی خراب کرنا چاہتا ہے۔ نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی سزا مقرر کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے اندر ایسے لوگوں کو چالیس کوڑے لگائے ۔ پھر یہ بھی تھا کہ بسا اوقات چھڑیوں کے ذریعے جوتیوں کے ذریعے کوڑوں کے ذریعے ان کو مارا جاتا تھا۔

اور کچھ ایسے جرائم تھے جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے متعین نہیں فرمائی ان پر تعزیر رکھ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (۱۰) دس کوڑوں تک تعزیر لگائی جا سکتی ہے۔ یہ سارے اصول وضابطے بنانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے کہ لوگوں کا دین بھی محفوظ رہے جان بھی، مال بھی، عزت وآبرو بھی، نسل اور حواس اور عقل وبصیرت بھی محفوظ رہے ان میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ یہ سارا پروگرام اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں اور مختلف اندازوں کے ساتھ قرآن مجید کے اندر نازل فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنت میں اس کی تشریح فرمائی ہے مختصر طور پر خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا جس کی غرض وغایت اور مقصد یہ ہے کہ انسان اور جن کی اصلاح کی جائے اور لوگ ان چھ چیزوں کو محفوظ کر کے دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کر سکیں۔ قرآن کریم کو اور سنت رسول کو اپنا کر دنیا میں بھی سرخرو ہو سکیں اور آخرت میں بھی سرخرو ہو سکیں۔ اور وہ جنت جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر بھیجا تھا پھر ان کی لغزش کی وجہ سے وہ جنت ان سے چھن گئی دنیا پر آ گئے تاکہ وہ اپنا اصلی مقام جس کی خاطر ان کو پیدا کیا تھا وہ حاصل کر سکیں۔ یہ قرآن مجید کے نازل ہونے کا مقصد ہے یہ اس کی غرض وغایت ہے جن لوگوں کا نظریہ ہے کہ اللہ کے جو افعال ہوتے ہیں ان کی غرض وغایت کوئی نہیں یہ دراصل نہ قرآن مجید کو سمجھ سکے اور نہ رسول کریم ﷺ کی سنت اور حدیث کو سمجھ سکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا﴾ (سورۃ المؤمنون، آیت: ۱۱۵) ''کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عبث ہی پیدا کر دیا ہے۔'' عبث پیدا نہیں کیا کوئی مقصد اور غرض وغایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ''حکیم'' قرآن مجید کے اندر جگہ جگہ یہ صفت حکیم بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ حکمت والا ہے اور یہ بات ہر دانا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل والا آدمی سمجھتا ہے کہ حکیم جو بھی کام کرے گا وہ حکمت سے خالی نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے یہ اتنی عظیم کتاب اپنے عظیم پیغمبر' آخرالزمان پیغمبر' محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی تو بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی غرض وغایت اور اس کا مقصد ہی کوئی نہ ہو؟ اس لیے جو لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کی کوئی غرض وغایت نہیں ہوتی کوئی مقصد نہیں ہوتا وہ دراصل بے سمجھ ہیں۔ وہ قرآن مجید کو بھی نہیں سمجھ سکے بے شک وہ اپنے فلسفی ہونے کا دعویٰ کریں اپنا لقب حکیم رکھوا لیں مگر حکمت نام کی کوئی چیز ان کے اندر نہیں۔ اگر ان میں حکمت نام کی کوئی چیز ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو بے غرض و بے مقصد ہرگز قرار نہ دیتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے افعال میں کوئی نہ کوئی غرض اور کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کا مقصد اس کی غرض وغایت بالکل واضح اور اظہر من الشمس ہے قرآن مجید کا ادنیٰ سا طالب علم بھی پڑھتا ہی ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے۔ یہ لوگوں کو گمراہی سے نکالتی انہیں ہدایت دیتی ہے۔ اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے۔ اس بات کا تو معمولی سا ترجمہ پڑھنے والے کو بھی علم ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ اتنے بڑے بڑے فلسفی اور اتنے بڑے بڑے ماہرِ علوم وفنون یہ بات کس طرح کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں اور افعال (جن کے اندر قرآن کا نازل کرنا بھی شامل ہے) کی کوئی غرض وغایت ہی نہیں ان کا مقصد ہی کوئی نہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

کوئی سمجھ نہیں آتی کہ ان کو کیا ہوگیا ہے؟ پھر ساتھ ساتھ یہ دعویٰ دینداری کا بھی کر رہے ہیں کتاب وسنت کے مطابق عقیدے کا' عمل کا' پارسائی کا دعویٰ کرتے ہیں' اور زبان سے باتیں اس قسم کی نکالتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۱۹) بروز جمعرات

حفاظت قرآن

قرآن مجید اور فرقان حمید کے اسمائے گرامی کے متعلق آپ کافی کچھ سن چکے ہیں اور قرآن مجید کے نزول کے اغراض و مقاصد پر بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے آج کی فرصت میں قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ تو اس سلسلے میں یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا اسی طرح من وعن بلاکم وکاست آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک اس نے محفوظ رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لے کر رسول کریم ﷺ تک محفوظ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور جبرئیل کی صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر بیان فرمائی ہے ''امین'' امانت دار۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو سنایا تو یہ ایک امانت ہے اور یہ چیز ان کے ذمے لگائی کہ تم نے نبی ﷺ تک اس کو پہنچانا ہے حکم بھی دے دیا۔ اور ان کی صفت امین تھی کہ وہ امانت دار تھے تو جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا ہے من وعن اسی طرح رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ○﴾ (سورۃ الشعراء' آیات:۱۹۲۔۱۹۵)

یہ قرآن مجید رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے اس کو جبرئیل علیہ السلام لے کر اترے۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○﴾ (ایضاً' آیت:۱۹۳) پھر اللہ تعالیٰ کا حکم بھی تھا ان کو پہنچانے کا۔ اس کی دلیل:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ○﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۹۷)

فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے اس قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ پر باذن اللہ نازل کیا ہے ویسے بھی عام اصول ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے وہ جبرائیل ہوں یا ان کے علاوہ ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر وہ نزول فرماتے ہی نہیں' زمین پر آتے ہی نہیں جتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (سورۃ مریم' آیت:٦٤)

فرشتوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرشتے کہہ رہے ہیں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہ ہم رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر اترتے ہی نہیں۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس قرآن مجید کو نبی کریم پر نازل فرمایا۔ اور ہیں وہ امانت دار۔ اس امانت کے اندر کسی قسم کی معمولی خیانت بھی جبرائیل علیہ السلام نے نہیں کی نہ لفظی اور نہ معنوی۔ بالکل اسی طرح جو لفظ اللہ تعالیٰ سے سنے ہیں بلاکم وکاست' زیر زبر کے فرق کے بغیر' رسول اللہ ﷺ کو آکر سنا دیئے۔ نبی کریم ﷺ کے سینے میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے محفوظ کر دیا۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کی آیتیں لے کر آتے نبی کریم ﷺ کو سناتے تو رسول اللہ ﷺ بھی جلدی جلدی ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش کرتے کہ جبرائیل علیہ السلام چلے جائیں تو مجھے کہیں یہ بھول نہ جائیں' یاد ہی نہ رہیں۔ جلدی جلدی ساتھ ساتھ ہی پڑھتے جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ○ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ○﴾ (سورۃ القیمۃ' آیات:١٦۔١٩)

''فرمایا: قرآن مجید کے ساتھ تم اپنی زبان نہ ہلاؤ جلدی کرنے کیلئے۔ جلدی نہ کرو۔''

﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُّقْضٰى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا○﴾ (سورۃ طٰہٰ آیت: ١١٤)

''وحی جتنی دیر تک پوری نہ ہو جائے جبرائیل علیہ السلام نے جتنا حصہ تمہیں سنانا ہے وہ سنا نہ لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنی دیر تک تم نے زبان کو نہیں ہلانا چپ کر کے سنتے جاؤ۔ جب وہ پڑھ لیں پھر بعد میں تم پڑھ لو۔"

رہ گیا یہ امر کہ حافظہ سے کوئی لفظ نکل جائے گا تو فرمایا:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَهُ ۝﴾ (سورۃ القیامۃ' آیت:۱۷) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تمہارے سینے کے اندر اس قرآن کو جمع کرنا' محفوظ کرنا' ہمارے ذمے ہے۔ آپ کو بھولے گا نہیں۔ دوسرے مقام پر صاف فرمایا:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰ ۝ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ﴾ (سورۃ الأعلیٰ' آیات: ۶۔۷) فرمایا: ہم آپ کو یہ قرآن مجید پڑھائیں گے تو آپ بھولیں گے نہیں بلکہ آپ کو یہ یاد رہے گا۔ ہاں جو اللہ چاہے جس آیت کو اللہ منسوخ کرنا چاہے اس نے تو منسوخ ہونا ہی ہے۔ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے بھلا دینا ہی ہے' جو منسوخ نہیں ہونا فرمایا: وہ آپ کو بھولے گا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے اندر قرآن مجید کو محفوظ کرنا' جمع کرنا' اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھالی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے تبلیغ کا حکم دے دیا۔ تبلیغ کے سلسلے میں بھی فرمایا: آپ کو ڈرنے اور خوف خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے گا ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ بھولے نہیں من وعن بلا کم وکاست جس طرح جبریل علیہ السلام سے سنا تھا اسی طرح آگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنا دیا۔ آگے پھر اللہ تعالیٰ نے سند کا سلسلہ چلا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قرآن مجید کے حافظ پھر تابعین' تبع تابعین' نے حفظ کیا پھر یہ سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے۔ تواتر سے یہ قرآن مجید ہم تک پہنچا ہے ہر دور کے اندر بہت سے لوگ اس کے حافظ رہے ہیں اور قیامت تک انہوں نے رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝﴾ (سورۃ الحجر' آیت:۹) "اس ذکر کو ہم نے ہی نازل فرمایا ہے اور اس ذکر کی ہم ہی حفاظت کرنے والے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس قرآن مجید کو حفظ کرنے اور یاد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا۔ لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفیق دے دی ہر دور کے اندر بے شمار قرآن مجید کے حافظ رہے اور ہیں اور رہیں گے۔ ان شاء اللہ ﴿بَلْ هُوَ آيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ (سورة العنكبوت، آيت:٤٩) ”یہ آیات بینات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم عطا کر دیا گیا“ حافظوں کے سینوں میں یہ قرآن مجید محفوظ ہے۔ آج دنیا میں جتنی کتابیں ہیں وہ ساری بالفرض ضائع ہو جائیں تو سب سے پہلے لوگوں کے سامنے جو کتاب آئے گی وہ قرآن مجید ہے۔ لیکن دوسری کتابیں ہو سکتا ہے وہ معرض وجود میں آئیں ہی نہ۔ ایک دفعہ بھول گئیں تو کسی کو یاد ہی نہ رہیں۔ آگے کی پیچھے اور پیچھے کی آگے ہو جائیں۔ یہ قرآن کو ہی شرف حاصل ہے کہ حافظ قرآن کی تلاوت کر رہا ہے زیر زبر کا فرق پڑ جائے تو پیچھے کئی بول پڑتے ہیں۔ لقمہ دے دیں گے کہ یہاں زبر نہیں زیر ہے تو اس قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور آج تک یہ کتاب محفوظ ہے اور قیامت تک اس نے محفوظ رہنا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پہلی کتابیں تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم وموسیٰ، جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں ہی محفوظ نہیں تو کتابوں نے کہاں محفوظ رہنا ہے؟ انجیل تو اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام پر ایک نازل فرمائی تھی اب چار انجیلیں موجود ہیں۔ بلکہ پانچ۔ کوئی انجیل یوحنا، کوئی انجیل متی، کوئی انجیل برنباس، کوئی فلاں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایک انجیل نازل کی یہ ساری تو نہیں نازل کیں۔ زبان بھی اس کی ایک تھی۔ وہ زبانیں اب محفوظ نہیں تو کتابیں کس طرح محفوظ رہ سکتی ہیں؟ قرآن مجید کی زبان بھی آج تک محفوظ ہے اور بین الاقوامی زبان ہے۔ اور اسی طرح زندہ ہے جس طرح اس وقت زندہ تھی اپنی فصاحت و بلاغت سمیت۔ اور قیامت تک اس نے زندہ رہنا ہے اور قرآن مجید بھی محفوظ ہے من وعن بلا کم وکاست۔ کہ فلاں سورت یہاں سے شروع ہوتی ہے یہاں جا کر ختم ہوتی ہے۔ فلاں سورت فلاں نمبر پر ہے فلاں سورت فلاں نمبر پر ہے۔ فلاں آیت فلاں آیت کے بعد ہے اور فلاں آیت سے پہلے ہے۔ آج تک اس کے اندر کوئی فرق نہیں آیا۔ ہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید کے الفاظ محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا معنی بھی محفوظ ہے۔ اگر الفاظ محفوظ ہوں اور معنی محفوظ نہ ہو تو یہ کیسی حفاظت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَیَانَهٗ ○﴾ (سورۃ القیامۃ' آیت:۱۹) ''اس قرآن مجید کو بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔''

کچھ آیتیں قرآن مجید کی تو ایسی ہیں جن کا بیان خود قرآن مجید کے اندر ہی آ گیا ہے مشہور ہے اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کہ قرآن مجید کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کی تفسیر کرتا ہے۔ بیان کا جو حصہ قرآن مجید کے اندر آ گیا وہ تو قرآن مجید کے محفوظ ہونے کے ساتھ محفوظ ہو گیا کچھ ایسی آیات ہیں جن کا بیان قرآن مجید میں نہیں آیا وہ رسول کریم ﷺ نے بیان فرما دیا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○﴾ (سورۃ النحل' آیت: ٤٤)

رسول اللہ ﷺ کی اللہ نے یہ شان بیان کی ہے اور آپ کا جو فرض منصبی تھا اس کے اندر اس چیز کو شامل کیا ہے ﴿لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ جو کچھ لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو تم بیان کرو۔ تو بیان کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اب وہ بیان جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے وہ بھی محفوظ ہے وہ محفوظ ہو تو تب قرآن مجید محفوظ ہے۔ قرآن کے محفوظ ہونے کو یہ چیز لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث بھی محفوظ ہو۔ تو ثابت یہ ہوا قرآن مجید کے محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی سنت اور حدیث بھی محفوظ ہے۔ آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔ اگر وہ محفوظ نہ ہو تو قرآن کے محفوظ ہونے میں خلل آ جاتا ہے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾ (سورۃ الحجر' آیت:۹)

فرمایا ہے اس ذکر کے اندر حدیث اور سنت بھی شامل ہے۔ قرآن مجید بھی شامل ہے۔ لفظ اللہ تعالیٰ نے ایسا جامع بولا ہے کہ جس کے اندر قرآن مجید بھی آ گیا اور رسول کریم ﷺ کی سنت اور حدیث بھی آ گئی۔ اس آیت کریمہ سے دو باتیں ثابت ہو گئیں ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث بھی من جانب اللہ نازل شدہ ہے کیونکہ ذکر کے اندر یہ شامل ہے اور ذکر کو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جس طرح قران مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیثوں کے بارہ میں ہم سنتے رہتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' کوئی کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ کیسی حفاظت ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو پھر کوئی صحیح بنتی ہے کوئی حدیث ضعیف یہ اچھی حفاظت ہے؟

جواب: جب پتہ چل گیا' علم ہو گیا کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف ہے تو یہ محفوظ ہونے کی دلیل ہے۔ غیر محفوظ تو چیز اس وقت ہوتی ہے جب پتہ نہ چلے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ نہیں تو جب پتہ چل گیا کہ فلاں حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور فلاں ثابت نہیں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔ یہ تو محفوظ ہونے کی دلیل ہے۔

سوال: پھر یہ ضعیف نکال کیوں نہیں دی جاتی؟

جواب: ضعیف نکال بھی دی گئی ہیں کسی کو علم نہ ہو تو قصور ہمارا تو نہیں کیونکہ ضعیف حدیثیں الگ کر کے ان کے مجموعے الگ چھپے ہیں۔ تو جو صحیح ہیں ان کے مجموعے الگ تمہارے سامنے موجود ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ضعیف کے مجموعے الگ تیار ہوئے۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''الفوائد المجموعۃ'' کتاب کے اندر ضعیف حدیثیں اکٹھی کی ہیں۔ آج کل فی زمانہ محدث وقت شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''سِلْسِلَةُ الْأَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ'' کتاب لکھدی ہے آج کل چھپ رہی ہے۔ دس جلدوں میں ہے ہر جلد میں ۵۰۰ روایتیں ہیں جو کمزور ہیں کل (۵۰۰۰) پانچ ہزار روایتیں ہیں ان کا الگ مجموعہ تیار کر دیا ہے۔ تو الگ نہ بھی ہو جس طرح امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب ہے اس میں جو صحیح حدیث آتی ہے وہ ساتھ ساتھ بتاتے جاتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ . حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔ تو جو ضعیف ہوتی ہے وہ ساتھ بتاتے جاتے ہیں هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ. لَيْسَ لَهٗ أَصْلٌ . لَا أَصْلَ لَهٗ.

جب الگ امتیاز ہو گیا تو حدیث کی حفاظت ہو گئی اس سے بڑھ کر حفاظت اور کیا ہو سکتی ہے؟ مثال کے طور پر ایک آدمی بات کرتا ہے دوسرا اس سے سنتا ہے اور کمی بیشی کر کے اگلے کو بتا دیتا ہے تو پھر تحقیق ہوتی ہے کہ اس آدمی نے بات کونسی کی تھی جب تحقیق ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اتنے لفظ اس نے بولے ہیں باقی اتنے اس نے ساتھ ملا لیے ہیں یا اتنے اس نے کم کر دیے ہیں۔ تحقیق سے یہ ثابت ہو جاتا ہے' تو وہ بات محفوظ ہو جاتی ہے۔ غیر محفوظ تو تب ہوتی کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف پڑا رہتا پتہ ہی نہ چلتا کہ کتنی بات اس نے کی ہے جب پتہ چل گیا کہ یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کے ہیں یہ حدیث آپ سے ثابت ہے یہ ثابت نہیں تو یہ حفاظت کی زبردست دلیل ہے بلکہ کئی محدثین نے اپنے دور کے اندر اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی رات کو حدیث بنائے گا تو صبح ہم بتادیں گے یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان نہیں انہوں نے اس فن میں مہارت حاصل کی تھی۔

گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید محفوظ ہے اس کے کلمات والفاظ بھی محفوظ ہیں اور اس کا بیان اور اس کی تفسیر بھی محفوظ ہے۔ اور بیان وتفسیر تب محفوظ بن سکتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کو محفوظ مانا جائے۔ اور واقعی وہ محفوظ ہے اور قیامت تک اس نے محفوظ رہنا ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۱) بروز ہفتہ

حفاظت قرآن کے دو طریقے

قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا ذکر ہو رہا تھا۔ کسی چیز کو محفوظ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس کلام کو زبانی یاد کر لیا جائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کلام کو تحریر میں لایا جائے۔ دونوں طریقوں سے کلام محفوظ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی ہے تو دونوں طریقوں سے حفاظت فرمائی ہے زبانی بھی لوگوں کو یاد تھا' یاد ہے اور یاد رہے گا اور یہ لکھا بھی جاتا تھا آج کل بھی لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

① **حفظ قرآن:** رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی اس قرآن کے حافظ بہت زیادہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ واقعہ مشہور ہے کہ کچھ آدمی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آئے گزارش کرنے لگے کہ دین کی تعلیم کے لیے' قرآن مجید کی تعلیم کے لیے ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیجیں۔ نبی کریم ﷺ نے ۷۰ قاری' قرآن مجید کے حافظ ان کے ساتھ بھیجے۔ ''بیئر معونہ'' کے مقام پر پہنچ کر وہ جس منصوبے کے لیے آئے تھے وہ منصوبہ عمل میں لانا شروع کر دیا کہ ان ستر (۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (صحیح بخاری کی روایت ہے) کہ ان قاریوں نے رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ اب جو حالات ہم پر گزر رہے ہیں وہ تو تو جانتا ہی ہے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دے۔ إِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا '' کہ ہم رب تعالیٰ سے ملاقات کر چکے ہیں اور رب تعالیٰ ہم پر راضی ہو گیا ہے اور ہم رب تعالیٰ پر راضی ہو گئے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی تو ہم پڑھتے رہے۔ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا إِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ منسوخ فرما دیے۔ تلاوت اس کی منسوخ ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر بددعا کی ان لوگوں پر جنہوں نے ان ستر قاریوں کو شہید کر دیا تھا۔ تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے حافظ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی بہت تھے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابی بن کعب سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قرآن مجید کے بہت بڑے ماہر تھے حافظ تھے' قاری تھے اور بھی بہت سارے حافظ تھے۔ تو اس طریقے سے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو محفوظ رکھا ہے کہ صحابہ کرام کے دور سے لے کر ہر دور میں اس کے حافظ بہت زیادہ ہیں۔

② **کتابت قرآن:** ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی کتابت بھی کرواتے تھے۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ وحی کو لکھنے والے جو صحابی تھے جن میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے ان کو بلاتے اور فرماتے فلاں آیت فلاں سورت کے اندر لکھ دو فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے' اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی کتابت بھی کرواتے تھے اور لکھا جاتا تھا۔ جو چیز میسر آتی' ہڈی پر' کھجوروں کے پتاوں پر' پتھروں پر' کپڑوں پر جس قسم کا سامان میسر تھا اس پر رسول اللہ ﷺ قرآن مجید لکھاتے جاتے۔ آپ کی زندگی میں قرآن مجید سارا لکھا ہوا موجود تھا الگ الگ چیزوں پر سہی لیکن لکھا ہوا سارا موجود تھا۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے بعد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اس کی سرکوبی کے لیے نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کا ایک دستہ تیار کیا تھا لیکن آپ روانہ نہ کر سکے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو روانہ کر دیا چنانچہ مسیلمہ کذاب مارا گیا قتل ہو گیا۔ اس کے ساتھی بھی قتل ہو گئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی مگر اس جنگ کے اندر قرآن مجید کے حافظ اور قاری بھی بہت سارے شہید ہو گئے فتح کے بعد مجاہدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اپنے علاقے میں پہنچ گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے گزارش کرنے لگے (إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالْقُرَّاءِ) کہ یمامہ والے دن قرآن مجید کے قاری و حافظ بہت شہید ہوئے ہیں تو اگر اسی طریقے سے قاری و حافظ شہید ہوتے گئے تو خدشہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ بھی نہ رہے تو اس کو ایک جگہ پر باقاعدہ کتابی شکل دے دینا چاہیے۔ اس کو لکھوا لینا چاہیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا تو میں اب کس طرح کروں؟ عمر بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ کام بہت بہتر ہے۔ یہ کام ضرور کرو۔ آپس میں تکرار ہوئی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر میرا سینہ کھول دیا جس چیز کے لیے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھولا تھا کہ اس قرآن مجید کو یک جا کتابی شکل میں جمع کرنا چاہیے میرا سینہ بھی کھل گیا۔

چنانچہ تجویز پاس ہوگئی کہ یہ قرآن مجید یک جا سارا جمع کروایا جائے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے (إِنَّكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا نَتَّهِمُكَ) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تم وحی لکھتے رہے ہو اور تمہاری صداقت و امانت پر بھی ہمیں اعتماد ہے کوئی شبہ ہمیں تمہارے متعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے وحی لکھواتے رہے ہیں تو اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ قرآن مجید سارا ایک جگہ تم نے لکھنا ہے۔ زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اگر یہ پابندی لگاتے کہ کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے منتقل کر دوں تو یہ میرے لیے جمع قرآن سے آسان تھا میں گزارش کرنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس طرح کیا نہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے سمجھانا شروع کر دیا کہ یہ کام ہونا چاہیے کہ قاری و حافظ مہمات کے اندر شہید ہوتے گئے تو خدشہ ہے کہ قرآن مجید محفوظ ہی نہ رہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے سمجھانے سے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ کہ اس قرآن کو یک جا جمع کرنا چاہیے۔

فرماتے ہیں کہ پھر میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ جن پتوں پر لکھا تھا ان سے دیکھ کر، ہڈیوں سے دیکھ کر، اسی طرح پتھروں سے دیکھ دیکھ کر قرآن مجید جمع کرنا شروع کر دیا تو ساتھ ساتھ حفاظ قرآن سے بھی میں پوچھ لیتا کہ یہ آیت کس طرح ہے اور کس مقام پر ہے؟ تو حافظوں کی راہنمائی حاصل کرتا تھا۔ قرآن مجید سارے کا سارا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تحریر میں لا کر جمع کر دیا۔ جو مصحف تیار ہو گیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھا۔ سرکاری سطح پر قرآن کو لکھوا کر محفوظ کر دیا گیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ پھر وہ نسخہ مصحف عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ کیونکہ ان کے بعد یہ خلیفہ بن گئے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو وہ نسخہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور آیا آرمینیہ اور آذربیجان کی لڑائی ہوئی اس جنگ میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے فتح ہو گئی حذیفہ رضی اللہ عنہ جس وقت واپس آئے تو عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے کہ میں آرمینیہ اور آذربیجان کی لڑائی میں موجود تھا تو ادھر قرآن مجید کے پڑھنے میں بڑا اختلاف پایا جاتا تھا کوئی کسی طرح پڑھتا تھا تو کوئی کسی طرح۔ أَدْرِكْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّخْتَلِفُوْا ابھی یہ اختلاف تھوڑا ہے اس طرح یہ سلسلہ چلتا گیا تو بہت ہو جائے گا۔ تو اس کا بندوبست ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کے پڑھنے میں کوئی اختلاف نہ کرے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پھر یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور تین اور صحابی قریشی بلائے اور چاروں کی ڈیوٹی لگائی کہ قرآن مجید کا جو نسخہ پہلے سے تیار تھا اس سے متعدد نسخے تیار کرو۔ چنانچہ یہ چاروں صحابی نسخے نقل کرنے لگے اور ساتھ ہی عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ہدایت کر دی کہ کسی جگہ پر لکھتے وقت تمہارا اختلاف ہو جائے تو تم نے اس کو لغت قریش میں لکھنا ہے۔ ﴿فَإِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلُغَةِ قُرَيْشٍ﴾ اس ہدایت کے مطابق انہوں نے متعدد نسخے تیار کیے عثمان رضی اللہ عنہ نے ان نسخوں میں سے اپنے ملک کے متعدد مرکزی مقاموں میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور لوگوں کو تلقین کر دی کہ ان نسخوں کے مطابق پڑھو۔

اس کے بعد قرآن مجید کی تحریر کا سلسلہ آج تک جاری ہے پہلے پریس' چھاپے خانے نہیں ہوتے تھے۔ بعد میں یہ پریس بھی ایجاد ہوا۔ اب قرآن مجید طبع ہو رہا ہے اور سعودی عرب میں شاہ فہد نے مستقل ایک ادارہ بنا دیا ہے ''مُجَمَّعُ الْمَلِكِ فَهْد'' کے نام پر جس میں دن رات طباعت قرآن کا کام ہو رہا ہے۔ کوئی چھوٹی تختی کوئی بڑی تختی۔ کوئی تفسیر والا کوئی ترجمے والا اور قرآن مجید دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جا رہا ہے بلکہ ہر ملک کے اندر یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کی ہے اور اس کی زبردست دلیل ہے کہ مستشرقین جو ایمان نہیں رکھتے مخالف ہیں' قرآن کے متعلق وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ یہ کتاب من وعن بلا کم وکاست آج تک محفوظ ہے۔

بد باطن لوگوں کی سعی عبث: یہ حفاظتِ قرآن کے متعلق گفتگو تھی ویسے جو بد لوگ ہیں' بد عقیدہ ہیں کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی غلطی آ جائے وہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ اس میں لفظی تحریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے' تو ہم یہ بات بنا سکیں کہ جس طرح تورات محفوظ نہیں' انجیل محفوظ نہیں رہی اور زبور محفوظ نہیں' اس طرح یہ قرآن مجید بھی محفوظ نہیں وہ دور دراز علاقوں میں غلط لکھ کر اس کی اشاعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بندوبست کر دیا ہے پتہ چل جاتا ہے اہل اسلام وہاں صحیح صحیح نسخے بھیج دیتے ہیں ان کی وہ سکیم دھری کی دھری رہ جاتی ہے تو لفظی تحریف آج تک اس میں کوئی نہ کر سکا ہے اور نہ قیامت تک کوئی کر سکے گا۔ باقی معنی کے اندر کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے معانی بگاڑے جائیں وہ اپنی من مانی تفسیریں اور معانی کر کے اس طرح سعی عبث کرتے ہیں آیت کا کچھ مفہوم ہوتا ہے اور انہوں نے مطلب آگے کچھ اور ہی نکالنا شروع کیا ہوتا ہے دیکھو یہ آیت ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (سورۃ الفاتحۃ' آیت:٦) اور پہلی آیت ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○﴾ (سورۃ الفاتحۃ' آیت:٥) اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد بھی نبی آئیں گے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۔ مرزا کی نبوت اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر اس آیت کا یہ معنی اور یہ مفہوم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یہ کیوں فرماتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں؟ قرآن مجید تو آپ سمجھتے ہی تھے' عربی آپ کی مادری اور پدری زبان تھی اور قرآن مجید آپ ہی پر نازل ہوا تھا اب آپ ہی مفہوم نہ سمجھ سکے تو اور کون سمجھ گیا ہے؟ آپ سے بڑھ کر کوئی سمجھنے والا ہے؟ اگر قرآن مجید کے اندر یہ مضمون ہوتا کہ نبی ﷺ کے بعد بھی نبی آئیں گے تو رسول اللہ ﷺ پھر یہ کیوں فرماتے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں؟ اور پھر یہ کیوں فرماتے کہ جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا جھوٹا' کذاب' دجال' ہوگا پھر مسیلمہ کذاب' اسود عنسی وغیرہ کو آپ قتل کرنے کی خاطر لشکر کشی ہی کیوں کرتے؟ تو یہ بات بے بنیاد ہے۔ اس طرح کی تفسیریں کر کر کے قرآن کو بدلنے کی کوششیں کرتے ہیں کہ لفظی تحریف کرنے میں تو ہم کامیاب نہ ہو سکے تو معنوی تحریف ہی کر دیں اس کا بھی اللہ نے بندوبست کر دیا ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور اس پر عمل کرنے کی جو صورت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھی وہ بھی آج تک محفوظ ہے۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ
دار المطالعہ
کتاب نمبر 91

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۲) بروز اتوار

قرآن مجید کو سب سے پہلے کس نے جمع کیا؟

قرآن مجید اور فرقان حمید کو جمع کرنے کی بات ہو رہی تھی کہ کس طریقے کے ساتھ اور کن کن لوگوں نے اس قرآن مجید کو لکھا اور لکھوایا اور جمع کروایا اس سلسلے میں بہت ساری باتیں بیان ہو چکی ہیں۔ مسئلہ عام طور پر یہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کو سب سے پہلے جمع کرنے والا کون ہے؟ عام مشہور ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے اول جامع ہیں اور کئی یہ بھی کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ بات بھی تم سنتے رہتے ہو کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو جمع کروایا۔ اور بعض لوگ یہ بھی نظریہ رکھتے ہیں اور برملا اس کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں کہ جامع اول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ سالم مولی ابی حذیفہ ہیں۔ یہ متعدد اقوال ہیں ان میں صحیح بات کونسی ہے؟

تو صحیح بات یہ ہے کہ اس قرآن کو سب سے پہلے لکھوانے والے اور علی الاطلاق جمع کرنے والے اور جمع کروانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ امام حاکم نے مستدرک کے اندر روایت نقل کی ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ((كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ نُؤَلِّفُ الْقُرْآنَ)) کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کریم کو جمع کرتے اور لکھتے تھے۔ مستدرک حاکم کے اندر ہی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہی بیان ہے جُمِعَ الْقُرْآنُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ إِحْدَاهَا بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تو علی الاطلاق سب سے پہلے اس قرآن مجید کو لکھوانے والے جمع کرنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کی خدمت کے سلسلے میں جو کام اور کارنامہ ہے وہ تم سن چکے ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف چیزوں پر جو قرآن مجید کو لکھوایا تھا اس کو یک جا ایک نسخہ میں لکھوا دیا۔ اس اعتبار سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے پہلے جامع ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید سارے کا سارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہوا تو موجود تھا لیکن مختلف چیزوں پر تھا۔ تو باقاعدہ ایک مصحف اور ایک نسخہ کے اندر جمع کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں سب سے پہلے یہ کام انہوں نے کیا۔ اس کی تجویز پیش کرنے والے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس اعتبار سے اول جامع ہیں کہ جو ایک مصحف تھا اس سے متعدد نسخے تیار کروا کر انہوں نے ملک کے مختلف کونوں میں بھیج دیے۔ یہ کام عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اور یہ تجویز حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی تھی جس وقت وہ ارمیلیا اور آذربیجان کی لڑائی سے واپس آئے تو کہنے لگے کہ ان لوگوں کے قرآن کے متعلق اختلاف کا تدارک ہونا چاہیے۔ کہیں یہ اس طرح اختلاف نہ کرنے لگیں جس طرح یہود ونصاریٰ نے اختلاف کیا تو ان کی کتابیں محفوظ ہی نہیں رہیں۔

یہ وہ چیز ہے جو صحیح روایات کے ساتھ اور پختہ دلائل کے ساتھ ثابت ہے باقی جو بات ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جامع اول ہیں اور دلیل کے طور پر ایک روایت پیش کی جاتی ہے ابن ابی داؤد نے مصاحف کے اندر اس کو نقل کیا ہے روایت ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آیت کے متعلق سوال کیا تو اس آیت کا پتہ نہیں چلا تو عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قرآن مجید کو جمع کرو۔ انہوں نے قرآن مجید جمع کروایا۔ لیکن یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ حسن بصری نے عمر رضی اللہ عنہ کا دور پایا ہی نہیں یہ بعد کے آدمی ہیں۔ کوئی ملاقات نہیں۔ منقطع روایت ہے اور محدثین نے کتاب وسنت کی روشنی میں اصول بنایا ہے کہ منقطع روایت قابل احتجاج نہیں ہوتی پھر یہ بات بھی ذکر کی جاتی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس قرآن کو سب سے پہلے جمع کیا ہے اس کی بنیاد بھی مصاحف ابن ابی داؤد کی روایت پر ہی ہے کہ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے اس قرآن کو سب سے پہلے جمع کیا ہے اور انہوں نے قسم اٹھائی تھی کہ اس وقت تک میں اور کام نہیں کروں گا جتنی دیر تک میں اس قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کر کے لکھ نہ لوں۔ چنانچہ انہوں نے لکھ لیا تو پھر دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ روایت بھی بے بنیاد ہے اس لیے کہ محمد بن سیرین علی رضی اللہ عنہ کے دور کے آدمی نہیں اور نہ ملاقات ثابت ہے اور یہ روایت بھی منقطع ہے اور جب پتہ بھی نہیں کہ محمد بن سیرین اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون سا آدمی ہے جو یہ واقعہ بیان کر رہا ہے وہ ثقہ ہے کہ ضعیف۔ اس واسطے اس روایت کو بھی کالعدم ہی سمجھو اس سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔

ایک اور روایت پیش کرتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ابن ضریس کے حوالے سے اتقان کے اندر لکھا ہے کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جس وقت بیعت ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ اس میں شامل نہیں تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ بیعت کے اندر شامل نہیں ہوئے۔ وجہ کیا ہے؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے قسم اٹھائی تھی کہ اتنی دیر تک ماسوائے نماز کے اور ضروری حاجات کے کسی کام کے لیے گھر سے نہیں نکلوں گا جتنی دیر تک اس قرآن کو میں لکھ نہ لوں اور جمع نہ کر لوں۔ اس کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے بیعت میں شامل نہیں ہو سکا۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو جمع کرتے رہے لکھتے رہے۔ نماز کے لیے اور حاجاتِ ضروریہ کے لیے گھر سے نکلتے ورنہ باہر جاتے ہی نہیں تھے۔ اور انہوں نے ایسا نسخہ تیار کیا کہ عکرمہ فرماتے ہیں اگر جن سارے اکھٹے ہو کر اس طرح کا نسخہ تیار کرنا چاہیں تو وہ بھی تیار نہیں کر سکتے۔

یہ وہ روایت ہے جس کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جامع اول ہیں اور ساتھ ساتھ مصالحہ بھی خوب لگاتے ہیں کہ دوسروں کو خلافت و امارت کی فکر تھی اور ان کو قرآن مجید کی فکر۔ لیکن یہ روایت نہایت کمزور ہے اس کے اندر دو راوی ہیں ایک بشر بن موسیٰ اور دوسرے ھود بن خلیفہ۔ ان کا ترجمہ عام جو مشہور و معروف اسماء الرجال کی کتابیں ہیں' ان میں نہیں ملتا۔ یہ مجہول راوی ہیں۔ اور پھر یہ واقعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ہے۔ اور عکرمہ , بیان کرنے والے ہیں تو انہوں نے بھی وہ زمانہ پایا ہی نہیں۔ یہ بعد کے آدمی ہیں۔ تو انقطاع بھی اس کے اندر ہے اس واسطے یہ روایت قابلِ احتجاج نہیں۔

پھر محمد بن سیرین جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ وہ نسخہ' جو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں نے بڑی جستجو کی کہ وہ نسخہ مجھے کہیں سے مل جائے مدینہ منورہ بھی میں پہنچا لیکن وہ مجھے نہیں ملا (کوئی نسخہ ہوتا تو ملتا وہ نسخہ تو کوئی تھا ہی نہیں)

تو یہ بات بے بنیاد ہے آگے اس روایت پر بنیاد بنا کر اس نسخے کے متعلق کئی قصے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہانیاں بیان کی جاتی ہیں کہ فلاں شخص وہ لے کر اوجھل ہو گیا ہے قرب قیامت کی غار سے وہ نکلے گا یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں اور اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ رہ گئی وہ روایت جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ جامع اول ہیں وہ روایت بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کے اندر ابن ابی بریدہ ہیں جو سالم کا یہ واقعہ ذکر کر رہے ہیں اور ان کی ملاقات سالم سے ثابت ہی نہیں اور بعد کے آدمی ہیں اس لیے منقطع روایت ہے۔

تو صحیح اور پختہ بات یہی ہے کہ علی الاطلاق سب سے پہلے قرآن کو لکھوانے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور مصحف واحد کے اندر جمع کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ اس کی تجویز پیش کرنے والے ہیں اور اس مصحف واحد سے کئی نسخے تیار کرانے والے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ پہلے نبی کریم ﷺ نے جو قرآن لکھوایا ان میں بھی یہ شامل تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو ایک نسخہ تیار کیا تھا وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود لکھنے والے تھے۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے جو متعدد نسخے تیار کروائے ان کے لکھنے والوں کے اندر بھی یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ تین آدمی اور تھے سعید بن عاص، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ۔

یہ خدمت ہے قرآن مجید کی جو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرانجام دی ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خدمت لی ہے۔ جن جن کے نصیب میں تھا انہوں نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ لیکن لوگوں کو حسد کھائے جا رہا ہے کہ یہ لوگ کیوں یہ کام کر گئے ہیں۔ یہ فلاں نے کیوں نہیں کیا؟ لیکن یہ واقعہ اب گزر چکا ہے اللہ تعالیٰ نے جن سے یہ خدمت لینا تھی ان سے وہ خدمت لے لی اب اس حسد اور جلن کا تو کوئی معنی نہیں۔ جلنے والے چاہتے ہیں کہ یہ خوبی فلاں کے حصے میں آئے تو کیا یہ کام کوئی ہو جائے گا صرف اپنے آپ کو تباہ و برباد کرنے والی بات ہے جس طرح کہتے ہیں ہنڈیا ابلے گی تو اس نے کنارے اپنے ہی جلانے ہیں۔ کسی کا اس نے کیا بگاڑنا ہے۔ تو اس حسد اور جلن کا نقصان انہی کے لیے ہے باقی خلفائے ثلاثہ سے یہ کام اللہ تعالیٰ نے لینا تھا سو ان سے لے لیا ہے وہ درجہ ان کو مل گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۳/۳/۹۸) بروز پیر

قرآن مجید کی ترتیب

ترتیب تلاوت: قرآن مجید کی کئی ترتیبیں ہیں ایک ان میں سے ترتیب تلاوت ہے کہ جس وقت ہم تلاوت کرتے ہیں تو پہلی کون سی سورت ہے دوسری کون سی ہے حتیٰ کہ آخری سورت کا نمبر آ جاتا ہے۔ تو ترتیب تلاوت کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ پہلی سورت ہے۔ سورۃ الناس آخری سورت ہے۔ یہ ترتیب تلاوت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے آپ اس ترتیب سے پڑھتے تھے اور اسی ترتیب سے آپ نے قرآن مجید لکھوایا۔ اور اسی ترتیب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پڑھتے تھے اور لکھا ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کی سورتوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک ترتیب کے مطابق قرآن کے چار حصے بنائے تھے۔ پہلا حصہ اَلسَّبْعُ الطِّوَالُ کہلاتا تھا دوسرا حصہ مَثَانِیُ تیسرا حصہ مِئِیْنُ اور چوتھا حصہ مُفَصَّلُ کہلاتا تھا۔ اَلسَّبْعُ الطِّوَالُ پہلی سات سورتیں تھیں اس کے بعد مَثَانِیُ سورتیں تھیں سورۃ الانفال سے لے کر سورۃ النحل تک۔ اس کو مَثَانِیُ اس وجہ سے کہتے تھے کہ بار بار پڑھی جاتی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ دوسرے نمبر پر ہیں۔ اس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل سے لے کر سورۃ الحجرات تک کو مئین کہا جاتا اس کا مطلب ہے کہ ایسی سورتیں جن کی آیتیں ۱۰۰ کے قریب ہیں یا سو ہیں یا زیادہ ہیں' کم وبیش ۱۰۰ آیتیں جن سورتوں کی ہیں ان کو مئین کہا جاتا ہے۔ سورۃ الحجرات سے لے کر آخری سورت تک مُفَصَّلُ سورتیں کہلاتی ہیں۔ کیونکہ ان میں بسم اللہ کے ساتھ فاصلہ زیادہ ہے اور پھر آیات بھی چھوٹی چھوٹی ہیں فاصلے زیادہ ہیں۔ مفصل کے پھر تین حصے ہیں سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک طوال مفصل' بروج سے سورۃ البینۃ تک اوساط مفصل اور بینہ سے آخری سورت تک قصار مفصل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک ترتیب اور چلتی تھی اس ترتیب کے مطابق قرآن کو سات حصوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تقسیم کیا تھا۔ سبعہ احزاب۔ جن کو ہم سات منزلیں کہتے ہیں پہلی منزل شروع سے لے کر سورۃ المائدہ تک۔ دوسری منزل مائدہ سے لے کر سورۂ یونس تک۔ تیسرا حزب اور تیسری منزل سورۃ یونس سے لے کر سورۃ بنی اسرائیل تک چوتھا حزب سورۃ بنی اسرائیل سے سورۃ الشعراء تک۔ اور پانچواں حزب سورۃ الشعراء سے لے کر سورۃ الصافات تک چھٹا حزب سورۃ الصافات سے لے کر سورۃ ق والقرآن المجید تک اور ساتواں حزب سورۃ ق سے آخر قرآن تک۔ یہ سات احزاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنائے تھے کیونکہ عام طور پر سات راتوں میں وہ قرآن مجید کو قیام اللیل میں ختم کرتے تھے۔ ایک ایک منزل رات کو وہ تلاوت کر لیتے تھے۔

ایک ترتیب تلاوت سیپاروں والی ترتیب بھی ہے کہ تیس پارے ہیں جو آپ کو معلوم ہیں۔ یہ پاروں والی ترتیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے یہ ترتیب بعد میں بنائی گئی ہے ویسے، اس کا ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کو سامنے رکھ کر قراء کرام اور حفاظ نے یہ ترتیب بنائی ہے حدیث یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا یہ معمول تھا کہ ہر رات قیام کے اندر قرآن مجید کو میں ختم کرتا تھا شروع سے لے کر آخر تک تہجد کی نماز میں سارا قرآن میں ختم کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی۔ اور اطلاع بھی انہی کے والد گرامی نے دی تھی۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد نے ان کی شادی بڑے گھرانے کے اندر کی اور بڑی خاندانی بیوی لا کر دی۔ ایک دن انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا کہ عبداللہ کا کیا حال ہے؟ بہو نے کہا: بڑا نیک ہے۔ دن کو روزہ رکھتا ہے رات ساری قیام کرتا ہے والد صاحب سمجھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ عبداللہ کو کچھ سمجھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا پوچھا کہ اس طرح تمہارے متعلق خبر پہنچی ہے۔ یہ درست ہے؟ کہنے لگے: ہاں درست ہے، میں اسی طرح ہی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے گھر والوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہے اور جو مہمان آتے ہیں ان کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے اس طرح تو کام کرتا رہا تو لاغر ہو جائے گا کمزور ہو جائے گا حق والوں کے حق تم ادا نہیں کر سکو گے۔ اس لیے رات کا کچھ حصہ آرام کر لیا کر کچھ قیام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیا کر۔ کبھی نفلی روزہ رکھ بھی لیا کر اور کبھی ناغہ بھی کر لیا کر۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے نمبر پر فرمایا کہ مہینے کے اندر قرآن مجید ختم کر لیا کر۔ ہر رات قرآن کا تیسواں حصہ تلاوت کر لیا کر۔ کہنے لگا مجھ میں طاقت زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ روزے اور تلاوت بڑھاتے گئے تو روزے کے متعلق آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ ایک دن ناغہ اس سے زیادہ تو نہیں رکھ سکتا۔ قرآن مجید کے متعلق فرمایا کہ سات راتوں میں ختم کر لیا کر کئی روایتوں میں تین راتوں کا بھی ذکر ہے۔ بہرحال الگ ایک روایت موجود ہے کہ جو تین راتوں سے کم میں قرآن مجید ختم کرتا ہے اس نے قرآن مجید سمجھا ہی نہیں۔

اس کے اندر پہلے نمبر پر آپ نے فرمایا کہ تیس راتوں میں قرآن مجید کو ختم کر لیا کر تو حفاظ عظام وقراء کرام نے تیس راتوں پر تقسیم کر کے تیس پارے قرآن مجید کے بنا دیے۔ اس حدیث کو ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہ ترتیب سیپاروں والی موجود نہیں تھی۔ سعودی عرب سے ایک قرآن مجید چھپا ہے اس کے اندر یہ پارے بھی بنائے گئے ہیں اور ساتھ حزب بھی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حزب سات بنائے تھے تو اس قرآن مجید کے اندر حزب ۶۰ ہیں۔ ہر پارہ کے اندر دو حزب۔ یہ ساٹھ حزب والی ترتیب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں موجود نہیں تھی۔ جس طرح یہ پاروں کے اندر رکوع کی تقسیم رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔

تو یہ سورتوں والی ترتیب اس کی سند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتی ہے اور اس طرح چار حصے والی سبع طوال اس کا بھی ذکر حدیثوں کے اندر ملتا ہے اس کے علاوہ دوسری ترتیبوں کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو سورۃ فاتحہ ترتیب تلاوت کے اعتبار سے اول نمبر سورت ہے چاہے تلاوت کی کوئی ترتیب لے لیں۔

ترتیب نزولی: دوسری ترتیب ہے نزول والی ترتیب۔ اس اعتبار سے پہلی سورت قرآن مجید کی اقراء سورت ہے۔ یہ آیتیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں۔ بخاری اور مسلم کے اندر ہے دوسری کتابوں میں بھی ہے رسول اللہ ﷺ غار حراء کے اندر خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ جبرائیل امین علیہ السلام آئے تو انہوں نے ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَلَقَ ﴾ (سورۃ العلق' آیت: ۱) والی آیتیں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو سنائیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے نمبر پر جو سورت نازل ہوئی اور جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴾ سورت ہے۔ لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فترۃ وحی کے بعد یہ پہلی آیتیں ہیں جو نازل ہوئی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی اقراء کی شکل میں نازل ہوئی تو اس کے بعد کچھ عرصہ وحی کے اندر وقفہ آ گیا۔ اس کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی وحی کا آغاز ہوا۔ اس وقفے اور فترہ کے بعد سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴾ کی ابتدائی آیتیں ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ جبرائیل میرے پاس آئے تو میں گھبرا رہا تھا انہوں نے تسلی دی اور ساتھ یہ آیتیں سورۃ المدثر کی سنائیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا پورے افق کو اس نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے مجھے یہ آیتیں سنائیں۔

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ غارِ حراء میں ایک دفعہ پہلے جبرائیل علیہ السلام تشریف لا چکے تھے تبھی تو آپ نے فرمایا کہ وہی فرشتہ...... ثابت ہوا کہ فترۃ کے بعد یہ آیتیں پہلے نمبر پر نازل ہوئیں۔ تو علی الاطلاق اقرا والی آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں اور وقفے کے بعد سب سے پہلے سورۃ المدثر کی آیتیں نازل ہوئیں۔ وقفہ کتنا تھا؟ کوئی (۳ مہینے کوئی ۶ مہینے بتاتا ہے)

بہر حال وقفہ تھا وہ رسول کریم ﷺ کے اپنے بیان سے ثابت ہو رہا ہے۔ تو اس ترتیب نزولی کے اعتبار سے سورۃ الفاتحہ کا پانچواں نمبر ہے اس سے پہلے چار سورتیں نازل ہوئی تھیں۔

چنانچہ ایک شاعر نے شعر بھی بنایا ہے:

اُمُّ الْقُرْآنِ وَفِيْ اُمِّ الْقُرٰى نَزَلَتْ
مَا كَانَ لِلْخَمْسِ قَبْلَ الْحَمْدِ مِنْ اَثَرٍ

کہ ام القرآن ام القری مکہ کے اندر نازل ہوئی ہے تو سورۃ الفاتحہ سے پہلے پانچ سورتوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا مطلب ہے کہ پہلے چار سورتیں تھیں اس سے پہلے جو چار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورتیں ہیں وہ یہ ہیں ایک تو سورۃ العلق کی ابتدائی آیتیں۔ دوسری سورۃ المدثر تیسری سورۃ المزمل چوتھی ن۔ والقلم

سورۃ الفاتحہ کے نام

۱۔ فاتحہ: اس کے بہت سارے نام ہیں ایک ان میں سے مشہور و معروف نام جو عام لوگ بھی جانتے ہیں ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان قرآن مجید کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ اس کا نام سورۃ الفاتحہ ہے۔ اس کا نام فاتحہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ))

"آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ کوئی نماز نہیں اس کی جس نے نہ پڑھی فاتحۃ الکتاب۔"

تو آپ نے اس حدیث کے اندر اس کا نام فاتحۃ الکتاب ذکر فرمایا ہے۔ فاتحہ اس کو کیوں کہا جاتا ہے اس لیے کہ فاتحہ کا مطلب ہے آغاز اور ابتداء میں آنے والی چیز جس سے افتتاح ہو ابتداء ہو۔ تو قرآن مجید کا تلاوت کے اعتبار سے آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رسول اللہ ﷺ نے فاتحۃ الکتاب رکھا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ چونکہ نماز کے اندر جس وقت تلاوت شروع ہوتی ہے تو پہلے نمبر پر یہ سورت پڑھی جاتی ہے اور دوسری سورت بعد میں۔ اس طرح کوئی نمازی تلاوت نہیں کرتا کہ پہلے وہ قل ھو اللہ پڑھے اور دوسرے نمبر پر فاتحہ۔ بلکہ فاتحہ پہلے نمبر پر پڑھی جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا۔ حدیث میں ہے کہ [کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاءَۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ] کہ یہ سارے قراءت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۴) بروز منگل

سورۃ الفاتحہ کے مزید نام

(۲۔۳) ام القرآن ' ام الکتاب: سورۃ الفاتحہ کے نام ذکر ہو رہے تھے ایک نام "فاتحة الکتاب" کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کا دوسرا نام "أُمُّ الْقُرْآنِ" ہے اور اس کا تیسرا نام "أُمُّ الْكِتَابِ" ہے۔ جس طرح فاتحہ الکتاب نام نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اس طرح یہ دونوں نام بھی آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَامٍ)) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کسی نے جو بھی نماز پڑھی اس نماز کے اندر اُمُّ الْقُرْآن کی تلاوت نہیں کی وہ نماز خِدَاجٌ ہے ناتمام ہے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خِدَاجٌ ہے...... اور خود ہی خِدَاجٌ کا معنی آپ ﷺ لے بیان فرما دیا کہ وہ ناتمام ہے صحیح مسلم کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فاتحہ کا نام ام القرآن ذکر فرمایا ہے۔ ترمذی شریف کے اندر حدیث ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ أُمُّ الْقُرْآنِ وَأُمُّ الْكِتَابِ)) اس حدیث کے اندر رسول اللہ ﷺ نے اَلْحَمْدُلِلّٰه کا نام اُمُّ الْقُرْآن کے ساتھ ساتھ أُمُّ الْكِتَاب بھی ذکر فرمایا ہے۔

قرآن کا نام تم جانتے ہی ہو اور الکتاب کا معنی بھی جانتے ہو۔ اللہ کی اس کتاب کو قرآن بھی کہا جاتا ہے اور کتاب اللہ بھی۔ الکتاب بھی اس کا نام ہے۔ اُمٌّ کا معنی ہوتا ہے ماں' قرآن مجید کی ماں' کتاب کی ماں' اصل بنیاد۔ اس سورت کو اُمٌّ کا نام کیوں دیا گیا ہے؟ اس کے لیے اہل علم نے کئی ایک وجہیں بیان کی ہیں ایک وجہ تو یہ بیان کی ہے کہ ماں اولاد کی ابتداء ہوتی ہے تو یہ سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی ابتداء ہے اس وجہ سے اس کا نام اُمُّ الْقُرْآن اور اُمُّ الْكِتَاب رکھ دیا گیا ہے پھر یہ وجہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ماں جامع ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی جامع ہے تو یہ سورۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ بھی جامع سورت ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ جتنی آسمانی کتابیں ہیں تورات' انجیل' زبور' ابراہیم وموسیٰ علیہم السلام کے صحیفے ان ساری کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ قرآن مجید کے اندر آ گیا ہے اور قرآن مجید کا خلاصہ اور نچوڑ سورۃ الفاتحہ کے اندر آ گیا ہے تو بڑی عظیم جامع سورۃ ہوئی اس وجہ سے اس کو اُمُّ الْکِتَاب اور اُمُّ الْقُرْآن قرار دیا جاتا ہے کہ یہ جامع سورۃ ہے۔ اور یہ بات تو واضح ہے کہ قرآن مجید کے اندر جو بنیادی قواعد وضوابط اللہ نے بیان فرمائے ہیں وہ سارے کے سارے مضامین سورۃ الفاتحہ کے اندر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت' ربوبیت کا ذکر قرآن مجید کے اندر ہے وہ اس فاتحہ کے اندر موجود ہے۔ الکتاب کے اندر نبوت ورسالت کا ذکر ہے وہ بھی اس سورۃ میں موجود ہے۔ آخرت اور قیامت کے متعلق' عقائد اور نظریات اور اخروی حالات کو قرآن مجید میں اللہ نے بیان فرمایا ہے وہ بھی اس سورت کے اندر موجود ہیں۔ پھر پہلی قوموں میں جو ایمان والے تھے ان کا کس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں مقام بلند کیا تھا اس کا ذکر قرآن مجید کے اندر ہے وہ بھی اس فاتحہ کے اندر ہے پھر جو قومیں انبیاء کرام کی مخالفت کرتی رہی ہیں ان کا جو حشر ہوا دنیا میں اور جو آخرت میں حشر ہونا ہے وہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے مختصر طور پر وہ بھی اس سورت کے اندر موجود ہے۔ پھر اللہ کے انعامات کا ذکر ہے قرآن مجید کے اندر تو اس فاتحہ کے اندر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ بھی موجود ہے تو قرآن مجید کے اندر جو مضامین تھے' جو معانی تھے وہ مختصر طور پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ کے اندر ذکر کر دیئے ہیں۔ تو اس وجہ سے اس کو اُمُّ الْقُرْآن اور اُمُّ الْکِتَاب کہا جاتا ہے لہٰذا یہ جامع سورۃ ہے۔

(۴۔۵) السبع المثانی' القرآن العظیم: ایک نام اس کا اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ اور ایک نام اَلْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ ہے۔ یہ دونوں نام قرآن مجید میں بھی موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت میں بھی موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿وَلَقَدْ آتَیْنَاکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ ۝﴾ (سورۃ الحجر' آیت:۸۷) رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو سبع مثانی (سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں) عطا فرمائی ہیں اور قرآن عظیم عطا فرمایا ہے۔ اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔

اور حدیث میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ أُمُّ الْقُرْآنِ وَأُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ)) (رواہ الترمذی)

صحیح بخاری کے اندر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے اندر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد کے اندر تشریف فرما تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مسجد کے باہر نکلنے سے پہلے پہلے عظیم ترین سورۃ تمہیں سکھاؤں گا۔ ابو سعید بن معلی فرماتے ہیں کہ میں اس انتظار میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی عظیم ترین سورۃ مجھے سکھائیں۔ مسجد سے نکلتے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گزارش کی کہ آپ نے تو فرمایا تھا، کہ مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن مجید کی عظیم ترین سورۃ تمہیں تعلیم فرماؤں گا۔ تو سکھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ))

السبع المثانی نام اس کا اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کی سات آیتیں ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے لے کر وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک سات آیتیں ہیں تو سبع کا معنی سات ہوتا ہے۔ اور مثانی کا مطلب ہے کہ بار بار پڑھی جاتی ہیں کیونکہ مثانی اس کو کہا جاتا ہے جس کو بار بار پڑھا جائے اور بار بار دھرایا جائے۔ نمازوں کے علاوہ بھی اہل ایمان اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں نمازوں کے اندر تو ہر نمازی نے اس کی تلاوت کرنا ہی ہوتی ہے تو اندازہ لگاؤ پانچ نمازیں فرض، پھر سنت اور نفل۔ تہجد کی نماز، چاشت، اشراق اور کوئی نماز ہو سب کے اندر سورۃ الفاتحہ ضرور پڑھنا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ((لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) تو نماز کی ہر رکعت میں یہ سورت تلاوت کی جاتی ہے۔

دوسری وجہ اہل علم یہ بیان کرتے ہیں کہ پورے قرآن مجید کا نام مثانی ہے۔ کتاب مثانی۔ تو یہ سورۃ الفاتحہ اس کتاب مثانی کا حصہ ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام بھی مثانی رکھ دیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کے اندر ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ (سورۃ الزمر' آیت:۲۳) کہ اللہ نے بہترین بات نازل کی۔ کتاب ہے ملتی جلتی مثانی۔ سارے قرآن مجید کا نام مثانی ہے۔ اس لیے کہ قران مجید کی تلاوت بھی بہت کثرت کے ساتھ کیجاتی ہے۔ بار بار اس کو پڑھا جاتا ہے۔ سارے قرآن کا نام مثانی ہے تو یہ سورۃ الفاتحہ اس مثانی کا حصہ اور جزء ہے اس وجہ سے اس کو بھی مثانی کا نام دے دیا گیا اور اس سے سورۃ الفاتحہ کی عظمت بھی ثابت ہوتی ہے کہ کل کا جو نام تھا وہ ایک حصے پر بول دیا گیا۔ جیسے قرآن عظیم' کتاب اللہ کا نام ہے تو سورۃ الفاتحہ کا بھی نام قرآن عظیم رکھ دیا گیا۔ اس میں بھی سورۃ الفاتحہ کی بڑی عظمت ہے اور اس کے مقام کی رفعت اور بلندی موجود ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹی سی سورۃ کو قرآن عظیم کا نام دے دیا بڑی عظمت والی سورۃ ہے اس نام سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن مجید کا جو نام ہے وہ ایک سورۃ پر بھی بول سکتے ہیں اس کا تو یہ علم ہے ویسے قرآن مجید کی دوسری سورتوں کو اور دوسری آیتوں کو قرآن کہہ سکتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو نام کل کا ہوتا ہے وہ اس کے جزء کا بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پانی ہے' ایک برتن پانی سے بھرا ہے' وہ بھی پانی ہے اور اگر اس سے گلاس آدھا گلاس الگ کر لیں تو وہ بھی پانی ہی ہے بلکہ ایک قطرے کو بھی پانی کا نام دیتے ہیں۔

عرض کر رہا تھا کہ سورۃ الفاتحہ کا نام قرآن عظیم بھی ہے اور السبع الثانی بھی ہے اور یہ دونوں نام قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

(۶) رقیہ: اس سورۃ الفاتحہ کا ایک نام ''رُقْيَـــه'' بھی ہے اور یہ نام آپ ﷺ کے فرمان سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ بخاری اور دوسری حدیث کی کتابوں میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سفر پر تھے ایک مقام پر ٹھہرے' وہاں جو قبیلہ تھا اس کے سردار کو سانپ ڈس گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے تو ایک صحابی رسول فرمانے لگے میں دم کر لیتا ہوں۔ انہوں نے پہلے مہمانی نہیں کی تھی اس لیے کہنے لگے کہ کچھ دو گے تو پھر میں دم کروں گا۔ انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینا کر لیا اس صحابی نے دم کیا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ خود ہی دم کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ ہی بیان کر رہے ہیں اس لیے اپنا نام ظاہر نہیں کیا غائب کر کے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو بیان کیا۔ (کیونکہ اس میں اپنی کچھ تعریف نکل رہی تھی) تو یہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو شفا دی زہر کا اثر اس کا ختم ہو گیا۔ حدیث میں ہے اس طرح محسوس ہوا جس طرح پہلے رسی میں جکڑا ہوا تھا اور اب اس کو کھول دیا گیا ہے۔ طبیعت اس کی ہشاش بشاش ہو گئی۔ انہوں نے وعدے کے مطابق بکریاں دے دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوچنے لگے کہ بکریاں تو ہم نے وصول کر لی ہیں لیکن یہ ہمارے لیے جائز بھی ہیں کہ نہیں؟ دیکھو صحابہ کرام کس طریقے سے سوچتے تھے کہ علم نہیں تو بکریوں کو استعمال نہیں کر رہے فیصلہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے تو پھر استعمال کریں گے۔ تو مومن مسلمان کی شان یہ ہونا چاہیے کہ کوئی بھی کام کرنے لگے پہلے وہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اس کا حکم دیکھ لے کہ اسلام اور ایمان جو میرا مذہب ہے اور دین ہے کیا وہ اس کام کو جائز قرار دیتا ہے یا کہ ناجائز۔ تو اس کے مطابق پھر وہ کام کرے۔ صحابہ کرام کی عام یہ عادت تھی ایک موقع پر نہیں کئی موقعوں پر۔ حدیثوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جگہ جگہ وہ توقف کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتے تھے۔ اس موقع پر بھی انہوں نے کہا کہ پوچھ کر ان بکریوں کو کسی استعمال میں لائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((إِنَّ أَحَقَّ مَآ أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ)) جن چیزوں پر تم اجرت وصول کرتے ہو ان میں سے زیادہ احق وہ ہے جو تم کتاب اللہ پر اجرت وصول کرتے ہو۔ تو آپ نے تائید اور تصدیق فرما دی کہ یہ بکریاں تمہارے لیے حلال ہیں۔ اور ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے فرمایا کہ تم کو کیسے پتہ چلا کہ یہ دم ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے اس صحابی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کرو' قرآن مجید شفاء ہے۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۝﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت: ۸۲)

خود ہی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر کہ قرآن مجید شفاء ہے اور سورۃ الفاتحہ بھی قرآن مجید کی عظیم ترین سورۃ ہے دم کر دیا اور اللہ نے شفاء دے دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر سورۃ الفاتحہ کے متعلق رقیہ لفظ استعمال فرمایا تھا۔ تو اس وجہ سے اس کو سورۃ الرقیہ بھی کہتے ہیں۔ تو یہ سورہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دم بھی ہے آدمی کو کوئی بھی بیماری ہو اور بالخصوص زہریلے جانور جو ڈس جاتے ہیں سانپ بچھو وغیرہ تو یہ سورۃ پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔ دم اس صحابی نے اس طریقے سے کیا تھا کہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر جس جگہ سانپ نے کاٹا تھا اس جگہ وہ تھوکتے جاتے تو اللہ نے اس کو شفاء دے دی۔

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ کر دم کر لے تو رسول اللہ ﷺ سے اس خاص آیت کے ساتھ دم کرنا نہ بھی ثابت ہو پھر بھی جائز ہے اور درست ہے کیونکہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ سن کر دم تو نہیں کیا تھا کہ یہ دم ہے۔ اپنے طور پر ہی اجتہاد کر کے یہ دم کیا تھا۔

اسی واسطے اہل علم نے یہ بات کہی ہے (خُذْ مِنَ الْقُرْآنِ مَا شِئْتَ لِمَا شِئْتَ)

(۷) **شفاء:** اس کا ایک اور نام سورۃ الشفاء ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ نام ماخوذ ہے سنن دارمی میں ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الفاتحہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہر زہر سے شفاء ہے۔ تو اس حدیث سے اہل علم نے سورۃ الشفاء نام اخذ کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی ایک نام ہیں جو کہ اہل علم نے رکھے ہیں یہ موٹے موٹے نام وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے لفظاً ثابت ہیں یا ان کا ماخذ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۵) بروز بدھ

سورۃ الفاتحہ کے مزید نام

(۸) صلوٰۃ: اس سورۂ مبارکہ کے کئی ایک نام تم سماعت فرما چکے ہو۔ اس کا ایک نام سورۃ الصلاۃ ہے اور یہ بھی رسول کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور حدیث بھی قدسی ہے۔ حدیث قدسی وہ حدیث ہوتی ہے جس کے اندر رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے روایت کریں اور بات بیان فرمائیں۔ صراحتاً اللہ تعالیٰ کا نام آ جائے یہ اصطلاح مخصوص ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری حدیثیں قدسی نہیں۔ ایک اعتبار سے ساری حدیثیں قدسی ہیں۔ اور ایک اعتبار سے ساری حدیثیں رسول اللہ ﷺ کی نبوی ہیں۔ اور ایک اعتبار سے کچھ حدیثیں قدسی ہیں اور کچھ نبوی ہیں۔ تو دراصل یہ تین اعتبار ہیں۔ ان کو سامنے رکھ کر اہل علم نے یہ اصطلاح بنائی ہے۔ اب ساری حدیثیں قدسی کس طرح ہیں کہ جتنی حدیثیں رسول کریم ﷺ سے ثابت ہو جائیں تو وہ من جانب اللہ ہیں۔ (جس طرح تفصیل سے یہ مضمون تم سن چکے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث بھی وحی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی طرح نبی کریم ﷺ پر نازل فرمائی ہے نزول میں ویسے فرق ہے۔ قرآن مجید کے نزول کی کیفیت اور ہے اور حدیث رسول کے نزول کی کیفیت اور ہے) باقی نفسِ نزول میں دونوں برابر ہیں۔ ﴿وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ۱۱۳) فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب نازل فرمائی اور حکمت نازل فرمائی ہے (حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث ہے) اس اعتبار سے جتنی بھی حدیثیں رسول اللہ ﷺ کی ہیں وہ سب کی سب قدسی ہیں۔

اور اس اعتبار سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے یا آپ کا عمل ہے یا تقریر اور تصویب ہے تو ساری حدیثیں نبوی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک خاص اعتبار ہے جس اعتبار کے مطابق یہ تقسیم ہے کہ کچھ حدیثیں نبوی اور کچھ قدسی ہیں۔ وہ اعتبار یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس حدیث کے اندر اللہ تعالیٰ کا نام صراحتاً ذکر کریں وہ حدیث قدسی ہے اور جس کے اندر صراحتاً اللہ کا نام ذکر نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو وہ نبوی حدیثیں ہیں۔

تو وہ حدیث قدسی یہ ہے صحیح مسلم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا جو کوئی نماز پڑھتا ہے اور اس کے اندر سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا تو وہ نماز خداج ہے ناتمام ہے۔ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ((فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّا نَكُونُ وَرَآءَ الْإِمَامِ)) ہم بسا اوقات نماز میں امام کی اقتداء میں ہوتے ہیں (سائل کا مطلب تھا کہ اب اس صورت میں سورۃ الفاتحہ پڑھیں کہ نہ پڑھیں) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ((فَاقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ)) آہستہ اور بلا آواز پڑھو۔

دلیل پیش کی فرمایا ''فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے'' قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى '' یہ اب رسول کریم نے اللہ تعالیٰ کا نام صراحتاً لے لیا ہے (اس وجہ سے اس کو قدسی حدیث کہتے ہیں) ''قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ '' کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا۔ ''فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ '' جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہتا ہے قَالَ اللّٰهُ حَمِدَنِي عَبْدِي اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی'' وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ جب بندہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِي اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی۔ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَجَّدَنِي عَبْدِي میرے بندے نے میری تمجید کی بزرگی بیان کی وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ أَمْرِي ۔ اور بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ نے یہ لفظ بھی بولے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میرے سپرد کر دیا جب یوم الدین کا مالک اللہ تعالیٰ کو تسلیم کر لیا تو اللہ تعالیٰ کے حوالے ہو گیا۔ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ یا اللہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ یہ میرے اور بندے کے درمیان نصف و نصفی ہے۔ فرمایا اور بندے کے واسطے وہ ہے جو اس نے سوال کیا بندہ جب کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هٰذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَاسَأَلَ

اس حدیث کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي﴾ آگے تفصیل جو ذکر کی ہے وہ سورۃ الفاتحہ ہے تو پتہ چلا کہ سورۃ الفاتحہ کو اللہ تعالیٰ نے صلوۃ اور نماز قرار دیا ہے۔ تو اس سورۃ کا ایک نام صلوۃ بھی ہے۔

اس سورۃ کو صلوٰۃ کیوں کہا گیا ہے؟ اس واسطے کہ سورۃ الفاتحہ نماز کا حصہ اور جزء ہے اور قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کے اندر اور عام عربی زبان کے اندر بھی بلکہ دوسری زبانوں میں بھی یہ اصول چلتا ہے کہ کل کا نام جزء پر بسا اوقات بول لیتے ہیں۔ شے کا نام شے کے جزء کو دے دیا جاتا ہے۔ اب نماز کے اندر تو رکوع بھی ہیں سجدے بھی ہیں قیام اور تلاوت قرآن بھی ہے التحیات بھی ہے درود بھی ہے دعائیں بھی ہیں۔ ذکر واذکار وغیرہ بھی ہیں۔ اس سارے مجموعے کا نام صلوۃ ہے لیکن اس حدیث کے اندر صرف سورۃ الفاتحہ پر نماز کا لفظ بول دیا گیا ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت نماز کے اندر بڑی اہم ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث کے اندر عرفات میں جانے کا نام حج رکھ دیا حالانکہ حج صرف عرفات کے اندر جانے کا نام تو نہیں حج کے اندر بہت ساری چیزیں ہیں۔ مثلاً احرام' بیت اللہ کا طواف' صفا مروہ کی سعی' منیٰ کے اندر جانا' مزدلفہ کے اندر جانا' پھر قربانی کرنا' پھر جمروں کو کنکریاں مارنا تو کئی چیزیں مل کر حج بنتا ہے ان کے اندر یہ عرفات میں جانا بھی ہے لیکن آپ ﷺ فرماتے ہیں "اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ" عرفے کے اندر جانا حج ہے اکیلے عرفے کے اندر جانے کو رسول اللہ ﷺ نے حج قرار دیا اس واسطے کہ عرفات کے اندر پہنچ جانا بڑا اہم ہے اور بڑا ضروری ہے۔ عرفات کے اندر آدمی نہ پہنچے تو حج نہیں ہوگا دوسرے سارے ارکان بے شک ادا کرے۔

تو حدیث قدسی کے اندر سورۃ الفاتحہ کو صلوٰۃ کا جو نام دیا گیا ہے اس میں اس طرف اشارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہ اہم جزء ہے بڑا اہم رکن ہے نماز کا۔ نماز کے اندر بڑی ضروری چیز ہے اگر نماز کے اندر اس کی تلاوت نہیں ہوگی تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ چنانچہ اس اشارہ کی رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث کے اندر وضاحت فرمادی کہ جس نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز۔ ہے ہی نہیں۔

اور قرآن مجید کے اندر بھی صلاۃ کا لفظ قراءت پر بولا گیا ہے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱۱۰) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنی نماز کو بلند آواز سے نہ پڑھو اور نہ ہی اسے آہستہ آواز سے پڑھو درمیانہ رستہ اختیار کرو۔ نہ بہت زیادہ بلند اور نہ ہی بہت زیادہ آہستہ۔ لفظ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ کا بولا ہے اور مراد قرآن مجید کی تلاوت ہے جو نماز کے اندر ہوتی ہے۔ چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نماز کے اندر قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے تو کافر سنتے، وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے اور قرآن کے متعلق بھی وہ غلط زبان استعمال کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم بلند آواز سے نہ پڑھو کہ دوسرے جو باہر کے ہیں وہ سن کر برا بھلا کہنا شروع کر دیں اور اتنا آہستہ بھی نہ پڑھیں کہ آپ کے پیچھے آپ کے مقتدی بھی نہ سن سکیں درمیانی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نماز کے اندر جو تلاوت ہوتی ہے اس پر صلاۃ کا لفظ بولا ہے اور مراد قراءت لی ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کردہ شان نزول کی روشنی میں اور بھی اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

تو یہ اصول ہے کہ ایک شے کا نام بول کر اس کا حصہ اور جزء آپ مراد لے لیں۔ قرآن مجید کے اندر ہی آرہا ہے ﴿يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹) فرمایا کہ بجلی جب گرجتی ہے تو وہ اپنی انگلیاں کانوں میں کر لیتے ہیں اب انگلی ساری کی ساری کان کے اندر داخل تو ہو ہی نہیں سکتی انگلی کا تھوڑا حصہ مراد ہے۔ کان کا سوراخ اتنا کھلا ہے ہی نہیں کہ انگلی ساری کی ساری اندر جا سکے۔ تو لفظ اللہ تعالیٰ نے کل کا بولا ہے اور مراد اس کا حصہ لیا ہے۔

اس کے برعکس ایک صورت ہے کہ شے کا حصہ بولو تو مراد پوری چیز لے لو۔ یہ اسلوب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت میں ہے عام لغت عربی میں اور دوسری لغتوں میں بھی یہ اسلوب ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہے ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝﴾ (سورة البقرة' آيت:٤٣) "رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو" اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ رکوع تو ساتھ کرو اور قیام اور سجدہ اکیلے کرلو۔ بلکہ باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے لیکن لفظ اللہ نے وَارْكَعُوا ...... بولا ہے۔ یہ رکوع نماز کا ایک حصہ ہے اور یہ بول کر ساری نماز مراد لی ہے۔ ساری نماز امام کے ساتھ باجماعت پڑھو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ﴿لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝﴾ (سورة آل عمران' آيت:١١٣) فرمایا کہ اہل کتاب سارے ایک جیسے نہیں ان میں بھی لوگ فرق فرق کے ساتھ ہیں ان میں ایک گروہ ایسا موجود ہے کہ رات کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس حالت میں کہ وہ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ سجدے کے اندر قرآن کی تلاوت منع ہے۔ اب سجدہ لفظ بول کر مراد نماز لی ہے کہ نماز کے اندر وہ تلاوت کرتے ہیں صرف خاص سجدے میں تلاوت ویسے ہی منع ہے۔ تو "يَسْجُدُونَ" بول کر مراد "يُصَلُّونَ" لیا ہے۔

اس طرح نماز کے اندر قراءت ہے۔ تو قرآن میں قراءت بول کر مراد پوری نماز لی ہے۔ ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (سورة المزمل' آيت:٢٠) "کہ جتنا قرآن میسر ہے اتنا تم پڑھ لو۔"

رات کی نماز میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑا لمبا قیام فرماتے آدھی آدھی رات۔ رات کا تہائی حصہ دو دو تہائی حصے وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہ سلسلہ نبھا نہیں سکو گے۔ تمہارے اندر کچھ بیمار بھی ہوتے ہیں کچھ جہاد کرنے والے بھی ہیں کچھ تجارت کرنے والے مسافر بھی ہونگے تم اس طرح کرو ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (ایضاً) جتنا کچھ قرآن میسر ہے اتنا پڑھ لو۔ اس آیت کی تفسیر علامہ آلوسی نے "روح المعانی" میں اور زمخشری نے "کشاف" کے اندر یہ بیان کی ہے "صَلُّوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الصَّلٰوةِ" اور قرآن کا معنی انہوں نے صلوٰۃ کیا ہے۔ جتنی آسانی کے ساتھ رات کی نماز تم پڑھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے ہو وہ پڑھ لو۔ تو گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک حصہ بول کر پوری چیز مراد لے لینا یہ اسلوب قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔

اور ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۷۸) کہ نماز قائم کرو سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کی قراءت کے وقت' یقیناً فجر کی قراءت حاضر کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلٰٓئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَفِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ) تم میں کے بعد دیگرے فرشتے آتے ہیں دن اور رات کو۔ عصر اور فجر کی نماز میں وہ جمع ہو جاتے ہیں کیونکہ اس وقت ان کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں جو رات کے آئے ہوئے ہیں وہ فجر کے وقت جا رہے ہوتے ہیں اور دن والے آ رہے ہوتے ہیں اور دن والوں نے عصر کے وقت جانا ہے تو رات والوں نے آنا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لفظ صلوٰۃ کا بولا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لفظ قرآن الفجر کا بولا ہے۔

یعنی قراءت۔ تو قرآن لفظ بول کر مراد پوری نماز ہے۔ تو گزارش کرنے کا مقصد ہے کہ یہ دونوں طریقے قرآن مجید کے اندر چلتے ہیں۔ تو یہ حدیث جو قدسی ہے اس کے اندر سورۃ الفاتحہ کا نام نماز رکھا گیا ہے۔ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۶) بروز جمعرات

سورۃ الفاتحہ کے فضائل

سورۃ الفاتحہ کے اسماء گرامی بیان ہو رہے تھے اور تقریباً ۸ کے قریب نام ذکر ہو چکے ہیں۔
ر ہر نام کے اندر اس سورۃ الفاتحہ کی کوئی نہ کوئی خوبی اور فضیلت بیان ہوئی ہے مثال کے طور پر
س کا نام ام القرآن ہے۔ اس کے اندر اس کی یہ فضیلت ہے کہ یہ قرآن مجید کی اصل ہے اور
مع ہے۔ اسی طرح دوسرے نام ہیں مثلاً سورۃ الشفاء ہے اس میں بھی اس کی خوبی بیان ہوئی
ہے اور کئی نام تو وہ ہیں جس میں ایک سے زیادہ خوبیاں پائی جاتی ہیں تو ایک ایک خوبی بھی اس
ا فضیلت میں گن لی جائے تو تقریباً ۸ فضیلتیں اس سورت کی بیان ہو چکی ہیں۔

یں فضیلت: مزید بھی اس سورۃ کے فضائل ہیں ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ قرآن
ید کے اندر بھی اس جیسی سورۃ نہیں اور نہ تورات کے اندر ہے اور نہ انجیل اور زبور کے اندر ہے
س جیسی سورۃ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر پر اتاری ہی نہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے اور یہ
آن مجید کے اندر شامل ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ مسند امام احمد اور ترمذی کے اندر حدیث
جود ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ) رسول
لہ ﷺ تشریف لائے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (يَآ
يُّ: فَالْتَفَتَ) اے ابی! ابی نے توجہ کی (فَلَمْ يُجِبْهُ) (لیکن یہ سمجھ کر کہ اب میں نماز پڑھ رہا
ں نماز چھوڑی نہیں) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (فَخَفَّفَ اُبَيٌّ) کہ ابی رضی اللہ عنہ نے ہلکی پھلکی نماز
ھ لی۔ اور فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے سلام لیا پوچھا' رسول
ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بلایا تھا' تو آیا نہیں وجہ کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں
ز میں مشغول تھا اس واسطے جلدی نہیں آسکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن
، اندر تم نے نہیں سنا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (سورة الأنفال، آيت:٢٤) ''کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو قبول کرو جب کبھی وہ تمہیں بلائیں۔ کیوں (لِمَا يُحْيِيْكُمْ) ابی کہنے لگے کہ آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تمہیں ایک ایسی سورت نہ سکھلاؤں کہ ''لَمْ تُنَزَّلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا'' اس جیسی سورۃ نہ تورات میں نازل ہوئی ہے نہ انجیل میں اور نہ زبور میں نازل ہوئی ہے اور نہ ہی قرآن مجید کے اندر اس جیسی کوئی سورۃ ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ کیوں نہیں! اے اللہ کے پیغمبر ﷺ!

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا تو میں ذرا آہستہ آہستہ چل رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ مسجد سے نکلنے سے پہلے وہ سورۃ مجھے بتا دیں۔ بالکل قریب تھا کہ مسجد سے ہم نکلیں تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! وہ سورۃ مجھے سکھا دیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (هِيَ أُمُّ الْقُرْآنِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ) اس ذات کی مجھے قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ نبی کریم ﷺ عام طور پر جب قسم اٹھاتے تو ان الفاظ کے ساتھ اٹھاتے اور بھی الفاظ آپ کی قسم کے منقول ہیں۔ لیکن یہ لفظ کثرت کے ساتھ آئے ہیں۔

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ)) سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس لیے کہ اللہ کے ہاتھ میں جان ہے۔ تو اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے زیادہ اختیارات رکھنے والی کوئی ہستی ہے یعنی ایسی ہستی بھی ہے جس کے ہاتھ میں نبی کریم ﷺ کی بھی جان ہے۔ اب یہ عقیدہ رکھنا کہ کل اختیارات آپ کو دے دیے گئے اس پر یہ قسم کے الفاظ روشنی ڈال رہے ہیں کہ یہ درست نہیں۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ یہ تو نہ فرماتے کہ ''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ''

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی قسمیں بھی قرآن مجید کے اندر موجود ہیں اور سنت وحدیث کے اندر بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اوپر کوئی اختیار والی ہستی نہیں تو کوئی قسم ان قسموں میں آپ کو ایسی نہیں ملے گی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی قسم اٹھائی ہو۔ کیونکہ اوپر ہستی کوئی ہے ہی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وصف ید (ہاتھ) کا اثبات بھی اس قسم سے ہو رہا ہے کہ ہاتھ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے تبھی تو آپ ''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ '' لفظوں کے ساتھ قسم اٹھا رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مبارک نہ ہوتا تو پھر نبی کریم ﷺ کا ان لفظوں سے قسم اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہاں اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ''جو ید'' ہے وہ مخلوق کے ہاتھ کے مشابہ اور مثل نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے ویسے ہاتھ بھی بے مثل ہے۔اس کے شایان شان ہی اس کا ہاتھ ہے۔(ضمناً یہ بات آ گئی ہے)

بات یہ ہو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِثْلَهَا) یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس جیسی سورت نہ پہلی کتابوں میں موجود ہے اور نہ خود اس کتاب کے اندر۔

دسویں فضیلت: رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ بول کرنے سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام کیا۔آپ نے جواب نہیں دیا۔فرماتے ہیں دوبارہ میں نے سلام کیا تو پھر بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔تیسری مرتبہ میں نے پھر السلام علیک کہا ''فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَمَشٰى '' جواب دیے بغیر چل دیے۔''فَمَشَيْتُ خَلْفَهٗ'' پیچھے پیچھے میں بھی چل دیا''حَتّٰى دَخَلَ رَحْلَهٗ '' آپ گھر تشریف لے گئے۔عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا۔وہاں جا کر بیٹھ گیا۔تو بڑے فکر اور سوچ میں تھا۔اور میری حالت اس غمی سے خراب تھی کہ پتہ نہیں کس وجہ سے آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا' کیا خطا اور کونسا گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا ہے؟ فرماتے ہیں اسی غم میں سوچ بچار کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کے اندر تشریف لائے اور آپ نے وضو کیا ہوا تھا۔وضو کر کے آپ تشریف لائے آ کر فرمایا (وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!) تین دفعہ سلام کیا تھا تو پہلے تین مرتبہ اس کا جواب دیا۔

جواب دے کر نبی کریم ﷺ فرمانے لگے (أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَخْيَرِ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟) قرآن کے اندر جو ساری سورتوں سے زیادہ بہتر سورۃ ہے کیا میں وہ تمہیں نہ بتاؤں؟ عبداللہ بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ضرور اللہ کے پیغمبر ﷺ مجھے وہ زیادہ بہتر اور زیادہ فضیلت والی سورۃ بتائیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے اندر تلاوت کس طرح کرتے ہو؟ عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہی وہ سورۃ ہے۔

اس حدیث مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس سورۃ الفاتحہ کے اندر دوسری سورتوں کی بہ نسبت خیر اور فضیلت زیادہ ہے ویسے تو قرآن مجید کی ساری سورتیں فضیلت والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ کے اندر فرمایا کرتے تھے: "أَمَّا بَعْدُ! " فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ" سارے کلاموں میں افضل اور زیادہ خیر والا کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہے: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ﴾ (سورۃ الزمر' آیت: ۲۳) ساری باتوں میں سے زیادہ حسن اور خوبی والا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ مگر سورۂ فاتحہ کی فضیلت اور اس کی شان دوسری سورتوں سے نرالی ہے۔

ایک حدیث اس سلسلے میں آپ بخاری شریف کی پہلے بھی سن چکے ہیں ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ والی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ قرآن کریم کی عظیم ترین سورت میں تمہیں نہ سکھاؤں۔ ''أَعْظَم'' لفظ استعمال فرمایا۔ اور اس مقام میں ''اخیر'' لفظ استعمال فرمایا۔

اس تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ قرآن کریم کی بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ کلام اللہ کے اندر بھی درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سارا کلام فضیلت والا ہے لیکن کچھ کلام زیادہ فضیلت والا ہے۔ تو آیتوں کے اندر تفاضل موجود ہے۔ آیۃ الکرسی بھی ایک آیت ہے اور دوسری بھی قرآن مجید کی آیتیں ہی ہیں مگر آیۃ الکرسی کا جو مقام آیات کے اندر ہے وہ بڑی فضیلت والا مقام ہے۔ تو بعض آیتیں بعض دوسری آیتوں پر فضیلت رکھتی ہیں اسی طرح بعض سورتیں بعض دوسری سورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔

یہ مسئلہ حدیث اور سنت سے ثابت ہے۔ تو پتہ چلا کہ جو نظریہ چلتا ہے کہ قرآن مجید سارے کا سارا اللہ کا کلام ہے کسی سورۃ کو دوسری سورۃ پر فضیلت حاصل نہیں۔ کسی آیت کو دوسری آیت پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ نظریہ غلط اور بے بنیاد ہے۔

پھر اس نظریے پر ایک اور بات کی بنیاد رکھی گئی ہے کہ نماز کے اندر نمازی آدمی سورۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاتحہ کے بعد کوئی سورۃ متعین کر لے کہ وہی سورۃ ہمیشہ پڑھے اس کی اجازت نہیں۔ اس لیے کہ اس طرح بعض سورتوں کو بعض دوسری سورتوں پر فضیلت لازم آتی ہے۔ اور فضیلت تو کوئی ہے نہیں اس لیے جائز نہیں۔

جواب: اول تو یہ چیز لازم آتی ہی نہیں اگر چند منٹ کے لیے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ فضیلت لازم آتی ہے تو حرج اس میں کیا ہے؟ جب نبی کریم ﷺ کے فرمان سے یہ ثابت ہے اور اس نظریے کے لیے دلیل جو پیش کرتے ہیں کہ جی قرآن مجید سارا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو کیسے ایک حصے کو دوسرے حصے پر فضیلت حاصل ہوگئی؟ تو یہ دلیل انتہائی کمزور ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سارے پیغمبر ہی ہیں۔ اب یہاں سے یہ مسئلہ کوئی نکالنا شروع کر دے کہ چونکہ سارے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لہٰذا کسی پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر فضیلت حاصل نہیں تو کیا اس کا یہ استدلال صحیح ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

تو ٹھیک ہے کہ سارے اللہ کے پیغمبر ہیں لیکن اللہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دے سکتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر صاف اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۵۳)

"فرمایا یہ پیغمبر ہیں بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دے دی ہے اور بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے ہیں اور بعض کے درجات اللہ نے بلند کر دیے ہیں۔" ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۵۵)

تو جس طرح یہاں اللہ تعالیٰ بطور نص فرما رہے ہیں کہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی فرما رہے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی سورتوں میں زیادہ عظمت والی سورۃ ہے اور زیادہ خیر اور فضیلت والی سورۃ ہے۔

پھر شریعت نے خود سورۃ الفاتحہ کو نماز کے اندر متعین کر دیا ہے۔ ہر نمازی ہر نماز کی ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعت میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا ہے تو متعین تو ہوگئی۔

اب سورۃ الفاتحہ کے بعد کسی سورۃ کو متعین کرے گا تو وہاں سے فضیلت نکلے گی۔ تو یہ تو شریعت نے متعین کر دی ہے۔ کیا اس سے فضیلت نہ نکلے گی؟ کیوں نہیں ضرور نکلے گی۔ تو اگر یہ فضیلت ہونا اس بات میں رکاوٹ اور مانع ہوتا کہ اسے متعین نہیں کیا جا سکتا تو پھر شریعت سورۃ الفاتحہ کو کیوں متعین کر رہی ہے؟

اس لیے یہ استدلال بے بنیاد ہے اور اس کی حیثیت بیت عنکبوت سے کوئی زیادہ نہیں۔

گیارہویں فضیلت: ایک فضیلت سورۃ الفاتحہ کی اور ہے صحیح مسلم میں ہے نسائی میں بھی ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے اور جبرائیل علیہ السلام بھی موجود تھے کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ان کو کیسے پتہ چلا کہ جبرائیل علیہ السلام اس مجلس میں موجود ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ جبرئیل علیہ السلام عام طور پر ان کی شکل پر تشریف لاتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات بتائی ہوئی تھی ان کو پتہ تھا۔ وہ پھر دیکھ کر بسا اوقات پہچان لیتے تھے تو کوئی تعجب والی بات نہیں فرماتے ہیں کہ آسمان سے ایک آواز آئی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے نظر کو اوپر اٹھایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگے کہ آج ایک دروازہ آسمان کا کھلا ہے اس سے پہلے یہ دروازہ کبھی نہیں کھلا۔ اس دروازے سے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرشتے کو بھیجا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لا کر کہنے لگا (اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ مِّنْ قَبْلِكَ) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو نور عطا فرمائے ہیں آپ خوش ہو جائیں وہ دو نور ایسے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کیے۔ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَ خَوَاتِيْمُ الْبَقَرَةِ۔ ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔

ساتھ ہی وہ فرشتہ فرمانے لگا کہ ان میں سے جو بھی تم حرف پڑھو گے تمہیں وہی مل جائے گا۔ سورۂ الفاتحہ میں بھی دعا ہے اور آخری آیات بقرہ میں بھی دعا ہے۔

تو یہ بھی اس سورۃ الفاتحہ کی فضیلت ہے کہ یہ نور ہے اور اس کے نور بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاص دروازہ کھولا اور خاص فرشتے کو بھیجا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان فضیلتوں سے ثابت ہوا کہ سورۃ الفاتحہ یکتا سورۃ ہے۔ اور بڑی عظمت والی سورۃ ہے۔

ایک سوال شاید لوگوں کے ذہنوں میں آئے کہ صحابی تو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں تو یہ عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ نام لیتا رہا ہے تو یہ یاد رکھ لو کہ یہ عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اور صحابی ہیں اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور صحابی ہیں۔ عام حدیثوں میں جابر بن عبداللہ ہی آتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما ہیں ان کی حدیثیں تھوڑی ہیں۔ کہیں کہیں ان کا نام آتا ہے۔ نام کوئی بدلا نہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۳/۲۸) بروز ہفتہ

سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید کے کل حروف اور کلمات

سورۃ الفاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں سب اہل علم اور قراء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اس کی آیتیں سات ہیں ہاں تفصیل میں تھوڑا بہت اختلاف ہے جس کی وضاحت ان شاء اللہ العزیز اپنے مقام پر آئے گی۔ کہ کوئی سات آیتیں کسی طرح شمار کرتا ہے تو کوئی سات آیتیں کسی طرح۔

سورۃ الفاتحہ کے اندر کل کلمات ۲۵ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اس سورۃ کے اندر کل حروف ۱۱۳ ہیں۔ اہل علم نے قرآن مجید کے متعلق بڑی محنتیں کی ہیں کہ اسکی آیتیں بھی شمار کی ہیں پھر کلمات اور حروف تک کو شمار کر کے بتا دیا۔

قرآن مجید کے اندر کل سورتیں ۱۱۴ ہیں۔ اور کل آیات قرآن کے متعلق اعداد و شمار بتانے والے اس پر متفق ہیں کہ ۶۰۰۰ سے زائد ہیں۔ اب زائد کتنی آیات ہیں اس میں اختلاف ہے کسی نے کہا ہے کہ ۲۰۰ سے زائد ہیں کسی نے ۳۰۰ اور کسی نے اس سے زائد بتایا ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول نقل فرمایا اس قول کے مطابق قرآن مجید کی کل آیتیں ۶۶۶۶ بتائی گئیں ہیں۔

جو قرآن مجید مطبوع ہیں ان میں آیتوں کے نمبر بھی لگائے گئے ہیں ہر سورۃ میں نمبر لگائے گئے ہیں اگر ساری سورتوں کی آیتوں کو جمع کیا جائے تو ۶۳۵۰ آیتیں بنتی ہیں۔ اگر بسم اللہ جن سورتوں کے آغاز میں لکھی ہے ان کی پہلی آیت شمار کیا جائے اور کئی قرآن مجید ایسے مطبوع ہیں کہ اس میں بسم اللہ کو پہلی آیت شمار نہیں کیا گیا تو ان نسخوں کے مطابق کل ۱۱۲ آیتیں بنتی ہیں تو ان ۱۱۲ آیتوں کو ۶۳۵۰ سے نکال لیں تو کل آیتیں قرآن کی ۶۲۳۸ بن جائیں گی۔

بہر حال یہ اہل علم نے محنت کی ہے لیکن تھوڑا بہت گننے میں فرق بھی لگ جاتا ہے تو کل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیتیں قرآن مجید کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ماسوائے سورۃ التوبہ کے ہر سورۃ کی آیت بنا کر ۶۳۵۰ بنتی ہیں۔

قرآن مجید کے کل کلمات بھی اہل علم نے بیان فرمائے ہیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ اس قرآن مجید میں کل کلمات ۷۷۴۳۹ ہیں۔

جبکہ کل حروف کو بھی اہل علم نے شمار کیا ہے چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر کل حروف ۳۲۳۶۷۱ ہیں۔

مکی مدنی سورتیں: قرآن مجید کی سورتیں دو قسموں میں منقسم ہیں۔ مکی سورتیں دوسری مدنی سورتیں۔ مکی اور مدنی سے کیا مراد ہے؟ اہل علم نے تین معانی ذکر کیے ہیں' تین تعریفیں اور تین تفسیریں بیان کی ہیں۔

پہلی تفسیر اور تعریف: کہ مکی سورتیں وہ ہیں جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ہیں یعنی قرآن مجید کا جو حصہ اور جو سورتیں مکے کے علاقے میں نازل ہوئی ہیں ان کو مکی کہا جاتا ہے کیونکہ مکی کا مطلب ہے منسوب الی مکہ یعنی مکہ کی طرف منسوب شے۔ جس طرح ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے لاہوری۔ جو شے لاہور کی طرف منسوب ہوتی ہے پشاوری جو پشاور کی طرف شے منسوب ہوتی ہے۔

اور مدنی وہ سورتیں ہیں جو مدینہ منورہ کے علاقے میں نازل ہوئی ہیں یعنی قرآن مجید کا جو حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا ہے اس کو مدنی کہا جاتا ہے۔

اس تعریف کے مطابق کچھ سورتیں اور کچھ حصہ قرآن کا ایسا بنے گا جو کہ نہ مکی ہے اور نہ مدنی۔ کیونکہ کچھ سورتیں اور آیتیں ایسی بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر حالت سفر میں نازل ہوئی ہیں نہ مکے میں اور نہ مدینے میں بلکہ کسی دوسرے علاقے میں' جہاد کی خاطر یا کسی اور غرض کے لیے گئے ہوتے۔ تو وہاں اللہ تعالیٰ وحی نازل فرما دیتے تو وہ نہ مکی بنے گی اور نہ مدنی۔ ایک تیسری قسم نکل آئے گی۔

مثال کے طور پر آیت تیمم ہے۔ رسول اللہ ﷺ سفر میں تھے پانی نہیں تھا تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملا۔ پریشانی ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی۔ اب آپ نہ مکہ میں تھے اور نہ مدینہ میں۔ بلکہ جہاد کے لیے گئے تھے۔ غزوہ بنی المصطلق کے لیے گئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری تفسیر اور تعریف: مکی سورتیں وہ ہیں جن میں خطاب اہل مکہ کو ہو اور مدنی وہ سورتیں اور آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ والوں کو مخاطب فرمایا ہو۔

اس تعریف کے مطابق بھی ایک تیسری قسم نکل آئے گی یعنی قرآن مجید کی کچھ سورتیں اور آیتیں وہ ہیں جن میں نہ خطاب اہل مکہ کو ہے اور نہ اہل مدینہ کو۔ بلکہ عام لوگوں کو خطاب ہے چاہے وہ مکہ کے اندر رہ رہے ہیں خواہ مدینہ منورہ کے اندر۔

تیسری تعریف اور تفسیر: مکی اور مدنی کی تشریح میں اہل علم کا تیسرا قول جو عام مشہور ہے اور جس کو ترجیح بھی دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا وہ حصہ جو رسول کریم ﷺ کی ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہے وہ مکی کہلاتا ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے نبی کریم ﷺ عام طور پر مکہ کے اندر رہائش پذیر تھے۔ ویسے سفر پر دوسرے علاقے میں بھی کبھی چلے جاتے۔ لیکن اقامت اور رہائش مکہ معظمہ کے اندر ہی تھی۔

تنبیہ: کسی سورۃ کو مکی کہنے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کی ہر ہر آیت مکی ہو بلکہ اس سورۃ کی اکثر آیتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہوں تو اس کو مکی کہہ دیا جائے گا اس کے اندر ایک آدھ آیت مدنی بھی آسکتی ہے۔

اور قرآن مجید کا وہ حصہ جو نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بعد نازل ہوا ہے وہ مدنی کہلاتا ہے کیونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی اقامت اور رہائش مستقل طور پر مدینہ منورہ میں تھی۔

تنبیہ: مدنی سورۃ بننے کے لیے بھی یہ ضروری نہیں کہ ہر ہر آیت ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہو بلکہ کسی سورۃ کی اکثر آیتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہوں تو اس کو مدنی کہا جائے گا۔

یہ تیسرا قول زیادہ شہرت رکھتا ہے اور عام طور پر اہل علم اس قول کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ اس تفسیر اور تعریف کے مطابق کوئی تیسری قسم نہیں نکلے گی بلکہ دو ہی قسمیں بنیں گی۔ کیونکہ ہجرت سے پہلے جو حصہ نازل ہوا ہو وہ مکی کہلاتا جائے گا اور جو حصہ ہجرت کے بعد نازل ہوا وہ مدنی کہلاتا جائے گا۔

اس تفسیر اور تشریح سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کوئی آیت سورۃ مکیہ کے اندر آجائے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ آیت بھی مکی ہے۔ اور کسی آیت کا کسی مدنی سورۃ میں آجانا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ آیت بھی مدنی ہے۔ لہٰذا اہل علم کے درمیان یہ بات جو چلتی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور اس کے اندر جو آیت آ گئی ہے اس کو مکیہ ہی سمجھنا شروع کر دیا جاتا ہے یہ درست نہیں۔

ہاں یہ ہے کہ بظاہر مکی سورتوں کے اندر جو آیتیں آ جائیں گی ان کو مکی سمجھا جائے گا۔ اس طرح مدنی سورتوں کے اندر جو آیتیں آ جائیں گی تو بظاہر ان کو مدنی سمجھا جائے گا۔ اور اگر خارج میں کوئی دلیل مل جائے۔ حدیث وسنت میں یا کوئی صحابی بیان کر دے کہ یہ آیت فلاں جگہ پر نازل ہوئی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے یا ہجرت کے بعد تو پھر اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۲۸ سورتیں مدنی ہیں۔ اور ۸۶ سورتیں مکی ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۳/۲۹) بروز اتوار

تعوذ

رسول کریم ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ تلاوت قرآن مجید سے پہلے تعوذ پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کے اندر یہ حکم دیا ہے ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ۝﴾ (سورة النحل' آیت:۹۸) کہ جب قرآن مجید پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔ تلاوت کے علاوہ بھی کئی موقعوں پر انسان کو یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ اس شیطان سے پناہ مانگتا رہے۔ بلکہ ہر وقت انسان کو یہ ضرورت ہے کہ شیطان سے پناہ مانگتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقاموں پر قرآن مجید کے اندر اس شیطان مردود سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (سورة الأعراف' آیات: ۱۹۹۔۲۰۰)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو تم معاف کر دو اور نیکی کا حکم دو اور جو جاہل ہیں (اوجڈ) ان سے روگردانی کرو۔"

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ ...... شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی چوکا لگے۔ کوئی وسوسہ ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں خراب کرنا چاہتا ہے تو "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے معاف کرنے کا حکم دیا۔ نیکی کی تلقین کا حکم دیا۔ اور جو جاہل تم سے الجھنا چاہتے ہیں ان سے روگردانی اور اعراض کا حکم دیا۔ تین حکم دے کر بعد میں فرمایا وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ۔ اگر شیطان تمہیں خراب کرنا چاہے تو پتہ چلا کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو معاف کرنے لگتا ہے تو شیطان وہاں آ ٹپکتا ہے اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ صلح نہ ہو۔ اور یہ معاف نہ کرے۔ پھر یہ وسوسے ڈالتا ہے۔

اسی طرح اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی انسان دین کی تبلیغ کرتا ہے تو شیطان رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے۔ کہ یہ دین کی اشاعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے اور رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس سے پناہ مانگو۔ کوئی اوجڈ ہے' جاہل ہے' ناسمجھ ہے وہ تم سے الجھتا ہے تو اب شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تم بھی اس سے خوب الجھو اور گتھم گتھا ہو جاؤ فرمایا تم نے اعراض کرنا ہے لڑائی کو طول نہیں دینا۔ اور شیطان سے پناہ مانگو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ○ وَأَعُوْذُبِكَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○﴾ (سورۃ المؤمنون' آیات: ۹۶۔۹۸)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرتا ہے تو تم نے احسن طریقے سے دفاع کرنا ہے۔ جس طرح وہ بدسلوکی کا مظاہرہ کر رہا ہے تم نے بدسلوکی کا مظاہرہ نہیں کرنا۔ بلکہ احسن طریقے اور اچھے طریقے سے اس کی بدسلوکی کا دفاع کرو۔ فرمایا ﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○﴾ ساتھ ہی فرمایا کہ ہمزات شیاطین سے پناہ طلب کرو۔ اس کی سکیموں اور چالوں سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ یہ شیطان ہمارے قریب نہ آئے۔ اور ہمیں خراب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ تلقین فرمائی کہ جس وقت تم کسی سے گفتگو کرتے ہو اور تم اس کے حملے سے دفاع کرتے ہو تو اس وقت یہ شیطان خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اس کی چالوں سے پناہ مانگو۔

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ . اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَا إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا إِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○﴾ (سورۃ حٰم السجدۃ' آیات: ۳۴۔۳۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اچھائی اور برائی دونوں برابر نہیں۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے نیکی تو نیکی اور اچھائی ہے اور برائی برائی ہے۔ دفاع احسن طریقے سے کرو۔ (اگر اچھے طریقے سے دفاع کرو گے) تو جو تمہارا دشمن ہے تمہارے ساتھ عداوت رکھتا ہے وہ تمہارا مخلص اور گہرا دوست بن جائے گا۔ یہ چیز ان کو نصیب ہوتی ہے جو صابر ہیں اور بڑی قسمت والے ہیں۔ بڑے نصیبے والے ہیں۔

رسول کریم ﷺ ہمارے سامنے نمونہ ہیں لوگوں نے آپ کے ساتھ کیسے کیسے برے سلوک کیے اور کس کس طریقے سے آپ ﷺ کو تنگ کیا۔ آپ کو تنگ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا۔ مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔ ہجرت کے بعد بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلبہ دے دیا اور مکہ فتح ہوگیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" آج تم پر کوئی ڈھانٹ نہیں عام معافی کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ کئی صحابی یہ سمجھ رہے تھے کہ آج ہمیں فتح حاصل ہوگئی تو ایک ایک کر کے ان سے بدلہ لیں گے۔ یہ ہمیں تنگ کرتے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا۔ فرمایا جو خانہ کعبہ میں چلا جائے اسے معاف کر دیا جائے گا۔ اپنے گھر داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اسے بھی معاف۔ احسن طریقے سے رسول اللہ ﷺ کے اس دفاع کا اثر یہ ہوا کہ بہت سارے مشرک اور کافر مسلمان ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ کے احسن طریقے سے دفاع کے اور بھی کئی واقعات ہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت بھی تھی ﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (سورۃ النحل' آیت:۱۲۵) ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (سورۃ حم السجدۃ' آیت:۳۴) تو احسن طریقے سے دفاع کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں یہ تو انسانی دشمنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے طریقہ بتلایا۔

رہ گیا شیطان لعین تو اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ اس سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ اس نے تو قریب آنا ہی نہیں۔ اس نے تو قسم اٹھالی ہے کہ میں نے ان کو دین سے دور کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا نافرمان بنانا ہے اور ناشکرا بنا کر دم لینا ہے اس لیے اس سے بچنے کا طریقہ یہ سکھلایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾ (سورۃ حم السجدۃ' آیت:۳۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو شیطان سے محفوظ ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار کرے ذکر اذکار کرتا رہے اس شیطان مردود سے پناہ مانگتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اس سے بچا کر رکھے گا۔ پھر یہ دشمن بھی ایسا ہے کہ نظر بھی نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ (سورۃ الاعراف' آیت:۲۷) ''شیطان اور اس کا قبیلہ اور برادری ایسے مقاموں سے تم کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے' تمہیں وہ نظر نہیں آتے۔'' جو نظر آئے پھر آدمی کچھ انتظام کر لیتا ہے کہ اس سے آدمی ایک طرف ہٹ جاتا ہے۔ اب یہ تو نظر نہیں آتا اس سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ شیطان اب فلان میرے بندے کو گمراہ کرنے جا رہا ہے یا اس کو خراب کرنے کی کوشش کرنے لگا ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ آدمی طلب کرے تو اس شیطان کو اللہ تعالیٰ دور ہٹا دے گا اس کے حربوں اور سازشوں سے اس کو محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا﴾ (سورۃ فاطر' آیت:٦)

''کہ یہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔''

﴿يَٰبَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَٰنُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْءَاتِهِمَا﴾ (سورۃ الأعراف' آیت:۲۷)

''یہ شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس شیطان نے تمہارے والدین آدم وحوا علیہما السلام کو جنت سے باہر نکال دیا۔''

ورغلایا قسمیں اٹھا اٹھا کر ان کو پھسلایا۔ جھوٹ بول کر دھوکہ دیا۔

فرمایا ﴿وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝﴾ (سورۃ لقمان' آیت:۳۳) یہ شیطان مکار ہے' دھوکے باز ہے' خیال رکھو کہ یہ تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بچنے کے لیے آدمی کو ترغیب بھی دلائی ہے کہ انسان کے والدین کا جو دشمن ہو اس کو آدمی قریب ہی نہیں آنے دیتا اس سے دوستی لگاتا ہی نہیں۔ تو فرمایا کہ یہ تمہارے والدین کا بھی دشمن تھا اور تمہارا بھی دشمن ہے اس کو دوست بناؤ ہی نہ۔ اسے دشمن ہی سمجھو اس سے بچنے کی کوشش کرو۔

تو تلاوت کرتے وقت بھی شیطان سے پناہ طلب کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے: ﴿فَإِذَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○﴾ (سورۃ النحل' آیات:۹۸۔۹۹) ''جو ایمان والے ہیں اور رب تعالیٰ پر ہی توکل کرتے ہیں ان پر اس شیطان کا کوئی تسلط نہیں۔'' اور خود بھی اس شیطان ابلیس نے یہ بات کہی تھی ﴿إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○﴾ (سورۃ ص' آیت:۸۳) کہ اے اللہ تیرے بندوں کے واسطے میں برائیاں مزین کروں گا اور ان کو گمراہ کروں گا راہ راست سے ان کو ہٹا دوں گا ہاں ''إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ'' جو تیرے مخلص بندے ہیں ان پر میرا داؤ نہیں چلے گا۔

اور اللہ تعالیٰ بھی فرما رہے ہیں ﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○﴾ (سورۃ النحل' آیت:۹۹) تو تلاوت کے وقت یا کسی اور موقع پر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا تعوذ پڑھ لینا یہ توکل علی اللہ ہے۔ کہ یا اللہ یہ شیطان ابلیس میرا دشمن ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ تو جب توکل کرے گا اور ایمان اس کے اندر موجود ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا تسلط اس پر نہیں جم سکے گا۔

﴿إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُوْنَ ○﴾ (سورۃ النحل' آیت:۱۰۰) اس شیطان کا تسلط صرف ان لوگوں پر ہے جو خود اس سے دوستیاں لگاتے ہیں اور جو شرک کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر اس کا تسلط ہے۔ یہ تسلط جما کر ان سے اپنا کام بھی لیتا ہیں۔ اور لوگوں کو خود گمراہ کرتا ہے اور وہ بھی آگے لوگوں کو گمراہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

مسئلہ: تعوذ کس موقع پر پڑھنا ہے تلاوت کے شروع میں یا تلاوت کے آخر میں؟ اہل علم کچھ اس طرف چلے گئے ہیں کہ تعوذ آخر میں پڑھے۔ یعنی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ'' پڑھے۔

حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت آدمی تلاوت کرتا ہے تو اس کے دل میں خیال آ جائے کہ میں نے بہت اچھا کام کیا ہے بڑی نیکی کا کام کیا ہے۔ تو اس نیکی پر فخر کرنے لگے اور خوش ہونے لگے ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ نیکی رائیگاں چلی جائے اس واسطے وہ شیطان سے پناہ مانگے کیونکہ یہ نیکی پر فخر اور ناز شیطان کی طرف سے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ فلسفہ وہ اپنے طور پر بیان کرتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کا معمول کیا تھا؟ کہ ابتداء تلاوت میں تعوذ پڑھتے تھے یا فراغت کے بعد ان شاء اللہ دلائل سے ثابت کیا جائے گا کہ آپ شروع میں تعوذ پڑھتے تھے۔ آخر میں تلاوت کے بعد یہ تعوذ پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ ان کا درست نہیں کہ فارغ ہونے کے بعد تعوذ پڑھے۔اور استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝﴾ (سورۃ النحل' آیت:۹۸)

یہاں "فَاسْتَعِذْ" میں فاء لفظ استعال ہوا ہے جو تعقیب کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو کسی چیز سے بعد میں بنانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔اس فاء کو سامنے رکھ کر تو انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ تعوذ فارغ ہونے کے بعد پڑھے مگر فاء ہمیشہ یہ معنیٰ نہیں دیتی اگر دلائل دوسرے موجود ہوں۔جیسے قرآن مجید کے اندر ہے ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:٦) "جب تم نماز کے لیے قیام کرو۔پس چہروں کو دھوو......"

اس مقام پر فاء استعال ہوئی ہے تو کیا اب وضوء نماز سے پہلے کرتے ہیں کہ بعد میں؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ وضوء نماز سے پہلے ہے۔یہ نہیں کہ نماز سے فارغ ہو کر وضوء کرنا شروع کر دو۔اب چونکہ دلائل دوسرے ملتے ہیں تو فاء کا یہ مطلب نہیں کہ نماز کے بعد وضوء کرو۔اسی طرح "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" کا یہ مطلب نہیں لیا جائے گا کہ تلاوت کے بعد تعوذ پڑھو۔کیونکہ رسول کریم ﷺ نے پوری زندگی اس آیت پر عمل کیا ہے اور آپ ﷺ تعوذ قبل التلاوۃ پڑھتے تھے۔

نماز کے اندر ہی دیکھو۔اللہ اکبر کہہ کر ثناء یا کوئی دعائے استفتاح پڑھتا ہے اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت آتی ہے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پہلے پڑھتے ہیں یا فارغ ہونے کے بعد۔ظاہر ہے پہلے پڑھتے ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۳/۳۰) بروز پیر

شیطان کے لغوی معانی

تعوذ کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی اس کے اندر شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔

پہلا معنی: شیطان لفظ کا معنی اہل لغت نے ایک تو یہ بیان کیا ہے دور والی چیز۔ تو یہ شیطان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اللہ کی لعنت اس پر مسلط ہو چکی ہے۔ اس واسطے اس کا لقب اور نام شیطان رکھ دیا گیا ہے۔ یہ شطن سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی دور ہونا ہے۔ وزن اس کا اس اعتبار سے فیعال بنے گا نون اصلی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (سورۃ الحجر، آیت:۳۵) ایک اور مقام پر فرمایا ﴿وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ﴾ (سورۃ ص، آیت:۷۸) اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شیطان پر مسلط ہو گئی ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور تکبر کیا۔ مشہور ہے

تکبر عزازیل راخوار کرد
بہ زندانِ لعنت گرفتار کرد

تو لعنت کی زنجیروں میں یہ جکڑا ہوا ہے۔

دوسرا معنی: شیطان کا دوسرا معنی ہلاک تباہ اور برباد ہونے والا ہے۔ تباہی اور ہلاکت شیطان کے مقدر میں ہے۔ اور جو اس کے پیروکار ہیں ان کے بھی مقدر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○﴾ (سورۃ ص، آیت:۸۵) کہ جو شیطان کے پیروکار ہونگے اور خود شیطان سے میں جہنم کو بھروں گا۔ اب جو جہنم رسید ہو جائے جس کا انجام ہی جہنم ہے وہ تو تباہ و برباد ہو گیا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا معنی: تیسرا معنی اہل علم نے اس کا یہ بیان کیا ہے کہ جس کے اندر سرکشی تمرد اور طبیعت کے اندر شرارت پائی جائے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ تو شیطان کے اندر بھی یہ چیزیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝﴾ (سورۃ الصافات، آیت:۷) کہ سرکشی اور تمرد جن کی طبیعت میں پایا جاتا ہے ان شیاطین سے ہم نے آسمان سے جو ستارے گرتے ہیں چنگارے نکلتے ہیں ان کے ذریعے ان شیطانوں سے ہم نے آسمان کو محفوظ کیا ہے۔

" رَجِیْم " کا معنی بھی مردود ہے تو مردود اس کو ہی بنایا جاتا ہے جس میں سرکشی اور تمرد موجود ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رمضان جب آجاتا ہے متمرد قسم کے جو جن ہیں ان کو جکڑ لیا جاتا ہے۔ تو یہ شیطان لفظ ابلیس کے ساتھ ہی صرف مخصوص نہیں بلکہ جس کی طبیعت میں تمرد پایا جائے، سرکشی پائی جائے، شرارت جس کی طبیعت میں ہو تو اہل عرب اس پر شیطان کا لفظ بول لیتے ہیں۔ خواہ وہ انسان ہو، خواہ وہ کوئی جن ہو، خواہ کوئی دوسرا حیوان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ (سورۃ الأنعام، آیت:۱۱۳) فرمایا "جتنے پیغمبر گزرے ہیں سارے پیغمبروں کے دشمن شیطان تھے۔ وہ انسانوں میں سے اور جنوں میں سے تھے۔"

تو انسانوں پر بھی شیطان کا لفظ بولا جاتا ہے۔ شرارتی متمرد اور سرکش قسم کا انسان ہو تو اس پر بھی شیطان بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے آخری سورۃ کے اندر فرمایا ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾ (سورۃ الناس، آیت:٦) "وسوسہ ڈالنے والے خناس سے میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ وہ جنوں میں سے ہیں اور انسانوں میں سے ہیں۔

تو لفظ شیطان، جن پر بھی بول لیتے ہیں۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ شَيَاطِينِ الْأُنْسِ وَالْجِنِّ) کہ "جن اور انسان شیطانوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔" ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: اے اللہ کے پیغمبر! ان انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ شرارتی کوئی بھی چیز ہو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو شیطان کہہ دیا جاتا ہے۔ حدیث کے اندر ذکر ہے کہ ایک دفعہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سواری طلب کی تو ایک بہترین ترکی گھوڑا پیش کر دیا گیا جس وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم میرے پاس شیطان لے کر آئے ہو۔ یہ گھوڑا تو نہیں شیطان ہے۔

بہرحال جانور پر بھی یہ لفظ شیطان بول لیتے ہیں۔ تو یہ لفظ جامع (شیطان) تعوذ کے اندر آیا ہے۔ ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ '' کہ شیطان مردود لعین سے میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اس کے اندر جتنی بھی شرارتی چیزیں ہیں انسان جن وغیرہ سب شامل ہو گئے۔

اس تعوذ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ تعوذ ہی نازل فرمایا تھا پھر دوسرے نمبر پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ ...... عام علماء یہ بیان کرتے رہتے ہیں ایک روایت اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہے حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے اندر وہ نقل فرمائی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں " أَوَّلَ مَا نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: "يَا مُحَمَّدُ!" قُلْ: "أَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" ثُمَّ قَالَ لَهُ: "قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ثُمَّ قَالَ لَهُ: "قُلْ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ " مگر یہ روایت سند کے اعتبار سے انتہائی ضعیف اور کمزور ہے اس قابل نہیں کہ اس سے کوئی مسئلہ ثابت کیا جائے۔ کیونکہ اس کی سند اس طرح حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے نقل کی ہے " ثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَمَّارَةَ عَنْ أَبِيْ رَوْقٍ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "

اس سند کے اندر دو نقص ہیں ایک تو ضحاک بن مزاحم ہلالی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کر رہے ہیں ان کی ملاقات ہی ان سے نہیں۔

دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ یہ بشر بن عمارہ راوی نہایت کمزور راوی ہیں۔ محدثین نے اس پر کڑی جرح کی ہے۔ اس قابل نہیں کہ اسکی روایت سے احتجاج کیا جائے۔

اس سلسلے میں صحیح بخاری کے اندر جو بات آئی ہے وہ یہی ہے کہ جبریل علیہ السلام غار حرا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تو انہوں نے یہی فرمایا: اِقْرَأْ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" مَا اَنَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقاری " پھر دبایا اور فرمایا ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝﴾ (سورۃ العلق' آیت:۱) یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اس میں تعوذ کا ذکر نہیں آیا ویسے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ﴾ (سورۃ النحل' آیت:۹۸) اس واسطے رسول کریم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت تعوذ پڑھتے تھے۔ ہم بھی پڑھتے ہیں۔ باقی تعوذ کے نزول والی بات وہ بے ثبوت ہے۔ روایت نہایت کمزور ہے۔ نبی کریم ﷺ سے تعوذ کے متعدد الفاظ مروی ہیں۔ کسی موقع پر کوئی لفظ پڑھ لیتے اور کسی موقع پر کوئی لفظ پڑھ لیتے۔ مسند احمد کے اندر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ کے اندر بھی یہ حدیث آئی ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کو نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ یہ الفاظ کہتے (سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ) یہ پڑھ کر پھر نبی کریم ﷺ تلاوت شروع کرتے تو ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ تعوذ پڑھتے۔ نماز کے اندر یہ الفاظ آپ پڑھتے نماز کے علاوہ بھی انسان ان الفاظ سے تعوذ پڑھ سکتا ہے۔

اب عام طور پر اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے لیکن پوری طرح کما حقہ اس پر عمل نہیں ہوتا۔ کئی تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین دفعہ چھوڑ دیتے ہیں اور جن لفظوں میں آپ ﷺ نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھی ان لفظوں میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کو نہیں پڑھتے۔ اور کئی سُبْحَانَکَ کی جگہ اَللّٰھُمَّ بَاعِد...... پڑھ لیتے ہیں خلاصہ یہ کہ اس حدیث کے کچھ حصے پر عمل کر لیتے ہیں مکمل حدیث پر خال خال ہی کوئی عمل کرتا ہے۔ تو اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ 003987

"ھَمْزِہٖ" سے مراد شیطان کی چھیڑ چھاڑ' شیطان کے وسوسے اور اس کے چوکے ہیں تو ان سے پناہ مانگی۔ اور "نَفْخ" سے مراد شیطان کا تکبر اور اس کی اکڑ' حق کے سامنے اکڑنا اور تکبر کرنا۔ "نَفْث" کی دو تفسیریں کرتے ہیں: (ا) شیطان کی شعروشاعری شاعری کے ذریعے بھی بہت سارے لوگ راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں ماسوائے چند متقی اور پرہیزگار لوگوں کے۔ باقی اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مبالغہ ایسے کرتے ہیں کہ اپنے تخیل میں آ کر کتاب و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کی ان کو پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ○﴾ (سورۃ الشعراء' آیت:۲۲۴) کہ ''شعراء کے پیچھے گمراہ ہی لگتے ہیں۔'' ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهِيمُوْنَ ○﴾ (ایضاً' آیت:۲۲۵) ''ہر وادی کے اندر وہ سرگرداں پھرتے ہیں کوئی ان کو پرواہ نہیں ہوتی اپنا تخیل انہوں نے قائم رکھنا ہوتا ہے۔'' ﴿وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ○﴾ (ایضاً' آیت:۲۲۶) ایسے ایسے دعوے کرتے ہیں کہ جن سے کیا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ خواہ مخواہ دوسروں کے کام یا نا کردہ کام اپنے ذمہ لگاتے جائیں گے۔ اور فخر اور ناز کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ﴾ (ایضاً' آیت:۲۲۷) کہ ایمان دار اور صالح عمل کرنے والے لوگ کچھ خیال رکھتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور شعر تو فن ہی ایسا ہے کہ جتنا اس میں جھوٹ بولو گے اتنا شعر زیادہ لذیذ اور خوبصورت ہوگا۔ اس واسطے ایک بزرگ عارف گنجوی صاحب اپنے بیٹے کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے سمجھا رہے ہیں۔

پیچ در شعر و درفن او

چوں اکذب اواست احسن او

شعر وشاعری کے فن میں نہ پھنسنا کیونکہ جتنا زیادہ جھوٹا شعر ہوگا اتنا ہی اچھا سمجھا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اس سے پناہ مانگتے یا اللہ مجھے اس سے محفوظ رکھ کیونکہ شیطان اس طریقے سے بھی گمراہ کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شعروں کی تعلیم نہیں دی۔ فرمایا: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ (سورۃ یٰسٓ' آیت:۶۹) کہ نبی کریم ﷺ کو ہم نے شعر نہیں سکھائے اور یہ شاعری نبی کے لائق ہی نہیں' یہ مناسب ہی نہیں کیونکہ پیغمبر کا مقام پیغمبر والا مقام ہے اور شاعر والا مقام اور ہے۔ بہرحال اچھے شعر اچھے شعر ہی ہیں کتاب وسنت نے ان کو برا نہیں سمجھا۔ یہ ان اشعار کی بات ہے جو جھوٹ ہی جھوٹ ہو اور تخیل ہی تخیل ہو۔ اور جس میں کتاب وسنت اور واقع کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔ جبکہ شیطان کا تو کام ہی یہی ہے۔

دوسرا معنیٰ ''نَفث'' کا جادو کرتے ہیں کہ یہ جادو کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے کئی تو جادو کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کئی پر جادو کا اثر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ شیطان کی ان جادو والی سکیموں سے بھی پناہ مانگتے تھے۔ لہٰذا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے پر بھی عمل کرنا چاہئے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد لا الہ الا اللہ تین مرتبہ اور پھر تعوذ کے یہ الفاظ پڑھے۔ اگر سُبْحَانَکَ" کی جگہ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ" یا "اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ" یا جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں وہ پڑھے تو تعوذ کے الفاظ تو کم از کم وہ پڑھے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۳/۳۱) بروز منگل

تعوذ کے مختلف الفاظ اور پڑھنے کے مواقع

تعوذ کے کلمات اور الفاظ کا تذکرہ ہو رہا ہے اس سلسلے میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان ہو چکی ہے۔ دوسری حدیث اس سلسلے میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی ہے مسند امام احمد اور کئی کتابوں میں ہے فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً تین مرتبہ پڑھتے اَلْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْراً تین مرتبہ پڑھتے اور سُبْحَانَ اللّٰهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً تین مرتبہ پڑھتے پھر تعوذ ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّىٓ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ) یہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہی ہے کہ "سبحانک اللھم" کی جگہ مذکورہ بالا ذکر کر لے تو بھی درست ہے تیسری حدیث اس سلسلے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّيٓ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ) ان کلمات کے ساتھ بھی انسان تعوذ پڑھ سکتا ہے۔

چوتھی حدیث ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو تین دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور تین دفعہ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے اور تین دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ" کے الفاظ کے ساتھ تعوذ پڑھتے۔

اس حدیث سے یہ بات نکل رہی ہے کہ "سُبْحَانَكَ" کی جگہ مذکورہ بالا ذکر کر لے تو بھی درست ہے بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر یہ ذکر بھی کر لیتے۔

غصے کے وقت "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے: پانچویں حدیث تعوذ کے کلمات کے سلسلے میں صحیح بخاری و مسلم کے اندر ہے دوسری کتابوں میں بھی آئی ہے رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے صحابی سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑے انہوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایک آدمی کو غصہ زیادہ ہی آ گیا' رگیں اس کی پھول گئیں اور چہرہ اس کا سرخ ہو گیا اپنے آپ سے باہر ہونے لگا رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے " إِنِّي أَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ " مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ کلمہ یہ غصے والا آدمی کہہ دے تو اس کا غصہ کافور ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی جلدی جلدی اس آدمی کے پاس گئے جس کو غصہ آیا تھا اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ اس طرح فرما رہے ہیں اس لیے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ لو وہ آدمی چونکہ غصے میں تھا کہنے لگا تم سمجھتے ہو کہ میں کوئی مجنوں اور پاگل ہو گیا ہوں غصے کی وجہ سے اس نے رسول اللہ ﷺ کی بات سننے کی بھی کوشش نہیں کی۔

گزارش کرنے کا مقصد ہے کہ تعوذ کے یہ الفاظ بھی آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ بھی آدمی تعوذ پڑھ سکتا ہے۔ لیکن دوسرے کلمات جو گزر چکے ہیں ان میں کچھ اضافہ ہے وہ بھی پڑھ لے تو بہتر ہے۔ اور اگر اتنے پر اکتفاء کر لے تو تعوذ اس کا ہو جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ جس وقت انسان کو غصہ آیا ہوتا ہے تو اس وقت اس کی عقل' بصیرت اور فراست کام نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے کہ آداب اور مناظرہ کے جو ماہر ہیں وہ اپنی کتابوں کے اندر لکھتے ہیں کہ جب تم کسی سے گفتگو کر رہے ہو تو اپنی طبیعت میں غصہ نہ لاؤ کیونکہ تمہیں غصہ آ جائے گا تو تم صحیح بات بھی کرنا چاہو گے تو تم سے صحیح بات نہیں ہو سکے گی۔

اور جو علماء کرام مناظرہ کے میدان میں اپنی طبیعت میں غصہ نہیں آنے دیتے ان کو اللہ تعالیٰ کامیابی دے دیتا ہے۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنی طبیعت میں غصہ نہیں آنے دیتے تھے۔ تحمل اور بردباری کے ساتھ مدمقابل آدمی سے گفتگو کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی دے دیتا تھا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ دلائل مضبوط اور ٹھوس ہوں اور طبیعت میں غصہ نہ ہو تو مدمقابل پر خود بخود اثر پڑتا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کا مناظرہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں جلال بہت تھا اس کے باوجود جب گفتگو کر رہے تھے تو ذرا بھی غصے کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ فرعون نے پوچھا ﴿وَ مَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ○﴾ (سورۃ الشعراء' آیت:۲۳) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ (سورۃ الشعراء' آیت:۲۴)

فرعون نے آس پاس والوں سے کہا: ﴿اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾ تو فرمایا ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○﴾ (ایضاً' آیت: ۲۶) رب العالمین وہ ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ پھر اس نے کہا: ﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ (ایضاً' آیت:۲۸)

اب وہ بار بار بات کرتا جا رہا ہے موسیٰ علیہ السلام غصے میں نہیں آتے بلکہ اور دلائل پیش کرتے جاتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گرم ہو گیا اور کہنے لگا ﴿لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ○﴾ (ایضاً' آیت:۲۹) میرے علاوہ کسی اور کو اِلٰہ مانا تو جیل میں ڈال کر قید کر لوں گا' اب یہ کوئی جواب ہے موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کا؟ دلائل کی جو گرفت تھی اس نے فرعون پر اتنا اثر ڈال دیا کہ وہ دھمکیاں دینے پر اتر آیا۔

تو غصہ جس وقت انسان کو آ جائے اس وقت اس کو سمجھ نہیں آتی کہ کونسی بات میں نے کہنا ہے اور کونسی نہیں کہنا۔ اس واسطے آدمی کوشش کرے کہ غصہ اپنے قریب بھی نہ لائے۔

یہ تعوذ کے مختلف کلمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور کتابوں کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ اس لیے ان میں سے کوئی بھی کلمہ تعوذ پڑھ لے تو جو اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ (سورۃ النحل' آیت:۹۸) فرمایا ہے اس پر عمل ہو جائے گا۔

تعوذ کے فوائد اور تعوذ کے مقامات: ویسے تلاوت کے علاوہ دوسرے مقاموں پر بھی تعوذ ثابت ہے۔ اور ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے بھی تعوذ ثابت ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی یہ منقول اور مروی ہے۔

نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اور تو احکم الحاکمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ﴿يٰنُوْحُ إِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۝﴾ (سورۃ ھود' آیت:٤٦) فرمایا''کہ یہ تمہارے اہل سے نہیں' عمل ہی نیک نہیں' آپ ایسی چیز کا مجھ سے سوال نہ کریں جس کا آپ کو علم نہیں۔''تو نوح علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبِّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْلِيْ وَتَرْحَمْنِيْ أَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت:٤٧) ''فرمایا یا اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ کہ ایسی چیز کا میں سوال کروں جس کا مجھے علم ہی نہیں۔ اگر تو نے مجھ پر رحم نہ فرمایا اور مجھے نہ بخشا تو خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔''

نوح علیہ السلام نے تعوذ ان الفاظ کے ساتھ پڑھا ہے ایسے موقع پر جس وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کا سوال کیا جس کا انہیں علم نہیں تھا۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون سے گفتگو کر رہے تھے تو جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دیں' تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿إِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝﴾ (سورۃ الدخان' آیت:٢٠) ''کہ میں اپنے رب کے ساتھ اور تمہارے رب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو۔'' دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿إِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ (سورۃ المومن' آیت:٣٧) ''کہ جو متکبر ہیں اور یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے میں ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔''

تو ایسے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے جس وقت کسی بے دین اور بے ایمان سے گفتگو کر رہا ہو اور وہ دھمکیاں دے رہا ہو۔

یوسف علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزیز مصر کی بیوی نے دروازے بند کر لیے اور یوسف علیہ السلام سے کہا ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ (سورۃ یوسف' آیت:٢٣) تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهٗ رَبِّيْ أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (سورۃ یوسف' آیت:٢٣) ''میں بے حیائی اور برائی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس نے میری اقامت بہت اچھی بنائی میرا وہ رب ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو انسان کی زندگی میں اگر ایسا کوئی موقع بن جائے کہ گناہ کی اس کو دعوت دی جا رہی ہو تو ایسے موقع پر پناہ طلب کرنا چاہیے۔

یوسف علیہ السلام کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف سے کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی اور کو اس بنیامین کی جگہ پکڑ کر گرفتار کر لو۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ نَّأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ. إِنَّا إِذًا لَّظَالِمُوْنَ ۝﴾ (سورۃ یوسف، آیت: ۷۹) ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ سامان تو برآمد کسی سے ہو اور اس کی جگہ کسی اور کو گرفتار کریں۔''

ایسا موقع ہو کہ جس موقع پر زیادتی اور ناانصافی کی دعوت کسی کو دی جا رہی ہو تو یوسفی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت: ٦٧) آدمی قتل ہو گیا تو آدمی کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ ان کو بتا دیا کہ ایک گائے ذبح کر کے مقتول کے بدن کو اس کا گوشت لگاؤ تو وہ خود بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا تو وہ کہنے لگے: ﴿أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ (ایضاً) ہمارا مذاق اڑاتے ہو۔ اس طرح بھی کبھی ہوا ہے کہ گائے کا گوشت مقتول کے بدن کو لگایا جائے اور وہ زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتائے؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ۝﴾ (ایضاً) ''میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے بنوں۔'' اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مذاق اڑانا اور ٹھٹھا کرنا تو جاہل لوگوں کا کام ہے اللہ کے پیغمبروں کا کام نہیں۔

ایسے موقعوں پر جب قوم اور لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کا مذاق اڑانا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا چاہیے۔

رسول کریم ﷺ سے بھی یہ تعوذ اور اللہ کی پناہ بہت جگہوں میں ثابت ہے۔ اور کئی چیزوں سے آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔ اور آپ ﷺ نے تعلیم بھی دی۔

نماز کے اندر نبی کریم (اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ) تعوذ پڑھتے۔

اور آپ ﷺ نے تعلیم بھی اس کی دی ہے صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے (إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ) کہ تم میں سے جب کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو وہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔

ہاں ان کلمات کی ترتیب اگر بدل بھی جائے تو کوئی حرج نہیں کئی روایتوں میں اس طرح بھی آتا ہے (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عِذَابِ جَهَنَّمَ) اور کئی میں مسیح دجال کا ذکر پہلے آجاتا ہے اور محیا و ممات کے الفاظ بعد میں آجاتے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ وتروں میں قنوت کرتے تو یہ پڑھتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَآ أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ) یا اللہ میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ! تیرے معاف کرنے کے ساتھ تیری سزا اور عتاب سے میں پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ! تیرے ساتھ تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں یا اللہ! میں تیری حمدوں کی استطاعت ہی نہیں رکھتا یا اللہ! تو ویسے ہے جیسے تو نے اپنے نفس پر ثناء کی۔

تو قنوت وتر میں یہ کلمات بھی آدمی کو پڑھنے چاہئیں۔ وقتاً فوقتاً دوسری دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے: جن چیزوں سے نبی اکرم ﷺ پناہ طلب کرتے ان میں سے یہ بھی ہیں (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ) آپ یہ بھی پڑھتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ دُعَآءٍ لَّا يُسْمَعُ وَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَ مِنْ بَطْنٍ لَّا يَشْبَعُ) (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء جب جاتے تو ان الفاظ کے ساتھ پناہ طلب کرتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ) آپ گھر سے باہر تشریف لاتے تو پڑھتے (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھی کئی مقامات ہیں جہاں نبی کریم ﷺ شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے۔ خاص طور پر انسان کا جو نفس ہے یہ بھی انسان کو برائی اور بے حیائی کی طرف اکساتا ہے۔ ﴿إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾ (سورۃ یوسف' آیت:۵۳) ہاں جن پر اللہ رحم فرمائے۔

تو چونکہ نفس انسان کو برائی کی طرف اکساتا ہے رسول اللہ ﷺ نفس کی شرارتوں سے بھی پناہ مانگتے۔ خطبہ مسنونہ میں آپ ﷺ فرماتے (وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا) .

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۸/۴/۱ء) بروز بدھ

تعوذ کا مزید بیان

کتاب وسنت کی روشنی میں تعوذ کا ذکر ہو رہا تھا کہ تلاوت کے وقت بھی اور دوسرے مقامات پر بھی شیطان مردود سے پناہ مانگی جاتی ہے اور دوسری بہت ساری چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝﴾ (سورۃ مریم' آیات: ۱۶-۱۸)

جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں مریم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو مریم رضی اللہ عنہا نے پناہ مانگی " إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ " کے ساتھ' اگر تو متقی پرہیزگار ہے تو میں تم سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتی ہوں۔

﴿قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۝﴾ (ایضاً' آیت: ۱۹)

جبرئیل علیہ السلام فرمانے لگے کہ میں تمہارے رب کی طرف سے قاصد ہوں تمہیں لڑکے کی بشارت سنانے کے لیے آیا ہوں۔

مریم رضی اللہ عنہا نے ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی تو ایسا موقع اگر بن جائے کوئی خطرے اور خدشے والا' تو وہاں بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر دو سورتیں نازل فرمادی جن کے اندر جامع قسم کا تعوذ ہے۔ آخری دو سورتیں "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " اور "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ " ان کے اندر رب تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے' رات کی تاریکیوں میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان سے پناہ طلب کی گئی ہے اور جادوگر اور ٹونہ کرنے والے جو شرارتیں کرتے ہیں' ان سے پناہ طلب کی گئی ہے' حاسد کی شرارتوں سے' اور "خَنَّاسُ " جو لوگوں کے سینوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ خواہ وہ جن ہیں خواہ وہ انسان ہیں۔

جادو کے اثر زائل کرنے کے لیے بھی یہ دونوں سورتیں بڑی بہترین ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" اور معوذتین پڑھتے۔ آدمی کو چاہیے کہ اس معمول کے مطابق اپنا معمول بنائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی معمول تھا صحیح بخاری کے اندر ہے کہ آپ جس وقت رات بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ تین آخری قل پڑھ کر ہاتھوں میں پھونک لگاتے اور بدن کے جتنے جتنے حصے پر وہ ہاتھ پھیر سکتے پھیرتے اور دم کرتے۔ تین دفعہ یہ عمل کرتے۔ تو انسان کو چاہیے کہ سوتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ اس کی مخلوق کی شرارتوں سے جن وانس کی شرارتوں سے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک اور تعوذ تعلیم فرمایا کہ آدمی شام کے وقت یہ کہے "أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" تو اس رات وہ بچھو وغیرہ کے ڈسنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ عام طور پر تعوذ کرتے ہوئے «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ» "یا اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں غم اور حزن سے' بزدلی اور بخل سے عاجزی اور سست ہو جانے سے' اور اس بات سے بھی کہ رذیل ترین عمر میں لوٹا دیا جاؤں (ایسی عمر سے جو رذیل ترین ہے جس میں انسان جا کر اپنوں کی توجہ سے ہٹ جاتا ہے) اور قرضے کے غلبے سے اور لوگوں کے غلبے سے (کہ وہ قاہر و غالب بن جائیں اور میں مغلوب و مقہور بن جاؤں)

ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ یہ تعوذ بھی پڑھتے «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمَا لَمْ أَعْمَلْ» نبی کریم ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا سکھلائی اس کے اندر تعوذ بھی ہے فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھلائی «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَ مَا لَمْ أَعْلَمْ وَ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَأَلَکَ عَبْدُکَ وَ نَبِیُّکَ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَمِنْهُ عَبْدُکَ وَ نَبِیُّکَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَ مَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْعَمَلٍ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَ مَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ . اَللّٰهُمَّ أَسْئَلُکَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ مَا قَضَيْتَهُ خَيْرًا لِيْ » کہ ''اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی بھلائی طلب کرتا ہوں (دنیا کی بھلائی ہو یا آخرت کی؛ وہ میرے علم میں ہو خواہ میرے علم میں نہ ہو۔ اور ہر قسم کی برائی سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں وہ دنیا کی برائی ہو یا آخرت کی برائی ہو' میرے علم میں ہے خواہ وہ برائی میرے علم میں نہیں۔ یا اللہ! میں تجھ سے ہر اس خیر و بھلائی کا طلب گار ہوں جس خیر اور بھلائی کا تجھ سے تیرے بندے اور نبی ﷺ نے سوال کیا۔ اور ہر اس شر اور برائی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس جس شر سے تیرے بندے اور نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے پناہ طلب کی ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے جنت طلب کرتا ہوں اور ہر اس قول و عمل کا یا اللہ! تجھ سے میں مطالبہ کرتا ہوں جو قول و عمل جنت کے قریب کر دے۔ اور جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں اور ہر اس قول و عمل سے' یا اللہ! پناہ طلب کرتا ہوں جو قول و عمل دوزخ اور جہنم کی طرف لے جائے۔ اور یا اللہ تیرے جتنے بھی فیصلے ہیں ان سب کو میرے حق میں بہتر بنا دے۔''

اس کے اندر بھی جو تعوذ تعلیم فرمایا ہے وہ بڑا جامع قسم کا تعوذ ہے «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ» اور «وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا عَاذَمِنْهُ عَبْدُکَ وَ نَبِيُّکَ» «أَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَ مَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْعَمَلٍ» یہ تو اس تعوذ کا ذکر تھا جو انسان اپنے واسطے کرتا ہے اور ایسی بھی حدیثیں اور آیتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ہی فرمایا ہے ﴿فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَآ أُنْثٰى وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:٣٦) اللہ تعالیٰ نے عمران علیہ السلام کی بیوی کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو لڑکی مریم رضی اللہ عنہا عطا کی تو فرمانے لگی: اس بچی اور بچی کا میں نے مریم نام رکھا ہے اور میں اس بچی کو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی اولاد کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ شیطان مردود کا ان پر وار نہ چل سکے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چوکا مارتا ہے صرف یہ دو بچے مریم اور ان کے صاحبزادے مسیح علیہ السلام بچے ہیں ان کو شیطان کوشش کرنے کے باوجود چوکہ نہیں مارسکا۔

نبی کریم ﷺ بھی حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو یہ دم کرتے تھے «أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ» ''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کمل کلمات کے ساتھ پناہ میں دیتا ہوں شیطان کی ہر شرارت سے اور کیڑے مکوڑوں کی شرارتوں سے' اور نظر جو لگ جانیوالی ہے اس کی شرارتوں سے میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

اور فرمایا کہ یہ وہ دم ہے جو ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادوں اسماعیل و اسحٰق علیہما السلام کو دم کیا کرتے تھے۔ اس واسطے یہ دم یاد کر کے وقتاً فوقتاً اپنے بچوں' نواسوں اور پوتوں وغیرہ کو دم کرتے رہنا چاہیے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲/۴/۱۹۹۸ء) بروز جمعرات

تعوذ کے مسائل

مسئلہ اُولیٰ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر بات چیت کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ تعوذ کے کچھ مسائل بیان کر دیے جائیں کیونکہ عام لوگوں کو ان مسائل کی واقفیت نہیں ہوتی۔ وہ مسائل کئی ہیں۔ مسئلہ اولیٰ: یہ تعوذ فرض ہے یا کہ فرض نہیں؟

عام اہل علم کا یہ خیال ہے کہ یہ فرض نہیں اگر کوئی تعوذ پڑھ لیتا ہے تو اسے اجر و ثواب ملے گا اور اگر تعوذ کے بغیر تلاوت شروع کر دے تو گنہگار نہیں ہوگا۔ صرف ثواب سے محروم ہوگا مگر صحیح بات یہی ہے کہ تعوذ فرض اور ضروری ہے اور پڑھے گا تو ثواب ملے گا' فرض ادا ہو جائے گا' اور اگر نہیں پڑھے گا تو وہ گنہگار رہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی لازم آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝﴾ (سورۃ النحل' آیت: ۹۸) ''جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کرو تو شیطان مردود سے پناہ طلب کرو۔'' یہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس پر عمل نہیں ہوگا جتنی دیر تک وہ تعوذ نہ پڑھے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ ہوا تو انسان گنہگار ہی ہوگا۔ ہاں ایسی کوئی دلیل قرآن وحدیث میں مل جاتی جس سے پتہ چل جاتا کہ تعوذ نہ پڑھنے کی بھی گنجائش ہے تو پھر یہ بات بن سکتی تھی کہ پڑھ لے تو ثواب ملے گا نہ پڑھے تو گنہگار نہیں ہوگا' مگر ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔

مسئلہ ثانیہ: یہ مسئلہ بھی اہل علم کے درمیان چلتا ہے کہ عمر میں کتنی مرتبہ یہ تعوذ پڑھنا ضروری ہے۔ کچھ اہل علم تو اس طرف چلے گئے ہیں کہ پوری زندگی میں ایک بار پڑھنا ضروری ہے۔ ایک بار پڑھ لے تو فریضہ ادا ہو جائے گا' اس کا بار بار پڑھنا ضروری نہیں۔ مگر یہ بات بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ قرآن مجید کے جو الفاظ ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بھی درست نہیں۔ امام رازیؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے جو الفاظ ہیں تعوذ کے سلسلے میں ﴿فَإِذَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ ...... " (حوالہ مذکورہ بالا) یہ دلالت کر رہے ہیں کہ جب انسان قرآن مجید کی تلاوت کرے تو اس وقت تعوذ پڑھے۔ تو جتنی مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا اتنی مرتبہ تعوذ پڑھے گا۔

اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ (سورة المائدة' آیت:٦) "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو وضوء کرلو۔" کیا مطلب کہ زندگی میں ایک مرتبہ وضوء کرلو۔ نہیں بلکہ جب بھی نماز پڑھو تو اس وقت وضوء کرو۔

تو اس جگہ بھی وہی اذا قرأت کے لفظ ہیں کہ جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کرو؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ جب بھی تلاوت شروع کرے تو تعوذ پڑھے۔

اسی چیز کو مدنظر رکھ کر کئی اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ نماز کے اندر ہر رکعت کے شروع میں تعوذ پڑھے۔ کیونکہ پہلی رکعت میں قرآن مجید کی تلاوت آتی ہے دوسری رکعت شروع کرے گا تو اس میں پھر قرآن مجید کی تلاوت شروع کرے گا تیسری میں بھی۔ تو ہر رکعت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھتا جائے۔ فاذا قرات کو سامنے رکھ کر۔

اتنی بات تو کہی جاسکتی ہے کہ جب پہلی رکعت کے شروع میں تعوذ پڑھ لے گا تو ایک دفعہ تو اس نے تعوذ پڑھ لیا تو آگے تلاوت پہلی رکعت میں آجائے دوسری میں آجائے تیسری میں آجائے وہ پہلا تعوذ کام دیتا جائے گا۔ پھر بھی بہتر یہ ہے کہ آدمی ہر رکعت کے شروع میں تعوذ پڑھ ہی لے۔ کیونکہ قرآن کے الفاظ کا تقاضا یہی معلوم ہو رہا ہے۔

شیخ البانی ﷫ جو اس وقت بہت بڑے محدث ہیں ان کی رائے بھی یہی ہے۔

مسئلہ ثالثہ: یہ مسئلہ بھی اہل علم کے اندر چلتا ہے کہ تعوذ آہستہ پڑھنا ہے یا بلند آواز سے۔ کئی بزرگ اس طرف چلے گئے ہیں کہ جہری نمازوں کی جہری رکعتوں میں تعوذ جہراً پڑھا جائے اور سری رکعتوں میں سراً۔ بعض صحابہ کرام کا عمل جہراً پڑھنے کا ملتا ہے اور کئی صحابہ کرام سراً پڑھتے تھے۔

ہمارے علاقوں میں علماء اور صلحاء تعوذ آہستہ ہی پڑھتے ہیں۔ جہراً پڑھنے کی کوئی خاص دلیل قرآن وحدیث میں نہیں ملتی ہے رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی ایسی صحیح روایت ذخیرہ حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں ملتی جس میں ہو کہ تعوذ آپ جہراً پڑھتے تھے۔

تعوذ اللہ کا ذکر ہے اور ذکر کے متعلق اصول وضابطہ یہ ہے کہ جس ذکر کا جہراً پڑھنا ثابت ہو جائے قرآن مجید یا حدیث نبوی سے تو وہ ذکر جہراً کیا جائے گا جس طرح نماز کے اندر امام بلند آواز سے تکبیریں کہتا ہے اس طرح نماز کے پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ اکبر بلند آواز سے کہا جاتا ہے۔ تو جو ذکر بلند آواز سے ثابت ہیں وہ جہراً ہونگے۔

اور جن ذکروں کے جہر کا ثبوت نہیں ملتا وہ عام قاعدے کے مطابق سراً اور آہستہ ذکر کیے جائیں گے۔ اس عام قاعدے کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ ۝﴾ (سورۃ الأعراف' آیت: ۲۰۵) ''فرمایا کہ اللہ کا ذکر عاجزی اور ڈرتے ڈرتے کرو اور جہراً ذکر نہ کرو اپنے نفس کے اندر سراً اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔''

دعا کے متعلق بھی یہی قاعدہ ہے کہ دعا خفیہ ہوگی ہاں جو دعائیں اونچی ثابت ہیں دلیل کے ساتھ وہ اونچی مانگی جائیں گی باقی جو دعائیں ہیں وہ خفیہ اور آہستہ ہونگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ (سورۃ الأعراف' آیت: ۵۵) ''کہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی سے اور خفیہ پکارو۔'' تو یہ عام قاعدہ ہے۔ اور ذکر اور دعا کے متعلق عام قاعدہ یہی ہے کہ وہ آہستہ کیے جائیں۔ ہاں جو ذکر اور دعائیں اونچی پڑھنا ثابت ہیں تو وہ اونچی پڑھی جائیں گی۔ تعوذ رسول اللہ ﷺ سے اونچی پڑھنا ثابت نہیں اس واسطے عام قاعدے کے تحت اس تعوذ کو آہستہ پڑھا جائے گا۔ کیونکہ یہ دعا بھی ہے اور ذکر بھی ہے۔

مسئلہ رابعہ: چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ تعوذ نماز کی خاطر پڑھا جاتا ہے یا تلاوت کی خاطر؟ کئی اہل علم کی رائے ہے کہ یہ تعوذ نماز کی خاطر ہے۔ اس کا تعلق تلاوت کے ساتھ نہیں۔ ان کی رائے کے مطابق عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے متصل معاً تعوذ پڑھ لیا جائے گا کیونکہ یہ نماز کی خاطر ہے۔ اور جو تکبیرات زوائد ہیں ان کے بعد تلاوت شروع ہوگی۔ اور جو لوگ تعوذ کو تلاوت کی خاطر بناتے ہیں ان کے نزدیک عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ سے فارغ ہونے کے بعد تکبیرات زوائد سے فراغت حاصل کر کے تعوذ پڑھے۔ صحیح یہ دوسری بات ہے کہ تعوذ تلاوت کے واسطے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل " فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" آیت کریمہ ہے۔

تعوذ کی اہمیت: اس تعوذ کی بہت اہمیت ہے اور جس طرح انفرادی طور پر انسان تعوذ پڑھتا ہے اور شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہے اسی طرح ہمارے اجتماعی ملکی حالات بھی تقاضا کر رہے ہیں کہ شیطان مردود سے زیادہ سے زیادہ پناہ مانگی جائے۔ کہ ملک کے اندر بے حیائی برائی اور بے دینی عام ہو رہی ہے۔ پھر اس کو برسراقتدار طبقے کی سرپرستی حاصل ہے حالانکہ ملک کتاب وسنت کے نظام کے نفاذ کے لیے حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن حالات ایسے بنا دیئے گئے کہ وہ نظام نہ چلایا گیا بلکہ وہی انگریز کا نظام تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ چلایا گیا ہے۔ تو تعوذ اور شیطان سے پناہ کی مزید ضرورت ہے اور آدمی کوشش بھی خوب کرے کہ اسلام اور دین پر عمل کیا جائے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگے اور شیطان سے پناہ بھی مانگے کیونکہ شیطان نے تو یہ قسم کھائی ہے کہ ان لوگوں کو دین کی طرف آنے نہیں دینا۔ حتیٰ الوسع ان کو گمراہ کر کے دم لینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ بھی دعا کرتے تھے ((اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ)) یا اللہ! جو اسلام دشمن ہیں جن وانس ہمیں ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھ اور ہم ان کے مقابلے میں تجھے پیش کر رہے ہیں۔

حالات اس قسم کے بن چکے ہیں کہ ہر انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کا پابند بننا چاہیے اور جتنی اس کی ہمت ہے طاقت ہے دوسروں کو بھی اسلام پر کاربند رہنے کی تلقین کرے۔ خاص طور پہ برسراقتدار طبقے کی ذمہ داری ہے کہ وہ بزور بازو لوگوں کو اسلام پر لگائے۔ اندرون ملک بھی بہت ساری طاقتیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہین اور بیرون ملک بھی بہت ساری طاقتیں برسرپیکار ہیں کہ یہاں اسلام نہ آئے۔ بالخصوص ہندو اور یہودی ان کی تو سرتوڑ کوشش ہے کہ کسی طرح یہ ملک ختم کر دیا جائے۔ تو ملک کی بقاء اس میں ہے کہ جس نام پر اس کو حاصل کیا گیا ہے اس کو زندگی کے ہر شعبے میں اپنایا جائے۔ اس سے دنیا و آخرت میں ہماری عزت بنے گی اگر دین سے دور ہوتے جائیں گے تو پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے دیکھ لیا ہے کیا نتیجہ نکل رہا ہے۔

ہر آدمی کو کوشش کرنا چاہیے کہ وہ اسلام پر عمل کرے اور جتنے لوگ اس کے ماتحت ہیں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اسلام پر عمل کروائے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں «كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» کہ تم سے ہر ایک رعیت والا ہے اس کے ماتحت کچھ لوگ ہیں اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تو ملک میں جتنے مسلمان ہیں وہ ادنیٰ سے لے کر برسراقتدار طبقے تک' صدر' وزیراعظم تک' وہ یہ تہیہ کرلیں کہ اسلام کے ایک چھوٹے سے مسئلے سے بھی سرِمو انحراف نہیں کریں گے۔ تو آج ہی ملک کے اندر اسلام آ سکتا ہے۔

لیکن خود تو ہم شیطان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور دوسرے کو ہر کوئی ملامت کرتا جارہا ہے کہ فلان کا قصور ہے۔ فلاں کا قصور ہے۔ اور آپ خود نیک بننے کی طرف نہیں آرہا۔ تو تعوذ کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم خود بھی کوشش کریں۔ صرف زبانی کلامی تعوذ اور دعا پر اکتفا نہ کریں۔

بلکہ جو نمازی لوگ ہیں یہی صرف اسلام پر پوری طرح عمل کرنا شروع کردیں ان کی گھر کی زندگی' بازار کی زندگی' کارخانے اور کاروبار کی زندگی' کتاب وسنت کے مطابق بن جائے تو بہت سارا انقلاب آ سکتا ہے۔ نمازی لوگوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ نماز پڑھ لی اور چند کام کر لیے باقی امور میں دوسروں اور نمازیوں میں کوئی فرق نہیں۔ جس طرح وہ کررہے ہیں وہی یہ بھی کررہے ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۴) بروز ہفتہ www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○

پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ سورۃ الفاتحہ سات آیتوں پر مشتمل ہے اور اس کے اندر کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں تمام اہل اسلام خواہ وہ علماء ہیں خواہ وہ قراء ہیں اور خواہ وہ عوام ہیں سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں۔

ہاں سات آیتوں کی کیفیت میں اختلاف ہے' دو گروہ ہیں ایک گروہ کا نظریہ اور تحقیق یہ ہے کہ پہلی آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے اور آگے چھ آیتیں ہیں اور دوسرا گروہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ یہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پہلی آیت ہے اور چھ آیتیں اس کے بعد ہیں۔

چھٹی آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ آخری آیت ہے۔

دلیل اس کی یہ پیش کی جاتی ہے کہ پہلے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ آیت ہے یہ چھوٹی سی آیت ہے اس سے پیچھے جو آیت ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ بھی چھوٹی سی آیت ہے۔ تو صِرَاطَ الَّذِيْنَ سے آخر تک اگر ایک آیت بنائیں تو پہلی آیت کے ساتھ اس کی مناسبت نہیں رہتی یہ بڑی آیت بن جاتی ہے۔ تو اس آیت کی مناسبت سے اس کی دو آیتیں بنتی ہیں۔

مگر یہ دلیل کمزور ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیتیں اور ان آیتوں کی تحدید توقیفی چیز ہے رسول اللہ ﷺ کے بتانے پر موقوف ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر اجتہاد کو دخل نہیں۔ یہ اجتہادی چیز نہیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ آیت کے درمیان تناسب والی بات یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں تو یہ اس دلیل کی کمزوری کی پہلی وجہ ہے کہ مسئلہ تو توقیفی ہے اور ثابت اس کو اجتہاد سے کیا جا رہا ہے جو درست نہیں۔

پھر یہ اجتہاد بھی درست نہیں۔ قرآن مجید کی دوسری آیتیں اور ان کے اندر مناسبت کو آدمی سامنے رکھے تو یہ اجتہاد بھی درست نہیں۔ چند ایک مثالیں قرآن مجید کے اندر دیکھ لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ اجتہاد کس حد تک صحیح ہے۔ پہلی مثال سورۃ البقرہ کا شروع۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد الٓمّٓ ○ ایک آیت ہے۔ اور ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ دوسری آیت ہے۔ الم کی مناسبت سے اس دوسری آیت کی کتنی آیتیں بنیں گی آپ خود ہی حساب لگا لیں ایک سے کم از کم زیادہ ہی بنیں گی۔ تین بنالو چار بنالو۔

تو یہ تناسب والی بات سامنے رکھ کر جو اجتہاد کیا گیا ہے یہ بات درست نہیں۔

دوسری مثال: سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۱ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○﴾ یہ ایک مکمل آیت ہے اور اب ۲۸۲ نمبر آیت کی تلاوت کریں ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○﴾ اب یہ پہلی آیت کے حساب سے اس آیت کی کتنی آیتیں بنتی ہیں وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حساب لگانے والوں پر مخفی نہیں۔ کیونکہ وہ ایک سطر کی آیت ہے اور یہ تقریباً دس سطروں کی آیت ہے۔

تو پتہ چلا کہ یہ مناسبت والا اجتہاد درست نہیں۔ یہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں اور نہ ہی یہ بات ان کے کسی فرمان سے نکلتی ہے۔

تیسری مثال: سورۃ المزمل پارہ ۲۹ آیت نمبر ۱۹ ﴿إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝﴾ اور آیت نمبر ۲۰ بھی پڑھیں ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْمُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ . وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

اب آپ حساب لگا لیں کہ اس آیت کی کتنی آیتیں بنیں گی پہلی آیت کی مناسبت کے اعتبار سے۔ پتہ چلا کہ یہ تناسب والا اجتہاد درست نہیں۔

چوتھی مثال: سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۶۴ ﴿مُدْهَآمَّتَانِ ۝﴾ ایک آیت ہے اور اگلی آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾ (سورۃ الرحمن' آیت:۶۵) یہ بھی ایک مکمل آیت ہے۔ پہلی آیت کی مناسبت سے اس آیت کی زیادہ آیتیں بنتی ہیں لیکن ہے یہ صرف ایک ہی آیت۔

تو پتہ چلا کہ یہ تناسب والی بات کسی کے دماغ میں اپنی طرف سے آئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا منشا نہیں۔ ان کے کسی فرمان سے یہ بات نہیں نکلتی۔

پانچویں مثال: آیۃ الکرسی تو سب کو معلوم ہے۔ ﴿اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ إِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾ اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پہلی آیت کے حساب سے ایک سے زیادہ آیتیں بنی چاہئیں لیکن ہے ایک آیت۔ تو پتہ چلا کہ یہ تناسب والی بات بے بنیاد ہے کتاب وسنت میں اسکی کوئی اصل نہیں۔

تو دو لحاظ سے یہ تناسب والی دلیل اور بات کمزور ہے۔ ایک تو آیتوں کا محدود ہونا توقیفی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نشاندہی تعیین اور تحدید پر موقوف ہے۔ اپنی سمجھ اور اپنے اجتہاد کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ دوسری بات اس دلیل کے کمزور ہونے کی یہ ہے کہ قرآن مجید کے جو دوسرے مقام ہیں ان کو سامنے رکھ لیں تو یہ تناسب والی بات بے بنیاد ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ پہلی آیت چھوٹی سی ہوتی ہے تو اگلی آیت لمبی تو کسی وقت بہت لمبی بھی آ جاتی ہے۔ جس طرح آیت مُدَایَنَہ اور سورۃ المزمل کی آیت آپ کے سامنے ہیں۔

اس لیے آیتوں کی لمبائی اور چھوٹائی اور ان کی مناسبت کو سامنے رکھ کر یہ کہنا "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کے آگے "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" دو آیتیں ہیں۔ بے بنیاد ہے۔ توقیفی ہونے کے اعتبار سے بھی اور اجتہاد صحیح نہ ہونے کے اعتبار سے بھی۔

ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الملک کی ۳۰ آیتیں اور اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ کی تین آیتیں ہیں۔ تو اگر "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کو آیت بنائیں تو سورہ الکوثر ۴ آیتیں بنتی ہیں اور سورۃ الملک کی ۳۱ آیتیں بنتی ہیں۔ پتہ چلا کہ بسم اللہ آیت نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کوثر کی ۳ اور ملک کی ۳۰ آیتیں بتا رہے ہیں۔

تو یہ دلیل بھی کمزور ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ تو وہ آیتیں گن رہے ہیں جو سورۃ الملک کے ساتھ مخصوص ہیں۔ دوسری اکثر سورتوں کے آغاز میں وہ آیتیں نہیں آتیں۔ تو جو آیتیں سورۃ الملک کے ساتھ اس انداز سے مخصوص ہیں وہ تیس ہی ہیں اور بسم اللہ تو دوسری اکثر سورتوں کے آغاز میں بھی ہے یہی بات سورۂ کوثر کے متعلق بھی ہے۔

چند منٹ کے لیے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ بات سورۃ الملک اور سورۃ الکوثر پر چسپاں ہوگی۔ یہاں سورۃ الفاتحہ پر وہ بات نہیں لگ سکتی۔ ہاں اس وقت لگ سکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو آیت شمار کر چکے ہوتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ دلیل بھی کمزور ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت ہے اور جن جن سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہے ان سورتوں کی بسم اللہ پہلی آیت ہے۔

ایک دلیل اور پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قدسی حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ تو آگے فرمایا جب بندہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ کہتا ہے تو اس نے میری حمد و ثنا کی۔ تو اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ذکر نہیں آیا۔

یہ دلیل بھی کمزور بنتی ہے کیونکہ ذکر نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہے ہی نہیں۔ ذکر تو اور بھی کئی چیزوں کا نہیں آتا۔ قرآن مجید میں ہی کئی چیزوں کا ذکر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث میں کئی چیزوں کا ذکر نہیں ہوتا۔ تو کیا واقع میں وہ چیزیں نہیں ہوتیں۔ تو ذکر نہ ہونے سے نہ ہونے پر استدلال کرنا کوئی قوی استدلال نہیں۔ اس لیے یہ دلیل بھی کمزور ہے۔

ایک دلیل اور پیش کی جاتی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ اب نئی سورت شروع ہوگئی ہے جب تک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل نہ ہوتی۔ تو یہ بسم اللہ سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

جواب: ٹھیک ہے کہ یہ فاصلہ کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ آیت نہیں۔ فاصلہ بھی اس کے ساتھ ہو جائے اور پہلی آیت بھی بنے۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ بلکہ آپس میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کے پارے دیکھو۔ سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ ...... یہ دوسرے پارے کی پہلی آیت ہے۔ اور فاصلہ بھی اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اب چونکہ فاصلہ اس کے ساتھ ہو رہا ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت نہیں۔ ہرگز نہیں یہ بات درست نہیں ہوگی۔ (اس پر باقی پارے قیاس کرلو)

پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب بھی سورۃ نازل ہوتی تو پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی ساتھ نازل ہوتی۔

٭ نازل ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ بھی آیت بنے۔ مستقل نہ بنے تو اگلی آیت کے ساتھ مل کر آیت کا حصہ تو بنے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نہیں ہو سکتا کہ نہ پہلی آیت مستقل بنے اور نہ سورۃ کی پہلی آیت کا جز بنے۔ تو پھر نازل ہونے کا کیا مطلب؟

نوٹ: (رہ گیا شماریات کا مسئلہ) (ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں حافظ صاحب) تو آخر میں رموز اوقاف قرآن مجید کے تحت لکھا ہے جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول تاء ہے۔ جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب ۃ گول تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

تو یہ آیت کی علامت ہے۔ (اس رموز اوقاف والے کے بیان کے مطابق) تو اب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نکال کر دیکھو وہاں بھی گول دائرہ ہے۔ تو پھر یہ آیت ہے نا۔ ہر بسم اللہ کے آخر میں گول دائرہ ہے اور ۱۱۳ سورتوں کے شروع میں یہ بسم اللہ لکھی ہے۔ تو اس اعتبار سے یہ ۱۱۳ آیتیں بنتی ہیں۔

نمبر اب کسی پر بھی نہیں لگایا۔ تو جو چیز قرآن مجید کے اندر ایک آیت ہے وہ ایک بار لکھی ہے مثلاً "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (سورۃ الفاتحہ' آیت: ۴) یہ قرآن کی ایک آیت ہے تو یہ ایک ہی بار لکھی گئی ہے۔ تو بسم اللہ ۱۱۳ بار لکھی گئی ہے۔ قرآن مجید کی جتنی آیتیں ہوں اتنی بار وہ لکھی جاتی ہیں۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (سورۃ الرحمن) کئی آیتیں ہیں تو کئی بار لکھی گئی ہیں اور ساتھ نمبر بھی ہیں۔ اسی طرح وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ (سورۃ المرسلات) کئی بار آیا ہے تو اس کے آگے نمبر الگ الگ ہوتا ہے۔ اور بسم اللہ ۱۱۳ مرتبہ لکھی گئی ہے اور دائرہ بھی ۱۱۳ مرتبہ (اس قرآن کے نسخہ میں) ڈالا گیا ہے تو ۱۱۳ آیتیں بنتی ہیں نا۔ تو اب نمبر کوئی بھی نہیں ڈالا گیا۔ جو آگے رموز اوقاف میں لکھا ہے اس کے مطابق بھی آدمی سوچے تو یہ بات نہیں بنتی۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو چیزیں قرآن مجید کا حصہ نہیں ان کو قرآن مجید میں لکھا ہی نہیں حتیٰ کہ سورتوں کے نام بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں لکھے بلکہ بعد میں لکھے گئے ہیں لیکن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ قرآن مجید کی آیت ہو ایک اور صحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام اس کو ۱۱۳ مرتبہ لکھیں۔

تو ۱۱۳ مرتبہ لکھنے سے بھی یہ بات نکل رہی ہے کہ یہ ہر اس سورۃ کی پہلی آیت ہے جس کے شروع میں یہ لکھی ہے۔ ہم زیادہ اصرار نہیں کرتے مستقل آیت ہونے پر۔ تو پہلی آیت کا جزء اور حصہ تو بناؤ۔

تو یہ چھاپنے والے بزرگوں نے اپنے ذہن کے مطابق نمبر لگائے ہیں۔ باقی رموز اوقاف کے مطابق بھی یہ بات نہیں بنتی اور دوسرے دلائل کے مطابق بھی یہ بات نہیں بنتی۔

تو قصہ مختصر یہ کہ جس سورۃ کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ''لکھی ہے اس سورۃ کی یہ پہلی آیت ہے۔ سعودیہ سے جو قرآن چھپا ہے اس میں فاتحہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر ایک نمبر لگا ہے۔ باقی بسم اللہ پر اس میں بھی کوئی نمبر نہیں لگا۔ انہوں نے بھی اپنے مؤقف کے مطابق یہ کام کیا ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے جو آپ سن چکے ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۵) بروز اتوار

بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی آیت نہ سمجھنے والوں کے دلائل اور ان کا رد

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اندر حدیث ہے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ يَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَآءَةَ بِالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ » کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 'ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم قراءت کو اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا گیا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین قرأت کو اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے۔ اگر بسم اللہ آیت ہوتی تو پھر قراءت بسم اللہ سے شروع کرتے۔

مگر یہ استدلال بھی درست نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سورۃ الفاتحہ کا ایک نام ہے تو انس رضی اللہ عنہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین قراءت کا آغاز اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سورۃ الفاتحہ سے کرتے تھے وہ سورۃ جو ساتھ ملائی جاتی ہے وہ سورۃ الفاتحہ کے بعد پڑھتے تھے۔ پہلے نہیں پڑھتے تھے۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی سورۃ ساتھ ملائی جاتی ہے۔ قل ھواللہ' قل اعوذ وغیرہ یا اور کوئی چھوٹی سورۃ پڑھ لے یا لمبی سورۃ میں سے کچھ آیتیں پڑھ لے۔

تو انس رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ قراءت کا آغاز نماز کے اندر سورۃ الفاتحہ کے علاوہ دوسری سورتوں سے نہیں ہوتا تھا۔ سورۃ فاتحہ سے آغاز ہوتا تھا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے ابوسعید بن معلّی والی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے «اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ» کہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سبع مثانی (بار بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھی جانے والی سات آیتیں) ہے اور یہ قرآن عظیم ہے۔اب یہ فرمان کہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سات آیتیں ہیں تو اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ایک ہی آیت ہے۔ وہ تو سات آیتیں نہیں ہیں۔تو یہ سات آیتیں اس لیے آپ فرمارہے ہیں کہ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پوری سورۃ کا نام ہے۔

جس طرح دوسری سورتوں کے نام بھی ایک آیت کے نام پر رکھ لیے جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے قل ھواللہ پڑھو۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ بس فقط یہی الفاظ پڑھو بلکہ مطلب ہوتا ہے پوری سورۃ پڑھو۔ یہ نہیں کہ بسم اللہ چھوڑ کر آگے شروع کر دے اور صرف قل ھواللہ پڑھ کر خاموش ہو جائے۔

اسی طرح الم تنزیل پڑھو۔تو مطلب ہوتا ہے ساری سورۃ پڑھو۔تو اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سورۃ کا نام ہے جب سورۃ کا نام ہے تو سورۃ نے تو بسم اللہ سے شروع ہونا ہے اس لیے اس حدیث سے یہ استدلال بالکل کمزور ہے۔

بسم اللہ کا سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورتوں کی آیت ہونے کی دلیل: باقی بسم اللہ کا سورۃ الفاتحہ کی اور دوسری سورتوں کی آیت ہونا اس کی کئی دلیلیں ہیں۔ **پہلی دلیل:** نبی کریم ﷺ نے جو صحابہ کرام سے قرآن مجید لکھوایا ہے اس کے اندر سوائے سورۃ البراءۃ کے باقی ساری سورتوں کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہے۔اور اس قرآن مجید سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خلیفۂ اول کے حکم سے جو نسخہ تیار کیا تھا۔اس کے اندر بھی ہر سورۃ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہے ماسوائے سورۃ البراءۃ کے۔

پھر اس ایک نسخے سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بہت سارے نسخے لکھوا کر ملک کے کونے کونے میں بھیجے ان نسخوں میں بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔اور آج تک جتنے قرآن کے نسخے ہیں وہ کسی ملک میں چھپے ہیں اور کسی انداز میں لکھے گئے ہیں۔اور لکھنے چھپوانے والوں کا کچھ بھی مسلک ہے سب نسخوں کے اندر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہے ماسوائے سورۃ التوبہ کے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس جس سورۃ کے شروع میں یہ لکھی ہے اس اس سورۃ کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پہلی آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ جو قرآن مجید کی آیت نہیں تھی اس کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے اندر لکھا ہی نہیں۔ "آمین" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر کہتے تھے، مگر اسے قرآن مجید کے اندر لکھا نہیں گیا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ قراءت کے شروع میں پڑھی جاتی تھی لیکن یہ بھی قرآن مجید کے اندر لکھی نہیں گئی اس لیے کہ یہ آیتیں نہیں۔

دوسری دلیل: ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کس طرح تھی تو فرماتی ہیں ((کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْطَعُ قِرَاءَتَہٗ آیَۃً آیَۃً)) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیت آیت کرکے قراءت کرتے تھے یعنی الگ الگ کرکے، ایک آیت پڑھ لی تو وقف کر لیا دوسری آیت پڑھ لی تو وقف کر لیا۔ ایک ہی سانس میں کئی آیات نہیں پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھتے۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تو فرما رہی ہیں کہ آیت آیت کرکے پڑھتے تھے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نقل کرکے فرماتی ہیں کہ اس طرح پڑھتے تھے۔ اب یہ بسم اللہ سورۃ الفاتحہ کی آیت ہے تو یَقْطَعُ قِرَاءَتَہٗ آیَۃً آیَۃً فرما رہی ہیں۔ وگرنہ یہ بات بن نہیں سکتی۔ مسند احمد، ابوداؤد وغیرہ

تیسری دلیل: انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قراءت کرتے تو آواز ذرا لمبا کرکے قرآن مجید پڑھتے۔ پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت بیان کرکے بتا دی کہ «یَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَمُدُّ بِسْمِ اللّٰہِ یَمُدُّ الرَّحْمٰنِ» کہ بسم اللہ کے الف کو ذرا لمبا کرکے پڑھتے۔ الرحمٰن کو لمبا کرکے اور الرحیم کو بھی ذرا لمبا کرکے پڑھتے۔ تو انس رضی اللہ عنہ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی بجائے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے قراءت بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ اور جن سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھی ہے ان سورتوں کی یہ پہلی آیت ہے۔

چوتھی دلیل: صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے: اُنْزِلَتْ عَلَیَّ سُوْرَۃٌ اٰنِفًا " اور پھر آپ نے وہ سورۃ پڑھ کر سنائی ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَکَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الْأَبْتَرُ ۝﴾ (سورۃ الکوثر) تو پتہ چلا کہ یہ بسم اللہ سورۃ کے شروع میں نازل بھی ہوئی تھی اور یہ ان سورتوں کی آیت بھی ہے۔

پانچویں دلیل: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو سورتوں کے درمیانی فاصلے کا پتہ نہیں چلتا تھا جتنی دیر تک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل نہ ہوتی۔ بِسْمِ اللّٰهِ نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلتا کہ پہلی سورۃ ختم ہوگئی ہے اور نئی سورۃ کا آغاز ہوگیا ہے۔ تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہر سورۃ کے ساتھ نازل ہوتی تھی۔

اس سلسلے میں اور بھی بہت سارے دلائل ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ سورۃ الفاتحہ اور باقی جن سورتوں کے شروع میں لکھی ہے ان سورتوں کی پہلی آیت ہے۔

ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔قرآن کی تلاوت کے آغاز میں بھی اسے پڑھنا چاہیے۔ اور بھی جو اچھے اچھے شان والے کام ہوں ان کے شروع میں بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یا صرف اللہ تعالیٰ کا نام بِسْمِ اللّٰهِ ہی پڑھنا چاہیے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ((كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ أَقْطَع)) کہ ہر اچھا کام شان والا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ساتھ شروع نہ کیا جائے تو بے برکت بن جاتا ہے۔ تو اچھا کوئی بھی کام ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے نام بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ساتھ شروع کرنا چاہیے۔ وہ اچھے کام بہت سارے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ کی عام حدیث تھی۔ خاص خاص حدیثیں بھی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کی رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی۔ اور حکم فرمایا ہے۔ ان میں کھانا پینا بھی شامل ہے۔ انسان کھاتے وقت، پیتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام بسم اللہ کے ساتھ شروع کرے۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پروردہ تھے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بچے ''كُلْ بِبِسْمِ اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کھانا کھا۔ ''كُلْ بِيَمِيْنِكَ'' اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھا۔ تیسری چیز نبی کریم ﷺ نے یہ سکھلائی کہ ''كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ'' کسی دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھا رہے ہو تو اپنی جانب سے کھا کر۔ تھالی ہے، پلیٹ ہے، پیالہ ہے، اس میں سے اپنے والی جانب سے کھاؤ۔ تو کھاتے پیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''۔ پوری آدمی پڑھ لے پھر بھی درست ہے اور صرف ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پر اکتفاء کر لے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بغیر' تو نبی کریم ﷺ کا حکم ادا ہو جائے گا۔

جن مقاموں میں نبی کریم ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ کی تلقین اور تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ انسان جس وقت اپنی بیوی کے پاس جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ یہ دعا پڑھے «بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا» ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ' یا اللہ! شیطان کو ہم سے دور رکھ اور ہمیں شیطان سے دور رکھ اور ہم کو جو اولاد تو نے عطا کرنا ہے ان سے بھی شیطان کو دور ہی کر دے۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان یہ پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ اس کو کوئی اولاد دے دے '' لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ '' تو شیطان کا اس پر تسلط نہیں جمے گا۔ اس لیے اس موقعے پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہیے۔ اس طریقے سے انسان اپنی بیوی کے پاس جائے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے جن مقامات میں اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے کی تاکید فرمائی ہے' حکم دیا ہے' ان میں سے وضوء بھی ہے۔ ترمذی شریف' ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ « لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ » وضوء پر جس نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا اس کا وضوء ہی نہیں۔'' یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ہر حدیث کی سند میں تھوڑی بہت کمزوری موجود ہے۔ اور اہل علم کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ ''حَسَنٌ لِغَيْرِهٖ'' درجے کی حدیث ہے۔ تعدد طرق کی وجہ سے اس کو قوت حاصل ہو گئی ہے اس لیے اس قابل ہے کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری کے شیخ اور استاد ہیں فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ یقین ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ الفاظ ضرور بولے ہیں اور اس مضمون کا فرمان آپ کا ہے کہ جس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو اس کا وضوء نہیں۔ اس لیے وضوء کرتے وقت جہاں آدمی نے نیت بنائی ہے' اخلاص اپنے دل و دماغ میں پیدا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے میں وضوء کر رہا ہوں تو ساتھ زبان کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ بھی پڑھ لے۔ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لے تو صحیح ہے اس کا وضوء ہو جائے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پوری پڑھ لے تو پھر بھی ٹھیک ہے۔ اگر اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ اللہ کا نام لے لے مثلاً اَلْحَمْدُلِلّٰهِ کہہ دے تو وضوء پھر بھی ہو جائے گا۔ ذکر کرنا وضوء پر یہ نبی کریم ﷺ کا حکم ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "حجة الله البالغه" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ «لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ »اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ وضوء کے لیے اللہ کا نام لینا شرط ہے یا رکن ہے اس کے بغیر وضوء نہیں ہوتا۔

ایک نظریہ یہ چلتا ہے کہ اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ انسان نہ پڑھے تو وضوء اس کا ہو جائے گا مگر کامل وضوء نہیں ہوگا اس سلسلے میں ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے لیکن وہ روایت نہایت کمزور ہے۔ اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے۔ باقی نبی کریم ﷺ کے الفاظ یہی بتا رہے ہیں کہ وضوء اس کا ہوگا ہی نہیں نہ کامل نہ ناقص۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اور استاد اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر جان بوجھ کر کسی نے وضوء پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا تو وہ وضوء دوبارہ کرے۔ کیونکہ اس کا وضوء ہوا ہی نہیں۔ تو وضوء بھی ان مقاموں میں شامل ہے جن میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۶) بروز پیر

اللہ کا نام ذکر کرنے کے مقامات ومواقع

جن مقامات میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے ان میں سے ایک مقام یہ ہے کہ جس وقت انسان سونے لگے تو اللہ تعالیٰ کے نام کو ذکر کرے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ « اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰ » پڑھے۔ یا اللہ! تیرے نام کے ساتھ سو رہا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ اٹھوں گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ پڑھتے تھے « بِاسْمِکَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِکَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَکْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِيْنَ » ”کہ یا اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی اپنا پہلو بستر پر رکھ رہا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اس پہلو کو بستر سے اٹھاؤں گا۔ یا اللہ! اگر تو میری جان وروح کو اس نیند کے اندر قبض کر لے تو اس پر رحم فرما۔ اور اگر اس کو تو چھوڑ دے تو یا اللہ! اس کی تو حفاظت کر جس کے ساتھ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔“

انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اللہ کا ذکر کر کے سوئے اور ان الفاظ کو ادا کرے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔ اس سے لمبی دعائیں بھی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا جب تو سونے لگے تو وضوء کر کے اپنی دائیں جانب لیٹ جا۔ اور لیٹ کر یہ کلمات پڑھ « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْکَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْکَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْکَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْکَ إِلَّا إِلَيْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّکَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ » ان کلمات کو لیٹنے اور سونے سے پہلے ادا کر یعنی بالکل آخر میں یہ کلمات ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''یا اللہ! میں نے اپنے چہرے کو تیرے حوالے کر دیا۔ اور اپنے تمام معاملات تیرے سپرد کر دیے اپنی پشت بھی تیرے سپرد کر دی۔ اور تیرا ہی سہارا میں ہر امر کے اندر طلب کرتا ہوں یا اللہ! تیری رحمت کی امید بھی ہے اور تیرے عذاب اور غضب سے ڈر بھی ہے۔ ڈرتا بھی ہوں اور امید بھی رکھتا ہوں۔ یا اللہ! تیرے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔'' یا اللہ! تیری اس کتاب پر میں ایمان رکھتا ہوں جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس نبی پر میں ایمان رکھتا ہوں جس نبی کو تو نے ہماری طرف مبعوث فرمایا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا جس وقت مجھے سکھلائی تو میں نے گزارش کی کہ میں آپ کو سناتا ہوں (اگر کوئی غلطی ہو تو بتا دیں) یہ دعا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے سنائی تو '' وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ '' پڑھا'' وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ '' کی جگہ، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا. اس طرح نہیں قُلْ وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ ''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذکر و اذکار کو نبی کریم ﷺ سے کس اہتمام کے ساتھ سیکھتے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ ان کو کس طرح تعلیم فرماتے تھے۔

جبکہ اب صورت حال یہ بنی ہوئی ہے کہ سیکھنے والے شرم ہی محسوس کرتے ہیں اور سکھانے والے بھی شرم ہی محسوس کرتے ہیں۔ تو سوچو غور کرو کہ اگر یہ شرم والی بات ہو تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر شرم زیادہ تھی یا ہم میں شرم زیادہ ہے۔ اس کی زد کہاں پڑ رہی ہے۔ تو یہ کوئی شرم والی بات نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انصار کی عورتوں کی تعریف بیان کی فرمایا کہ انصار صحابہ کی عورتیں بہت اچھی ہیں اس لیے کہ دین سیکھنے میں کسی قسم کا حجاب محسوس نہیں کرتیں بات پوچھ لیتی ہیں۔ اس لیے شرم والی کوئی بات نہیں۔ اس طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اللہ کے فضل و کرم سے دعاؤں کی کتابیں اور ذکر و اذکار والی کتابیں مل جاتی ہیں۔ ترجمے بھی ہو چکے ہیں تھوڑا تھوڑا بھی آدمی روزانہ یاد کرے تو مہینے چھ مہینے سال میں بات کہاں تک پہنچ جائے گی۔

لیکن عذر پیش کرتے ہیں کہ ہماری عمر اب بڑی ہو گئی ہے اب ہم کیسے توجہ کریں ہم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بات درست نہیں آدمی کو کوشش تو کرنا چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے ہی تھے جب اسلام لائے تھے۔ تو پھر قرآن مجید بھی حفظ کر لیا تھا اور سارا دین بھی سیکھ لیا تھا۔ تو اب بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے گا توجہ فرمائیں۔

اسی طرح جب انسان گھر سے نکلے تو اس وقت بھی اللہ کا نام لینا نبی کریم ﷺ نے سکھایا ہے۔ فرمایا« بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ »"اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ اور تجھ پر ہی میرا توکل ہے اور نیکی کرنے کی طاقت تیری توفیق کے ساتھ ہے اور برائی سے بچنے کی توفیق بھی تیرے ساتھ ہی ہے۔"

نبی کریم ﷺ جب گھر داخل ہوتے تو اس وقت بھی اللہ کا نام لیتے « اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِاسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا »"یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اچھے طریقے سے میں گھر میں داخل ہوں (داخل ہونے کی خیر میں یا اللہ! تجھ سے طلب کرتا ہوں) اور نکلنے کی خیر کا یا اللہ! تجھ سے سوال کرتا ہوں یا اللہ! تیرے نام کے ساتھ ہی ہم داخل ہوتے ہیں اور تجھ پر ہی یا اللہ! ہمارا توکل ہے۔

کتنے پیارے کلمات ہیں جو رسول اللہ ﷺ مختلف موقعوں پر پڑھتے تھے۔ ہمیں بھی یہ چیزیں یاد کر کے ان موقعوں پر ان کو پڑھتے رہنا چاہیے۔ اور بچوں کو بھی تعلیم دلوانا چاہیے۔ اور خود بھی تعلیم دینا چاہیے کہ وہ خود یہ چیزیں یاد کریں لیکن اب تو صورت حال یہ ہے کہ دن رات کنجریوں اور کنجروں کے بول سن سن کر بچے وہی یاد کر رہے ہیں اور اس کو زبانوں پر دہرا رہے ہیں۔

قرآن مجید کی آیت ان کے منہ سے نہیں نکلتی۔ اور نہ ہی ذکر واذکار ان کو یاد ہیں۔ اگر یاد ہیں اور حفظ ہیں تو صرف گانے تو توجہ ادھر بھی دیں۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ایک جامع نام تعلیم فرمایا ہے« بِاسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ »"اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کے نام کے ساتھ زمین اور آسمان میں کوئی چیز ضرر پہنچا ہی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ خوب سننے خوب جاننے والا ہے۔ آدمی اللہ تعالیٰ کا نام لے لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ کے نام والا ایک دم بھی سکھایا۔ جبرئیل علیہ السلام بسا اوقات نبی کریم ﷺ کو دم کرتے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ آگے دوسروں کو وہ دم کرتے تھے۔ «بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ» ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں ہر بیماری سے جو تجھے اذیت پہنچا رہی ہے اور ہر حسد کرنیوالی ذات یا آنکھ سے اللہ تعالیٰ ہی تجھے شفا عطا فرمائے گا۔''

تو یہ بسم اللہ دم کا کام بھی دے جاتی ہے۔ ہمارے گاؤں کا ایک آدمی ہے جس کا نام عمر دین ہے۔ بالکل ان پڑھ ہے نہ سکول پڑھا ہے اور نہ ہی دینی مدرسہ پڑھا ہے، اور نہ ہی لکھنا جانتا ہے۔ لیکن دم اس کا بڑا چلتا ہے ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ پڑھا تو تو کچھ ہے نہیں۔ نہ قرآن تجھے آتا ہے اور نہ حدیث رسول اللہ ﷺ دم میں پڑھتے کیا ہو تو وہ کہنے لگا کہ واقعی آتا تو مجھے کچھ نہیں میں تو صرف بسم اللہ ہی پڑھ لیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔

متعدد موقعوں پر جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے نام لینے کی تعلیم دی ہے ان کو یاد کرنا چاہیے۔ اور ان موقعوں پر اللہ کا نام ذکر کرنا چاہیے۔

پھر اس میں یہ فائدہ ہے کہ کام کاج بھی ترتیب کے ساتھ چلتا رہتا ہے اس میں خلل نہیں آتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی موقع بہ موقع ہوتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو دو چار دن بڑا زور لگا کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور بعد میں تھک جاتے ہیں یا پھر لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر ذکر واذکار میں عمریں گزارتے ہیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مخالف ہیں۔ اجر وثواب ان کو کیا ملنا ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۷) بروز منگل

مکتوب لکھنے سے قبل بسم اللہ لکھنا چاہیے

جن مقامات میں بِسْمِ اللّٰهِ کا ذکر کرنا رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے ان میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ کوئی چیز انسان تحریر میں لانا چاہے تو وہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ بھی لے اور لکھ بھی لے۔ جس طرح دوسری چیزیں لکھے گا مثلاً لین دین' یا کوئی مکتوب کسی کو لکھنا چاہتا ہے یا کوئی کتاب لکھنا چاہتا ہے۔ تو شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ بھی لے اور لکھ بھی لے۔ سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو مکتوب لکھا تو اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس مکتوب کو شروع کیا تو الفاظ یہ لکھے ﴿إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○﴾ (سورۃ النمل' آیت: ۳۰) ''کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن رحیم کے نام کے ساتھ ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے بھی متعدد ملکوں کے حکمرانوں کو تحریر کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ ان کو مکتوب لکھے۔ تو ان مکتوبوں میں نبی ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی لکھی۔

روم کے حکمران ہرقل کے نام آپ ﷺ نے جو مکتوب لکھا اس کو متعدد اہل علم نے جن میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی ہیں نے باسند نقل فرمایا ہے اس کے اندر رسول اللہ ﷺ کی عبارت ہے « بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ » آپ ﷺ نے بسم اللہ کے بعد یہ عبارت لکھی کہ یہ محمد اللہ کے بندے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے روم کے لیڈر حکمران ہرقل کی طرف مکتوب ہے۔ دعوت یہ پیش کی '' اَسْلِمْ تَسْلَمْ ''

سلام ان الفاظ میں لکھا ''اَلسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى'' کہ جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں ان پر سلامتی ہو۔ اسلام لے آ تو سلامت رہے گا اگر تو نے منہ موڑ لیا تو تیرے علاقے کے کسان اور زراعت پیشہ لوگوں کا گناہ اور بوجھ تجھ پر ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت بھی لکھی ﴿يَآ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝﴾ ''کہ اے اہل کتاب (کیونکہ وہ ہرقل نصرانی عیسائی تھا) اس کلمے کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور مشترکہ ہے (کلمۂ توحید) کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ اگر تم اس دعوت سے منہ موڑ لو تو گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔''

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی کسی قسم کا کوئی مکتوب لکھے تو اس کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کرے۔ حدیبیہ کے مقام پر جب صلح ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ اور کفار کے درمیان جو معاملہ طے پایا اس کو تحریر میں لانا تھا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پہلے نمبر پر لکھی گئی تو کفار نے کہا کہ ہم نہیں لکھنے دیں گے۔ بلکہ پہلے جو طریقہ چلتا ہے وہ لفظ لکھو۔ ''بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ'' (یا پھر بِاسْمِ الْعُزّٰى بِاسْمِ الْمَنَاةِ بِاسْمِ الْهُبَلِ کے ساتھ وہ آغاز کرتے) تو چونکہ مشرک تھے اور مشرک اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی الٰہ مانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ صلح کسی وجہ سے پامال ہو جائے اس لیے ان کی یہ بات تسلیم کر لی۔ اور شروع میں بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا۔

پتہ چلا کہ آدمی کوئی مکتوب لکھے یا کوئی وثیقہ تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شروع میں لکھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے۔ اور یہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ کفار مکہ کی وجہ سے آپ ﷺ نے لکھا ہے۔

۷۸۶ لکھنا صحیح نہیں: بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ لکھنا صحیح نہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مضمون یا کوئی مکتوب لکھا جاتا ہے تو شروع میں ۷۸۶ لکھا جاتا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھ لی ہے۔ کیونکہ ابجد کے حساب سے بسم اللہ کے جو عدد ہیں وہ ۷۸۶ بنتے ہیں۔ ابجد ہوز حطی کلمن'' حرفوں کے عدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقرر کرنے کے لیے یہ ایک حساب ہے ہر ہر حرف کا ایک عدد ہے۔ تو بسم اللہ کے جو حروف ہیں ان کے عدد نکال کر ۷۸۶ بنا لیا ہے۔ لیکن اور بھی کئی کلمات اور حروف ہیں جن کے عدد ۷۸۶ نکل آئیں گے۔ ۷۸۶ کو دیکھ کر اس سے کوئی کلمہ یا حرف بنانا چاہے تو جس کو یہ علم نہ ہو کہ یہ بسم اللہ کے عدد ہیں تو وہ کوئی اور کلمہ بھی بنا سکتا ہے۔

جبکہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی تعمیل نہیں ہوتی۔ پھر ۷۸۶ لکھنے والوں کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ بسم اللہ لکھیں گے تو وہ ادھر ادھر ضائع ہو سکتی ہے اس کی توہین ہو جائے گی اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ یہ سوچ کر ۷۸۶ لکھتے ہیں۔ تو اب آپ حساب لگا لیں کہ ۷۸۶ اس لیے لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین نہ ہو تو پھر تو یہ ۷۸۶ اللہ تعالیٰ کا نام نہ ہوا۔ اگر اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے نام آتے ہیں اس کی توہین ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہوگی۔ تو یہ سوچ غمازی کر رہی ہے کہ ایسے لوگ ۷۸۶ کو اللہ تعالیٰ کا نام نہیں سمجھتے۔ تبھی تو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام بے ادبی اور توہین سے بچ گیا۔ تو جب یہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ ہوا تو پھر تحریر کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تو نہ ہوئی۔

پھر نبی کریم ﷺ کو بھی یہ چیز معلوم تھی کہ ہم جو مکتوب لکھ رہے ہیں وہ کسی وقت گر بھی سکتے ہیں۔ اور پھر آپ لکھ بھی کافروں کو رہے ہیں۔ جو جبار اور عنید قسم کے حکمران تھے ان کو مکتوب لکھے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں کافر کتنا آگے ہو سکتا ہے۔ تو پھر یہ بھی آپ ﷺ کو پتہ تھا کہ یہ مکتوب ان کے ہاتھ میں جائے گا اور وہ اس کو پھینک بھی سکتے ہیں چنانچہ جب ایک فارسی حکمران کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب پہنچا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو پھاڑ دیا۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ

رسول اللہ ﷺ کو بھی علم تھا کہ کوئی میرے مکتوبات سے اچھا سلوک نہیں بھی کر سکتا کیونکہ کافر ہیں لیکن آپ نے نہیں سوچا کہ ۷۸۶ لکھ لو اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ لکھو۔ بلکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہی لکھی ہے۔

باقی جو اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی اور گستاخی کرتا ہے وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا وہ تو اسکی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ ادب واحترام کرے اور توہین کرنے سے بچے۔ پھر دینی کتابیں۔ سب آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھیں وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہوتی ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ ساری کتابوں کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوتی ہے۔

ہاں کئی کافروں کی کتابیں ہیں کہ انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی۔ جیسے محیط الدائرہ عروض وقوافی کی کتاب ہے تو اس کے شروع میں بسم اللہ کوئی نہیں کیونکہ لکھنے والا بے دین اور بے ایمان ہے اس نے کوئی خاص خیال نہیں رکھا۔ تو مسلمان جو بھی کتاب یا مکتوب تحریر میں لاتے ہیں وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع میں لکھتے ہیں۔ البتہ شعروں کی کتابوں کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے میں اختلاف ہے۔ کئی اہل علم نے کہا ہے کہ شعروں کی کوئی کتاب ہو تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھنا چاہیے۔ جبکہ کئی اہل علم کہتے ہیں کہ لکھنا چاہیے۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ چونکہ شعر بھی کلام ہی ہے اور کئی شعر اچھے ہوتے ہیں اور کئی برے بھی ہوتے ہیں (اَلشِّعْرُ کَلَامٌ حَسَنُہٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ) جس طرح کلام کا حساب ہے اچھا کلام نثر کی بجائے شعر میں ہو تو اچھا ہے تو برا شعر میں بھی برا ہی ہے۔

اچھے شعروں کی کتاب ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع میں آدمی لکھے۔ کیونکہ وہ اچھی چیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی بسا اوقات شعر پڑھ لیتے تھے۔ کسی کا اچھا بنا ہوا شعر آپ ﷺ نقل کر لیتے تھے۔

لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّیْنَا

یہ شعر رسول اللہ ﷺ نے نقل فرمائے ہیں۔ اور ایک مرتبہ آپ کی انگلی زخمی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے تو اس موقع پر نبی کریم ﷺ یہ شعر پڑھتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ إِلَّا عَیْشَ الْآخِرَۃْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃْ

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ پڑھتے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا أَبَدًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے «كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ أَقْطَعُ » کہ ہر اچھا کام شان والا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔اس لیے شعروں کی کتاب ہے یا کوئی اور اچھی کتاب ہے دین کے مسائل اس میں ہیں یا کوئی مکتوب ہے تو اس کے شروع میں بسم اللہ لکھنا چاہیے۔

پھر آپ اچھے کاموں پر نظر کریں تو جتنے بھی نیک اور اچھے کام ہیں ان کی ابتداء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے ہوتی ہے اور اگر بسم اللہ سے نہیں تو اللہ کے نام سے ضرور ان کی ابتداء ہوتی ہے۔نماز مثال کے طور پر اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو كَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ کہ آپ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہتے اور رفع یدین کرتے اور ایک صحابی کو نماز سکھائی تو شروع نماز میں یہ تکبیر سکھائی کہ شروع میں اَللّٰهُ اکبر کہنا ہے۔

یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز اس وقت تک قابل قبول ہی نہیں ہوتی جتنی دیر تک آدمی صحیح وضوء نہ کرے پھر قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور پھر اَللّٰهُ أَكْبَرُ نہ کہے یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع نہیں کرے گا۔تو اس کی نماز قبول ہی نہیں ہوگی۔

اسی طرح حج اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے ساتھ شروع ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے۔ خطبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللہ کے ذکر سے ہی شروع ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ جب سواری پر بیٹھتے تو تین مرتبہ پڑھتے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر پھر پڑھتے سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (سورۃ الزخرف' آیات:۱۳۔۱٤)

تو مقصد یہ ہے کہ اچھا جو بھی کام ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم جن موقعوں پر ہے وہاں بسم اللہ پڑھ لے تو دوسرے ذکر جن موقعوں پر آتے ہیں وہاں وہ ذکر کر لے۔اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اور نام کے ساتھ اچھے کام کی ابتداء ہونا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۱۱) بروز ہفتہ

جانور ذبح کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

جن مقامات میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا بسم اللہ پڑھی جاتی ہے ان مقامات میں سے ایک مقام یہ ہے کہ جس وقت جانور کو ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ○ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ (سورة الأنعام' آيات:۱۱۹۔۱۲۰) ''کہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے اس کو کھاؤ اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس چیز کو نہ کھاؤ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے؟ جب کہ جو جو چیزیں حرام ہیں اللہ نے ان کی تفصیل بیان کردی ہے۔ کہ یہ حرام ہے یہ حرام ہے یہ نہ کھاؤ۔''

مزید فرمایا ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ (سورة الأنعام' آيت:۱۲۱) ''جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا (یعنی اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بغیر ہی اس کو ذبح کر دیا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لے کر اس کو ذبح کر دیا گیا ہے) اس کو نہ کھاؤ۔'' فرمایا: وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ'' کہ یہ فسق ہے۔

دوسرے مقام پر حرام چیزوں کی تفصیل بیان فرمائی تو ان کے اندر یہ بھی ذکر کیا کہ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ (سورة البقرة' آيت: ۱۷۳) کہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا نام اس پر ذکر کیا گیا ہے۔ (غیر اللہ کے نام کی کوئی چیز تم نے نہیں کھانا ہے۔)

جانوروں کو شکار پر چھوڑنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا: شکار کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:٤) ''فرمایا جو جانور شکاری ہیں اور تم نے ان کو سکھایا ہے ان کو شکار کے لیے چھوڑ دو۔ وہ شکار کر کے تمہارے لیے رکھ دیتے ہیں وہ تم کھاؤ ساتھ فرمایا کہ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر ذکر کرو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر کے' بسم اللہ پڑھ کر' شکاری جانور کو چھوڑو۔ اور وہ شکار کر کے مالک کے لیے قابو کر کے محفوظ رکھے تو پھر اس کو کھایا جا سکتا ہے تو اگر بسم اللہ پڑھ کر اللہ کا ذکر کر کے اس نے شکاری جانور نہیں چھوڑا اور اس نے شکار پکڑ لیا ہے اور زندہ ہے تو یہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر لے اور کھا لے ورنہ نہیں کھا سکتا۔

اور اگر بسم اللہ کہہ کر جانور کو چھوڑا ہے مگر شکار کر کے جانور خود کھانا شروع کر دے اور مالک کے لیے وہ محفوظ نہیں رکھتا تو پھر بھی نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ دو شرطیں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہیں ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (ایضاً)

صحیح بخاری کے اندر ہے کہ عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنا شکاری کتا چھوڑتا ہوں تو کونسی چیز میں کھا سکتا ہوں اور کونسی چیز نہیں کھا سکتا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شکاری جانور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہے تو وہ شکار کر کے تیرے لیے محفوظ رکھتا ہے' خود نہیں کھاتا تو پھر تو کھا سکتا ہے۔ اور اگر بسم اللہ پڑھ کر تو نے جانور چھوڑا ہے لیکن کسی اور کا جانور اس کے ساتھ مل گیا ہے جس پر تم نے اللہ کا نام ذکر نہیں کیا تو پھر تو نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ اب تجھے علم نہیں کہ تیرے جانور نے شکار کیا ہے یا دوسرے جانور نے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو تم نے چھوڑا ہے لیکن شکار کو قابو کر کے اس نے خود کھانا شروع کر دیا ہے تو پھر بھی اس سے تم نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ یہ اس نے تمہارے لیے شکار نہیں کیا۔ اس نے اپنے کھانے کے لیے شکار کیا ہے۔ کیونکہ اگر تمہارے واسطے وہ شکار کرتا تو پھر اس کو محفوظ رکھتا اسے نہ کھاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ (ایضاً)

تو مقصد یہ ہے کہ شکار پر بھی جب شکاری جانور چھوڑنا ہو تو بسم اللہ پڑھنا ہے۔ پھر جانور کو ذبح کرنا ہے تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا: اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج کے اندر قربانیوں کا ذکر کیا ہے، فرمایا ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ (سورۃ الحج، آیت:٣٦) ''کہ قربانیوں کے اونٹ تمہارے لیے ہم نے اپنی نشانیوں میں سے کر دیے ہیں تمہارے لیے ان میں خیر و برکت ہے تو تم ان پر اللہ کا نام لو کھڑے ہونے کی حالت میں۔ جب ان کے پہلو گر جائیں زمین پر لگ جائیں (کھڑے اونٹ کو جب بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھ کر نحر کریں تو اس کا خون تھوڑا بہ جاتا ہے تو وہ زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ایک پہلو کے بل وہ گر جاتا ہے۔) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر اس سے خود بھی کھاؤ اور جو قناعت کرنے والے مسکین ہیں ان کو بھی کھلاؤ اور جو مستحق ہو کر سوال بھی کر لیتے ہیں ان کو بھی کھلاؤ۔''

(بخاری کی روایت ہے) رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ قربانی کرتے تو مینڈھوں چھتروں کو لٹا لیتے اور اللہ کا نام لے کر تکبیر کہتے، فرماتے ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ'' یہ پڑھ کر ذبح کرتے بسا اوقات ساتھ دعا بھی کر لیتے (اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ)

تو قربانی کے جانور کو ذبح کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا ضروری ہے۔ کئی علماء فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے تو بہتر ہے اور اگر جان بوجھ کر بھی بسم اللہ نہ پڑھے اور چھری پھیر دے تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔

مگر یہ فتویٰ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

(سورۃ الأنعام، آیت: ١١٩)

ساتھ فرمایا ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (ایضاً، آیت:١٢١) اور جو شخص جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کر رہا بغیر بسم اللہ پڑھنے کے چھری چلا رہا ہے ذبح کر رہا ہے تو یہ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' کے زمرے میں آئے گا۔

ہاں اگر بھول کر بِسْمِ اللّٰهِ کا ذکر نہیں کیا تو اہل علم نے پھر گنجائش رکھی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بھول چوک معاف ہوتی ہے۔ پھر گنجائش کوئی بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہے۔لیکن جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھے تو وہ جانور حرام ہو جائے گا۔اس کو نہیں کھا سکتا۔

نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھے یا سراً: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ نماز کے اندر پڑھنے کا بھی مسئلہ ہے۔کہ اس کو اونچی آواز سے پڑھنا ہے کہ آہستہ کئی علماء اس طرف چلے گئے ہیں کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ بالکل پڑھنا ہی نہیں ہے نہ سورۃ الفاتحہ کے شروع میں نہ اگلی سورۃ کے شروع میں نہ آہستہ نہ جہراً۔یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔درست نہیں ہے۔

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ بسم اللہ پڑھتے تھے حدیثوں میں جا بجا یہ آ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بسم اللہ پڑھا کرتے تھے۔پھر یہ سورۃ کی آیت بھی ہے تو کچھ آیتیں سورۃ کی پڑھ لے اور کچھ کو چھوڑ دے اگر بسم اللہ کو نہیں پڑھے گا تو سورۃ الفاتحہ مکمل تو نہ پڑھی گئی کچھ حصہ اس کا رہ گیا۔

کچھ علماء کا خیال ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا ہے بلند آواز کے ساتھ اس کو نہیں پڑھ سکتا جہری نمازوں کے اندر بھی بلند آواز سے اس کو نہیں پڑھ سکتا۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ بسا اوقات بسم اللہ آہستہ پڑھ لیتے تھے اور بسا اوقات بلند آواز سے پڑھ لیتے تھے۔اس لیے دونوں طریقے درست ہیں کسی وقت آہستہ پڑھے اور کسی وقت بلند آواز سے پڑھے۔چنانچہ صحیح مسلم میں ہے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر بن خطاب' عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ سے قراءت شروع کرتے لَا يَذۡكُرُوۡنَ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" بسم اللہ کو ذکر نہیں کرتے۔اس کی تفسیر دوسری روایت میں آئی ہے کہ آہستہ پڑھتے تھے۔

(نسائی' ابن خزیمہ' مستدرک حاکم وغیرہ) اگر بلند آواز سے پڑھ لے تو اس کا بھی ثبوت نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو نماز کے اندر بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی بعد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سب میں نماز کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

تو پتہ چلا کہ سورۃ الفاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کو نبی کریم ﷺ بلند آواز سے پڑھ لیتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھی اس قسم کی روایتیں ملتی ہیں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ملتی ہے۔ شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری روایتیں جہراً اور سراً جانبین کی نقل فرما کر آخر میں فیصلہ یہ فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر نماز میں بسم اللہ سراً پڑھتے اور بسا اوقات جہراً بھی پڑھ لیتے۔ انتہی

اس لیے امامت کرنے والے کو چاہیے کہ کبھی کبھی بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے تاکہ دونوں طریقوں پر عمل ہوتا رہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲/۴/۱۹۹۸) بروز اتوار

بسم اللہ کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت میں مفسرین نے بہت ساری روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک روایت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر کے اندر نقل فرمائی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے ہوئے بسم اللہ پڑھ لے تو جو اس کو بچہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے وہ بچہ جتنے سانس لے گا پھر اس بچے کی آگے اولاد جتنی ہوگی اور جتنے سانس وہ لیں گے ان سانسوں کی تعداد کے برابر اس کو نیکیاں ملیں گی۔

اس روایت کے اندر بسم اللہ کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے مگر یہ روایت بے اصل ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے لَآ أَصْلَ لَهُ کہ یہ بے بنیاد ہے۔

مسند امام احمد کے اندر ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے ایک صحابی بھی سوار تھے سواری بدکی تو صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگا تَعِسَ الشَّيْطَانُ شیطان تباہ و برباد ہو جائے کہ سواری کو اس نے اکسایا ہے۔ اور یہ بدک گئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ" کیونکہ اس طرح وہ خوش ہوگا کہ میں واقعۃً ان کا کام خراب کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ بلکہ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اس کے کہنے سے شیطان ذلیل ہوتا جائے گا ذلیل ہو ہو کر اور چھوٹا ہو ہو کر اس کی طبیعت پر اتنا اثر پڑے گا جس طرح ایک چھوٹی سی مکھی ہوتی ہے اس طرح بن جائے گا۔

اس روایت کی سند پر کچھ کلام ہے لیکن پہلے کی طرح بالکل بے اصل نہیں۔

رہی یہ بات کہ اللہ کے نام کیوجہ سے شیطان پر اثر پڑتا ہے تو یہ دوسری صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (بخاری مسلم میں ہے) کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے وَلَهُ ضُرَاطٌ (اس حال میں کہ اس کی ہوا با آواز خارج ہوتی جاتی ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں جا کر کھڑا ہوتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ پہنچے۔ اتنا اس کی طبیعت پر اللہ کے ذکر اور اذان کا اثر پڑتا ہے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آ کر نمازیوں کو وسوسے ڈالنے شروع کر دیتا ہے۔ جس وقت تکبیر واقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ جب تکبیر واقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ اور نمازیوں کی نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے کسی کے دل میں کوئی وسوسہ ڈالتا ہے اور کسی کے دل میں کوئی۔

صحیح بخاری کے اندر ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی حفاظت پر مجھے مقرر فرمایا تھا۔ فرماتے ہیں میں پہرا دے رہا تھا کہ ایک آدمی آیا تو اس نے ان کھجوروں کو جو جمع ہو گئیں تھیں۔ کپڑا بچھا کر ڈالنا شروع کر دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے بڑی منتیں کیں کہ میں مسکین غریب ہوں۔ عیال دار ہوں تو کچھ تو مجھے لے جانے دو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ترس کی وجہ سے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات بیان کی کہ یہ واقعہ رات پیش آیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پھر آئے گا۔ رات کو وہ پھر آ گیا۔ کھجوریں ڈالنا شروع کر دیں میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے پھر منت سماجت کی کہنے لگا کہ اب کی بار میں نہیں آؤں گا بس مجھے جانے دو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھر واقعہ سنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جھوٹ بول گیا ہے۔ وہ پھر آئے گا۔ تو تیسری رات وہ پھر آ گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ آج تو تجھے چھوڑنا ہی نہیں چاہے جتنی منتیں تو کر لے۔ تو کہنے لگا کہ میں تجھے ایک ذکر بتاتا ہوں وہ پڑھ لیا کر تو شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ وہ آیۃ الکرسی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتا گیا کہ یہ پڑھ لیا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محافظ مقرر ہو جائے گا اور شیطان قریب نہیں آئے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر یہ بات عرض کی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتا ہے کہ یہ تین راتیں کس کے ساتھ تیرا پالا پڑ رہا ہے یہ کون تھا؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بتا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”شیطان تھا“ ہے تو جھوٹا لیکن آیۃ الکرسی والی بات تجھے درست اور صحیح بتا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ کے نام کا بہت اثر پڑتا ہے آیۃ الکرسی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اس کی حمد وثناء ہے اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں اللہ تعالیٰ کے علم کا ذکر ہے۔ قدرت کا ذکر ہے۔ اس کا شیطان پر اتنا اثر پڑتا ہے کہ وہ قریب ہی نہیں آتا۔ ہاں اگر یقین اور اخلاص کے ساتھ آدمی پڑھ رہا ہو تو' ورنہ غفلت کے ساتھ اگر پڑھ رہا ہو یا یقین ہی کوئی نہیں تو پھر اثر نہیں ہوتا۔

تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی اللہ کا ذکر ہے اور ایسی چیز ہے کہ اسکے ساتھ بھی شیطان پر بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے چھوٹا بن جاتا ہے۔

اہل علم اس مقام پر ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ جتنے پہلے صحیفے اور کتابیں ہیں تورات' انجیل' زبور' صحف ابراہیم وموسیٰ علیہ السلام وغیرہ ان سب کا خلاصہ اور نچوڑ قرآن مجید کے اندر آ گیا ہے۔ جتنا قرآن مجید ہے سارے کا سارا سورۃ البقرہ سے لے کر سورۃ الناس تک یہ سورۂ فاتحہ کے اندر آ گیا ہے۔ یعنی سورۃ الفاتحہ جامع سورۃ ہے ام القرآن اور ام الکتاب ہے۔ پھر سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ اور نچوڑ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر آ گیا ہے اور بسم اللہ ساری کی ساری با کے نقطے میں آ گئی ہے۔ تو ''ب'' کا جو نقطہ ہے اس میں سب کچھ ہے پورا قرآن مجید بھی سورۃ الفاتحہ بھی اور پہلی ساری کتابیں اور صحیفے سب اس کے اندر آ گئے ہیں۔

گویا سمندر کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ تو یہ اہل علم کی اپنی بات ہے کتاب وسنت میں یہ بات نہیں آئی۔ ان کا اجتہاد ہے۔

بسم اللہ میں ''ب'' کے معانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے شروع میں جو ''ب'' ہے عربی زبان کے اندر یہ کئی ایک معانی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس مقام پر اس کے دو معانی زیادہ مناسب ہیں۔

ایک معنی تبرک والا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ قاری اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا تبرک حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرتا ہے کہ تلاوت کے اندر اور نیکی کے اندر برکت ہو جائے۔

یا جس کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے مثلاً کھانا کھاتے وقت' پانی پیتے وقت'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سواری پر سوار ہوتے وقت‘ تو پڑھنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کام میں برکت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اندر برکت فرما دے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے ”کُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ“ شان والا کام‘ اچھا کام ہو تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو وہ بے برکت بن جاتا ہے۔ تو اس فرمان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ شان والے کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائے تو ان میں برکت ہو جاتی ہے۔

تو پہلا معنیٰ اس کا تبرک والا ہے کیونکہ جو اس وقت کے مشرک تھے ان کا رواج تھا کہ وہ بتوں کے ناموں کے ساتھ برکت حاصل کرتے تھے آج بھی کئی لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کے نام لے کر تبرک حاصل کرتے ہیں کوئی علی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر‘ کوئی پیر دستگیر کا نام لے کر‘ کوئی کسی کا‘ کوئی اپنے کسی بزرگ کا نام لے کر تبرک حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرو۔

دوسرا اس ”ب“ کا معنیٰ استعانت والا ہے۔ مدد حاصل کرنا۔ تو مطلب ہے کہ تلاوت کرنے والا یا کوئی دوسرا کام کرنے والا جس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جاتی ہے اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتا ہے کہ میرے اس کام کو یا اللہ! پایہ تکمیل تک پہنچا اور بابرکت بنا دے۔ یہ استعانت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر انسان کوئی کام کر ہی نہیں سکتا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ اس کو جتنی توفیق ہے جتنی قدرت ہے یہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ تھوڑا بہت اختیار جو کچھ انسان کو ہے وہ اس کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ کئی ہمارے بھائی ہیں جو چل پھر نہیں سکتے ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتے۔ چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ حرکت بھی نہیں کر سکتے کروٹ بھی نہیں بدل سکتے۔ چلنے پھرنے اور حرکت کرنے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۱۳) بروز پیر

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت ہے اسی طرح اس کے اسماء گرامی بھی باعث برکت ہیں

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا یا دوسرا کوئی اچھا ذی شان کام کرنے والا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہے اور مدد طلب کرتا ہے۔ کہ کام کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جائے تاکہ کام کے اندر برکت ہو جائے اور اللہ کی مدد توفیق اس کام کے کرنے میں شامل حال ہو جائے۔

اس مقام پر ایک مشہور و معروف سوال ہے کہ تبرک تو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مدد بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے حاصل کی جاتی ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت اور مدد حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہاں بسم اللہ کے اندر تو نام کا ذکر آ رہا ہے کہ اللہ رحمٰن رحیم کے نام کے ساتھ۔

بعض اہل علم تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں اسم زائد ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ رحمٰن رحیم کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی مدد طلب کرتا ہوں۔ تو یہ اسم کا لفظ مقحم اور زائد ہے۔ مگر یہ نظریہ اور جواب درست نہیں۔ اس لیے کہ لفظ اسم زائد نہیں۔ کیونکہ زیادت کی دلیل صحیح نہیں ہے۔

اور یہ دلیل اس لیے درست نہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات سے مدد طلب کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی بھی باعث برکت ہیں ان سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے اور مدد بھی ان کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝﴾ (سورۃ الرحمن، آیت:۷۸) ''کہ تیرے رب ذی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجلال والاکرام کا اسم بابرکت ہے۔"

اسی طرح نماز کے اندر ثناء کی دعا کے الفاظ ہیں "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ" کہ اے اللہ! تیرا نام بابرکت ہے۔ کوئی غیر اللہ سے برکت تو نہیں مانگ رہا بلکہ اللہ کے نام سے برکت حاصل کر رہا ہے۔ جس طرح مدد اللہ کی ذات سے طلب کی جاتی ہے ویسے ہی اللہ کے نام سے بھی طلب کی جاتی ہے۔ دلیل اس کی قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ٤٥) فرمایا مدد طلب کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ۔ اور یہ بات بڑی ہے مگر خشوع کرنے والوں پر بڑی بات نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے کہ صبر کے ساتھ مدد طلب کرو اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔ اور نماز کے اندر قرآن مجید کی تلاوت ہے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تسبیحیں ہوتی ہیں' رکوع ہوتا ہے' سجدے ہوتے ہیں' قیام ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز کے ساتھ مدد طلب کرو تو ذکر آ گیا نماز کے اندر اللہ کے نام کا' نماز تو شروع ہی اللہ کے ذکر اور نام یعنی اللہ اکبر سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے «إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ» کہ آپ نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے۔

نماز کی ابتداء اللہ کے نام سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ استعانت طلب کرو تو اس میں اللہ کا نام بھی آ رہا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی نے شکایت کی کہ مجھے بدن میں تکلیف ہے' دردیں ہیں۔ بیمار ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بدن کے جس حصے پر تجھے تکلیف ہے اس پر اپنا ہاتھ رکھ' پھر تین مرتبہ پڑھ بسم اللہ۔ پھر سات مرتبہ «أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ» اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ۔ پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ ہر اس شے کے شر سے جو میں پا رہا ہوں اور جس سے میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں اور ڈرتا ہوں۔

اللہ کی قدرت اور عزت یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان کے ساتھ استعانت اور مدد طلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جا رہی ہے تو بسم اللہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے ساتھ مدد طلب کی جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ تعلیم فرما رہے ہیں۔ تو جس طرح اللہ کی ذات بابرکت ہے اس سے مدد طلب کی جاتی ہے اسی طرح اللہ کے نام بابرکت ہیں اور ان سے بھی مدد طلب کی جاتی ہے۔

اس ساری گفتگو سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسم سے جو لوگ مسمی (اللہ کی ذات) مراد لیتے ہیں یہ بات بھی بے بنیاد ہی ہے، غلط ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ کئی مقاموں پر اسم کا لفظ بول کر مسمی اور ذات مراد لی جاتی ہے لیکن اس مقام پر اسم سے مسمی مراد لینا ٹھیک نہیں۔

یہیں سے بعض لوگوں نے یہ نظریہ بنا لیا ہے کہ اسم اور مسمّٰی ایک ہی چیز ہے یعنی اسم ذات مسمّٰی کا عین ہے۔ بلکہ اس سے بھی بعض لوگوں نے تجاوز کر کے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ نام اور ذات اور تسمیہ ایک ہی چیز ہے۔ لیکن یہ دونوں نظریے بے بنیاد ہیں اور غلط ہیں تینوں چیزیں الگ الگ ہیں۔

مثال کے طور پر ایک نام خالد ہے اب ''خ ال د'' نام ہے۔ اصوات مقطعہ' یہ نام ہے۔ جو انسان کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور ذات الگ ایک شے ہے وہ انسان کے منہ سے نہیں نکلتی۔ تو خالد جس کا سر ہے' بازو ہیں' جس کے پیر ہیں' پورا ایک بدن ہے' جیتی والی چیز وہ ذات اور مسمّٰی ہے۔ ہاں مجازی طور پر کبھی اسم لفظ بول کر اس سے ذات اور مسمّٰی مراد لے لیا جائے تو وہ الگ بات ہے' وہ حقیقت نہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تفسیر کبیر'' کے اندر اس بات کو بڑا کھول کر بیان کیا ہے۔ دلائل پیش کر کے فرمائے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ مسئلہ شروع کر لیا ہے ان کو حقیقت میں سمجھ ہی نہیں آئی۔ بڑا واضح اور عام فہم مسئلہ تھا لیکن اس میں بھی وہ الجھ کر رہ گئے ہیں۔ انتہی۔

بیان یہ ہو رہا تھا کہ ذات بھی بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی اور نام بھی بابرکت ہیں' جس طرح ذات سے مدد حاصل کی جاتی ہے تو نام سے بھی مدد حاصل کی جاتی ہے۔ مشہور واقعہ ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے آخر میں نقل فرمایا ہے۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قدیم زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس نے ایک ماہر جادوگر رکھا ہوا تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہا کہ میرا تو اب کوئی پتہ نہیں کہ کب میں ختم ہو جاؤں تو تو ایک ہوشیار لڑکا لے آ' میں اس کو یہ سارا فن سکھا دیتا ہوں تا کہ بعد میں وہ تمہیں فائدہ دیتا رہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا تو ایک ذہین اور فطین لڑکا تلاش کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اس کی ذمہ داری لگا دی کہ اس جادوگر سے تم نے جادو کا فن سیکھنا ہے۔ اس نے فن سیکھنا شروع کر دیا۔ گھر سے آتا تھا جادوگر کے پاس۔ تو راستے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ایک راہب تھا۔ تو اس لڑکے نے اس کے پاس بھی اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔ اور دین کی باتیں سیکھنا شروع کر دیں۔ تو کسی وقت جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تو وہ اسے جھڑکتا کہ دیر سے کیوں آیا ہے؟ وقت پر نہیں پہنچا۔ تو لڑکے نے راہب سے کہا کہ اس طرح وہ جادوگر مجھے جھڑکتا ہے۔ تو میں کیا کروں۔ وہ راہب کہنے لگا کہ جس وقت دیر سے جادوگر کے پاس تو جائے تو اس کو کہو کہ گھر میں کسی کام کی وجہ سے میں دیر سے پہنچا ہوں تو اگر گھر والے تجھے سخت سست کہیں کہ تو بروقت کیوں نہیں آیا؟ تو ادھر کہو کہ جادوگر کے پاس دیر ہو گئی۔ ساتھ ہی راہب نے کہا کہ میرا نام صیغۂ راز میں رکھنا ہے کسی کو نہیں بتانا۔ کیونکہ پھر آزمائش آنے کا خطرہ ہے۔

ایک دن وہ جادوگر کے پاس جا رہا تھا کہ راستے کے اندر بہت بڑا ایک اژدھا بیٹھا ہوا تھا۔ لوگ سارے خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور اژدھا راستے سے ہٹتا بھی نہیں تھا۔ اس لڑکے نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! اگر یہ راہب کا سکھایا ہوا دین سچ ہے اور جادوگر کا علم جھوٹ ہے تو اس اژدھے کو اس راستے سے ہٹا دے یا رب! اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ وہاں سے ہٹ گیا اور لوگ گزر گئے۔ لوگوں کے اندر اس لڑکے کی شہرت شروع ہو گئی۔ وہ شہرت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ بادشاہ کی مجلس میں اس کا تذکرہ ہونے لگا تو بادشاہ کا ایک مجلسی تھا وہ نابینا ہو گیا تھا۔ اس کو کسی نے کہا کہ اس لڑکے کے پاس جا کر اپنی بینائی کے لیے دعا کرا۔ تا کہ تیری بینائی ٹھیک ہو جائے۔ اور تو تندرست ہو جائے۔ چنانچہ وہ بادشاہ کا مجلسی اس لڑکے کے پاس چلا گیا۔ لڑکے نے رب تعالیٰ سے دعا کی ساتھ یہ شرط عائد کی کہ میں تب دعا کروں گا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔

اس لڑکے نے دعا کو تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے تو کئی ایسے ہیں جو دعا اور دم کو کمائی کا ذریعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناتے ہیں تو چاہیے کہ اس کو تبلیغ کا ذریعہ بنائیں) اس نے شرط مان لی۔ اور کہا کہ آپ میرے لیے دعا کریں میں مؤمن بن جاؤں گا' ایمان لے آؤں گا۔ اس لڑکے نے دعا کی تو وہ مجلسی بینا ہو گیا۔ اور جس وقت وہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تو تو نابینا ہوا کرتا تھا یہ بینائی کیسے لوٹ آئی۔ تو اس نے بتایا کہ اس طرح ایک بچہ ہے اس کی دعوت پر میں ایمان لے آیا اس نے میرے واسطے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کر دی۔ بادشاہ کہنے لگا کہ اللہ اور رب کون سا ہے جس پر تو ایمان لایا ہے؟ میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: ہاں رب ہے بلکہ جس پر میں ایمان لایا ہوں رب تو وہی ہے۔ اس نے اس لڑکے کا پتہ بتا دیا۔ بادشاہ نے اس مجلسی کو تو شہید کروا دیا۔ اور بچے کو بھی منگوا لیا۔ بچے سے پوچھا کہ ہم نے تو تجھے جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کے لیے بٹھایا ہے تو نے یہ کیا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ بچہ چونکہ پکا مؤمن تھا کہنے لگا: ''میرا تو رب پر ایمان ہے میں مؤمن ہوں۔'' دھمکیاں دے کر اس راہب کا پتہ معلوم کروا لیا۔ چنانچہ اس راہب کو بھی طلب کر لیا۔ اس کو دھمکیاں دیں کہ کسی طرح ایمان سے ہٹ جائے۔ مگر وہ متزلزل نہ ہوا تو اسے بھی شہید کروا دیا۔ بچے کے بارہ میں ڈیوٹی لگائی کہ پہاڑ کی چوٹی سے اسے نیچے گرا دو۔ خود ہی پہاڑ کے کڑھوں میں گر کر تباہ ہو جائے گا۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق وہ اسے ساتھ لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر جس وقت پہنچے تو بچہ دعا کرتا گیا ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ)) یا اللہ! جس طرح تو چاہے مجھے ان سے کفایت کر' بچا کے رکھ ان لوگوں سے۔ چنانچہ پہاڑ کے ہلنے سے تو وہ لوگ نیچے گر کر ختم ہو گئے۔ بچہ صحیح سلامت واپس آ گیا۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ختم کر دیا ہے۔ بادشاہ نے دوسرے آدمیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے جاؤ وہاں اسے پکڑ کر سمندر میں ڈبو دو اور غرق کر دو۔ تو جب وہ اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے گئے تو بچہ وہی دعا ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ)) پڑھتا گیا چنانچہ موجیں آنے کی وجہ سے باقی سارے غرق ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے بچے کو صحیح سالم بچا کر واپس کنارے پہنچا دیا۔ چنانچہ بچہ پھر واپس آ گیا۔ بادشاہ بڑی حیرانگی سے پوچھنے لگا کہ وہ ساتھی کہاں ہیں؟ کہنے لگا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا ہے اور مجھے بچا لیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بچہ بادشاہ سے کہنے لگا کہ تو مجھے قطعاً ختم نہیں کر سکتا ہاں ایک صورت ہے (اگر مجھے ختم کرنا ہے) تو پھر سارے لوگوں کو جمع کر لے۔ سولی والی لکڑی لٹکا لے اور مجھے اس سولی پر باندھ دے۔ اور میرے ہی ترکش سے ایک تیر لے کر میری کمان میں اس کو رکھ کر بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ پڑھ کر اس کو چھوڑ اور تیر کو چلا۔ چنانچہ اسی طرح مجمع بنا کر اسی طریقے سے بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ پر تیر کو چلایا وہ سیدھا کنپٹی پر جا کر لگا۔ بچے نے فوراً وہاں ہاتھ رکھ دیا اور شہید ہو گیا۔ مجمع نے جب یہ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ ○ سنا تو وہ سارے مؤمن بن گئے پہلے صرف تین مؤمن تھے۔ اب سارے لوگ مؤمن بن گئے تو بادشاہ کے لیے اور مصیبت بن گئی اس نے کہا کہ اب کھائیاں کھود کر اس میں آگ جلا دو۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور لوگوں کو اس میں پھینک دیا گیا۔ لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک بی بی چھلانگ لگانے کے لیے آئی تو گھبراہٹ کیوجہ سے ذرا پیچھے ہٹی تو اس کی گود میں بچہ کہنے لگا اماں تو چھلانگ لگا لے پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس نے بھی شہادت کا درجہ حاصل کر لیا۔

تو گذارش کرنے کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بھی مدد حاصل کی جاتی ہے اب اس بچے نے اس بادشاہ کو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ کا کلمہ سکھلایا۔ تو جس وقت بادشاہ نے اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کی تو وہ بچہ شہید ہو گیا۔ پہلے کافی کوشش کی۔ لیکن اس بچے کو مار نہیں سکا۔ اللہ کے نام میں بھی بڑی طاقت ہے۔ اس لیے اسم کو مسمی قرار دینا یا اسم کو زائد بنانا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۱۴) بروز منگل

بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کے تین اسمائے حسنیٰ ذکر ہوئے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے تین اسمائے حسنیٰ ذکر ہوئے ہیں ایک اللہ دوسرا رحمٰن تیسرا رحیم۔

اللہ کے نام و اسمائے گرامی بہت زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ أَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ (سورة الأعراف' آیت: ۱۸۰) ''کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں ان ناموں کے ساتھ اللہ کو پکارو یعنی ان ناموں کو ذکر کر کے اللہ سے دعا مانگو۔ اور جو لوگ اللہ کے ناموں میں الحاد سے کام لیتے ہیں۔ ٹیڑھے پن سے کام لیتے ہیں افراط اور تفریط کے اندر مبتلا ہیں فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ جو وہ کر رہے ہیں اس کی جزا سزا ان کو دی جائے گی۔''

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو' جس کو بھی پکارو اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے «اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا» کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ (مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ) جو ان کو یاد کر لے ان کا احاطہ کر لے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تو ان ناموں میں یہ تین نام بھی ہیں ایک اللہ دوسرا رحمٰن تیسرا رحیم۔ اور یہ تینوں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر ذکر ہیں۔

اسم اللہ کی تشریح: لفظ اللہ اور اسم اللہ ذاتی نام ہے۔ اور دوسرے صفاتی نام ہیں۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے نام میں اللہ کے تمام اوصاف آ جاتے ہیں کیونکہ اہل علم نے اپنی کتابوں میں یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھی ہے کہ لفظ اللہ: ((عَلَمٌ لِذَاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ)) کہ اللہ ازلی ابدی ذات کا نام ہے اور وہ ازلی ابدی ذات گرامی تمام صفات کمال کی جامع ہے کوئی ایسی کمال کی صفت نہیں جو اللہ کے اندر موجود نہ ہو اور پھر ازل سے لے کر ابد تک موجود نہ ہو۔ ایسی صورت بھی نہیں کہ کوئی صفت کمال اللہ تعالیٰ کے اندر پہلے نہیں اور بعد میں اس میں آ جائے۔

ہاں انسان کے اندر ایسی صفات ہیں کہ پہلے وہ اس کے اندر موجود نہیں ہوتیں بعد میں وہ اس میں آ جاتی ہیں مثال کے طور پر کلام کرنا۔ یہ انسان کا ایک وصف ہے لیکن شروع شروع میں جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں یہ وصف کلام کوئی نہیں ہوتا یہ بول نہیں سکتا زبان اس کی کام نہیں کرتی صرف روئے گا' چیخے گا' چلائے گا۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ اس کے اندر یہ وصف کلام آ جاتا ہے' وہ بولنا شروع کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اندر ایسی کوئی صفت نہیں کہ وہ پہلے نہ ہو اور بعد میں وہ اس میں آ جائے۔

اسی طرح علم انسان کی صفت ہے لیکن پہلے پہل اس کے اندر علم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ (سورۃ النحل' آیت: ۷۰) پہلے علم نہیں ہوتا پھر اس کے اندر علم آ جاتا ہے۔ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ علم اس سے نکل جاتا ہے۔ اگر زندگی میں نہ نکلے تو جب فوت ہوتا ہے تو اس کا علم ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اندر بھی یہ صفت ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ پہلے اللہ کے اندر علم نہیں تھا اور بعد میں اس میں علم آیا ہو۔ یا کسی وقت اس سے علم نے ختم ہو جانا ہو بلکہ وہ ازل سے ابد تک ہے۔ اسی طرح دوسرے جو ہنر ہیں انسان وہ پہلے نہیں جانتا بعد میں تعلیم حاصل کر کے اور سیکھ کر اس کے اندر طرح طرح کے ہنر آ جاتے ہیں۔ ان کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی صفت ایسی نہیں جو پہلے نہ ہو اور وہ بعد میں اسکے اندر آئی ہو۔ قدرت' سننا' دیکھنا' اور باقی سب صفات اسی طرح ہیں۔ تو اللہ کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اوصاف کمال ہیں وہ تمام اس کے اندر موجود ہیں۔ اَلْمُسْتَجْمِعُ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات نظر نہیں آتی کہ اس دنیا میں نہ کسی نے اس کو دیکھا ہے اور نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نے اس کو دیکھا ہے۔﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝﴾(سورۃ الأنعام' آیت:۱۰۴) ''آنکھیں اللہ کی ذات کا احاطہ اور ادراک نہیں کر سکتیں اور اللہ نے تمام آنکھوں کا احاطہ کیا ہے وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے کوئی شے اس کی نظر سے اس کی نگاہ سے باہر نہیں' اوجھل نہیں۔''﴿إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝﴾ ''ہر چیز کو وہ خوب دیکھنے والا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا کہ یا اللہ! اپنا دیدار کراؤ۔ اپنا آپ مجھ کو دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿لَنْ تَرَانِي وَلَٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾(سورۃ الأعراف' آیت:۱۴۳) ''اللہ نے فرمایا تم اس پہاڑ کو دیکھو اگر اپنی جگہ پہ ٹھہرا رہا پھر تم مجھے دیکھ لو گے۔ رب تعالیٰ نے جس وقت پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جس وقت ہوش میں آئے تو فرمانے لگے یا اللہ! تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں اور سارے ایمان لانے والوں میں میں پہلا ایمان لانے والا ہوں۔''

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری ومسلم کے اندر حدیث مروی ہے کہ تین نظریے رکھنے والا بہت بڑا بہتان باندھنے والا ہے۔ ایک جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا تھا وہ سارے کا سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک نہیں پہنچایا کچھ چیزوں کو ان میں سے چھپا لیا ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ''فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ۔'' وہ بہت بڑا بہتان باندھ رہا ہے۔ (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا تھا وہ من وعن بلا کم وکاست لوگوں تک آپ نے پہنچا دیا ہے۔﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾(سورۃ المائدۃ' آیت:۶۷)

دوسری چیز یہ ہے' کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو وہ آدمی بھی بہت بڑا بہتان باندھ رہا ہے اور بہت بڑا جھوٹ بول رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ غیب دان نہیں تھے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾ (سورة النمل' آیت:٦٥)

فرمایا کہ آسمان وزمین میں جتنے بھی ہیں ان میں سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہے۔ اوران کوتو اتنا بھی شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ ہر چیز کو جاننا اور غیب دان بننا یہ تو بعد کی بات ہے۔

تیسری چیز ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہے "فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ" یہ بھی بہت بڑا بہتان باندھ رہا ہے اور بہت بڑا جھوٹ بول رہا ہے۔

آیت یہ تلاوت فرمائی ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (سورة الأنعام' آیت:١٠٤)

تو اللہ تعالیٰ کی کنہ اور حقیقت کا ادراک آج تک کسی نے نہیں کیا۔

اور جو لوگ اللہ کی ذات کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں وہ ان چیزوں سے بالاتر ہے' منزہ ہے' اور جتنی صفات کمال ہیں سب کا وہ جامع ہے۔ اور ہر قسم کے عیب اور نقص سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

اسم رحمان اور رحیم کی تشریح: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر دوسرا اور تیسرا نام دونوں صفاتی ہیں۔ رحمٰن اللہ کا وصفی نام ہے جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں بولا جاتا۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (سورة طه' آیت:٥)

کئی عرب اپنے علاقے کے سربراہ کو رحمٰن کے لفظ سے یاد کرتے رہے ہیں لیکن لفظ رحمٰن ان کے حق میں استعمال کرنا سراسر زیادتی تھی کیونکہ رحمٰن کا لفظ اللہ پر ہی بولا جاتا ہے۔

دیکھو ان لوگوں کی کم عقلی اور بے وقوفی کہ اللہ کو رحمٰن تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں لیکن اللہ کی مخلوق پر رحمٰن کا لفظ بولنے لگے ہیں ﴿وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ (سورة الفرقان' آیت:٦٠) "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں رحمٰن کیا ہے؟'' یعنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق اور ایک بندہ (بندہ بھی وہ جو پرلے درجے کا بے دین اور بے ایمان کذاب اور دجال تھا ''مسیلمہ کذاب'') اس کو رحمٰن کہنا شروع کر دیا۔ کتنی ناانصافی ہے۔

عام طور پر نام لوگوں نے عبدالرحمٰن رکھا ہوتا ہے تو پھر لوگ اس کو رحمٰن کہنا شروع کر دیتے ہیں یہ بات درست نہیں اور صحیح نہیں جیسے کوئی عبداللہ نام سے عبد ہٹا کر صرف اللہ کہنا شروع کر دے۔

اسی طرح دوسرے نام عبدالغفار وغیرہ ہیں اس میں بھی عبد ختم کر کے صرف غفار وغیرہ کہنا شروع کر دے وہ بھی ٹھیک نہیں یہ اللہ کے نام ہیں سوچنا چاہیے۔ تو رحمٰن نام صرف اللہ پر ہی بولا جاتا ہے۔ کسی اور پر نہیں بولا جاتا۔ اس لیے کہ اس کا معنی اور مفہوم ہی ایسا ہے کہ دوسری کسی ذات میں وہ پایا ہی نہیں جاتا۔ یعنی بہت ہی زیادہ رحم کرنے والا۔ رحمت سے ماخوذ ہے مبالغے کا صیغہ ہے۔ تو سب سے زیادہ رحمت اللہ تعالیٰ کی ہے اتنی رحمت اور کسی میں نہیں۔ فرمایا ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ '' اللہ کی رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رحمت کے سو حصے ہیں ایک حصہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجا ہے۔ لوگوں کے اندر، جنوں کے اندر، فرشتوں کے اندر اور جو دوسری اللہ کی مخلوق ہے کیڑے مکوڑے ہیں ان کے اندر جو نرمی پائی جاتی ہے یہ ایک حصہ ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ اللہ کی رحمت کتنی وسیع ہے۔ پھر ۹۹ حصے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں پر نچھاور کرنے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حد وحساب ہے اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے۔ رحمان کے اس مفہوم کو بھی انسان سامنے رکھے تو یہ لفظ رحمٰن کسی دوسرے پر بولا جا سکتا ہی نہیں۔ ہاں تیسرا نام جو رحیم ہے وہ مخلوق پر بول سکتے ہیں۔ اس میں بھی اگرچہ مبالغہ ہے۔ مگر جتنا رحمٰن کے اندر مبالغہ ہے اتنا اس میں نہیں۔

قرآن مجید میں ہے ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ (سورۃ التوبۃ، آیت:۱۲۸)

رسول اللہ ﷺ کی صفات اللہ نے ذکر فرمائی ہیں تو اس میں یہ صفت بھی ذکر کی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ مومنوں کے ساتھ رؤف اور رحیم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی صفت رحیم قرآن میں آ گئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (سورۃ الفتح' آیت:۲۹) فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے وہ رحیم ہیں۔نرمی کرنے والے ہیں۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت اللہ تعالیٰ نے رحماء بیان کی ہے جو رحیم کی جمع ہے۔

اور یہ لفظ اللہ پر بھی بولا جاتا ہے ﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝﴾ ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۸۳) جگہ جگہ اللہ نے یہ رحیم اپنا وصف بیان کیا ہے۔

رحمٰن اور رحیم دونوں لفظ رحمت سے مآخوذ ہیں رحمٰن کے اندر بھی مبالغہ ہے اور رحیم کے اندر بھی مبالغہ ہے۔رحمٰن میں رحیم کی بہ نسبت مبالغہ زیادہ ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۵/۴/۱۹۹۸) بروز بدھ

رحمٰن اور رحیم الگ صفت ہے محسن اور منعم الگ صفت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا کے دو نام نامی اور اسمائے گرامی پر بات ہو رہی تھی کہ ان دونوں کے اندر مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور رحمت سے یہ دونوں ماخوذ ہیں مطلب ہے کہ اللہ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ رحمت والا وصف جتنا اللہ کے اندر ہے اتنا کسی کے اندر نہیں۔ قرآن مجید میں ہے ایوب علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝﴾ ''یا اللہ! تکلیف آ گئی ہے ضرر پہنچ گیا ہے یا اللہ! تو رحم کرنے والوں میں زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ ہے۔(سورۃ الأنبیاء' آیت:۸۳)

اب اس رحمت کا معنیٰ کیا ہے عام طور پر کتابوں میں یہ لکھا ہوتا ہے ﴿رِقَّةُ الْقَلْبِ بِحَيْثُ تَقْتَضِي الْإِحْسَانَ﴾ کہ انسان کا دل نرم ہو جائے اور ترس کھا کر کسی پر احسان کرے' اس کو معاف کر دے یا اس کو مال دے دے' یا کوئی اور ضرورت اس کی پوری کرے۔ تو ایسی دل کی نرمی جو احسان کا تقاضا کرتی ہے اس کو رحمت کہتے ہیں۔ یہ تعریف کرنے کے بعد اہل علم لکھتے ہیں کہ یہ رقت القلب اللہ تعالیٰ کے اندر نقص ہے تو معنیٰ اللہ کے حق میں احسان کا لینگے۔ یعنی ایصال خیر کسی پر بھلائی اور انعام کرنا۔

کیونکہ رقت ایک انفعالی چیز ہے۔ اور اللہ انفعالیات سے مبرا اور منزہ ہیں۔ اس لیے غایت احسان اور انعام مراد لیا جائے گا۔ تو بسم اللہ کا ترجمہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ احسان اور انعام کرنے والا ہے۔ اتنے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات ہیں کہ وہ گنے بھی نہیں جا سکتے۔ اس میں شک وشبہ بھی کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ (سورۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النحل' آیت: ۵۳) "کہ تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔"

﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (سورۃ ابراھیم' آیت: ۳۴) کہ اگر اللہ کی نعمتوں کو تم شمار کرنے لگو ایک دو تین چار کر کے تو یہ گننا اور شمار کرنا تو بہت بڑا مسئلہ ہے فرمایا **لَا تُحْصُوهَا** کہ تم ان کا احاطہ بھی نہیں کر سکتے۔ کسی شے کو گننا ہو تو پہلے اس کا قابو میں ہونا ضروری ہے پہلے وہ احاطے اور قابو میں ہوگا تو پھر ایک ایک دو دو کر کے اس کو شمار کرے گا جب وہ اس کے قابو میں ہی نہیں اور احاطے میں ہی نہیں تو اس کو کس طرح وہ گن سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی بے شمار ہیں کہ وہ انسان کے احاطے میں ہی نہیں آ سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات بے شمار ہیں۔ اس میں شک والی بات کوئی نہیں مگر رحمت کا معنی انعام واحسان کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ الگ الگ صفتیں ہیں۔ رحمٰن رحیم الگ صفت ہے اور محسن و منعم الگ صفت ہے۔ اگر رحمت کا معنی احسان کر لیا جائے تو درمیان سے ایک صفت ختم ہو گئی صرف ایک صفت رہ گئی اس کا تو انکار ہو گیا۔

رحمت کا صفت ہونا وہ تو اس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر بھی ذکر ہے اور بھی قرآن مجید میں کئی مقاموں پر رحمٰن ورحیم صفتیں بیان ہوئی ہیں۔ اور احسان وانعام یہ بھی اللہ کی صفت ہے چنانچہ قارون کا واقعہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ علم والوں نے قارون کو وعظ ونصیحت کی اس میں یہ بھی ہے:

﴿وَ أَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ﴾ (سورۃ القصص' آیت: ۷۷) کہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر احسان ہے مال تجھے دے دیا ہے تو تو بھی دوسروں پر احسان کر۔ صرف جمع ہی نہ کرتا رہ۔

قارون کے پاس بڑا مال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ﴾ (ایضاً' آیت: ۷۶) کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک قوت والی جماعت بمشکل اٹھاتی تھی۔ خزانے کے بارہ میں حساب لگا لو کتنا کوئی مال اس کے پاس ہوگا مگر وہ تکبر میں آ گیا۔ قوم نے سمجھایا کہ تکبر نہ کر زمین میں فساد نہ کر۔ ٹھیک ہے دنیا میں تجھے اللہ نے مال عطا فرمایا ہے اسے خرچ کر۔ لیکن ساتھ ساتھ لوگوں پر احسان بھی کر غریب مسکین پر بھی خرچ کر۔ ان کو بھی مال دے دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو احسان کرنا اللہ کی صفت ہے۔

سورۃ الرحمٰن میں فرمایا ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (سورۃ الرحمن' آیت: ٦٠) نیک لوگ پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے ان پر انعامات کا تذکرہ اللہ نے فرمایا کہ یہ نعمت ان کو ملے گی...... تو ساتھ فرمایا ﴿ هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴾ (ایضاً) یہ دنیا میں احسان کرتے رہے ہیں تو احسان کا بدلہ پھر احسان ہی ہے ﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾ (سورۃ الرحمن' آیت: ٦١) جن وانسان کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ سورۃ الأحزاب میں فرماتے ہیں ﴿ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ ﴾ (سورۃ الأحزاب' آیت:٣٧)

کہ آپ اس کو کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور تم نے بھی اس پر انعام کیا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مملوک غلام تھے آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات تو ہر انسان پر ہیں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر بھی اللہ کے انعامات واحسانات تھے۔

غرض یہ ہے کہ انعام و احسان کرنا اللہ تعالیٰ کا الگ وصف ہے۔ اور اس سے الگ ایک وصف رحمت ہے۔ تو اگر رحمت کا معنی بھی انسان ایصال خیر اور احسان وانعام کرے تو مطلب اس کا یہ نکلے گا کہ وصفِ رحمت کا تو انکار ہو گیا۔ دراصل اس خرابی کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے رحمت کی تفسیر رِقَّةُ الْقَلْب کر لی۔ وہ تفسیر انسانی رحمت کی تھی۔ اللہ کی رحمت کی تفسیر وہ نہیں اور سمجھ یہ لیا گیا کہ اللہ کی رحمت کی تفسیر بھی وہی ہے۔ پھر اس کی آگے تاویلیں شروع کر دیں۔

تو اللہ کی رحمت کو مخلوق اور انسانی رحمت کے ساتھ دل و دماغ کے اندر تشبیہ دے دی۔ یہ تشبیہ دے کر جب بات نہ بنی تو آگے رحمت کی تاویل احسان کے ساتھ کر دی۔ تاویل جب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو وصفِ رحمت کا انکار ہو گیا۔ یہ تاویل والا سلسلہ بڑا خطرناک ہے خاص طور پر وہ تاویلیں جن کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں موجود نہیں۔ اور پھر وہ تاویلیں جو اللہ کی صفات میں کی جاتی ہیں اس کی بنیاد بھی غلط ہے۔

بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ دینا ہی غلط ہے کیونکہ اللہ کی ذات جس طرح بے مثل ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔ اور اس کی تاویل کا نتیجہ انکار نکلتا ہے کہ اللہ کی صفات کا انکار کیا جائے۔ وہ بھی درست نہیں غلط ہے۔ اس کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا وصف ہاتھ ہے قرآن میں ہے "بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" (سورۃ المائدۃ آیت: ٦٤) کہ اللہ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ یہ وصف ید قرآن کے اندر بھی بیان ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی سنت میں بھی بیان ہوا ہے۔ حدیثیں تو اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں نبی کریم ﷺ جن لفظوں سے قسم اکثر اٹھاتے وہ "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ" ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے تبھی تو آپ ان الفاظ سے قسم اٹھا رہے ہیں۔ اب ید اللہ کی صفت ہے تو کچھ لوگوں نے اس کی تاویل کرنا شروع کر دی کہ ہاتھ کا مطلب ہے قدرت۔ یا نعمت و احسان لیکن یہ دونوں صفتیں یعنی قدرت اور نعمت واحسان الگ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں جگہ جگہ قرآن میں ان کا ذکر ہے۔

اب "ید" کا معنی یا قدرت کر لیں یا نعمت اور احسان کر لیں تو تین صفتوں میں سے صرف دو ہی رہ گئیں کیونکہ "ید" کا معنی ہی دوسرا کر لیا ہے۔ تو صفت ید کا انکار ہو گیا۔ یہاں بھی خرابی وہی ہے کہ بنیاد تشبیہ اور نتیجہ انکار۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ جس طرح مخلوق کا ہاتھ ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس میں ہڈیاں، ناخن (وڈے بنے ہوئے ہیں) پھر گوشت پھر کھال۔ جس طرح مخلوق کا ہاتھ ہوتا ہے تو اس طرح خالق کا ہاتھ سمجھ لیا ہے۔ مخلوق کا یہ وصف تو ناقص ہی ناقص ہے سمجھ لیا کہ یہ نقص نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ میں آ گیا ہے۔ تو اس کی تاویل شروع کر دی جس کا نتیجہ انکار ید کی شکل میں نکلا۔

تو تشبیہ بھی غلط ہے اور پھر اللہ کے ہاتھ کا معنی قدرت یا احسان وانعام کرنا بھی غلط ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس سے ہاتھ کا انکار ہوتا ہے۔

صفات میں تاویل کی بنیاد بھی غلط اور نتیجہ بھی غلط تو تاویل کس طرح درست ہو سکتی ہے وہ تو بطریق اولی غلط ہوئی بلکہ اغلط ہوئی۔ اس لیے اس تاویل سے بچنا ضروری ہے۔

''رحمت'' اللہ کا وصف ہے جس طرح اللہ کی شان ہے اس کے مطابق اور مناسب اس کے لیے ثابت ہے۔ یہ رقۃ القلب والا معنی انسانی رحمت اور مخلوق کی رحمت کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور صفات کی تہہ تک تو انسان پہنچ ہی نہیں سکتا۔ جس طرح اللہ کی ذات کی تہہ اور کنہ تک یہ نہیں پہنچ سکتا۔ اب اللہ کی ذات اور صفات کو مخلوق کی ذات اور صفات پر قیاس کرنا اس کے ساتھ تشبیہ دینا بہت غلط اور خطرناک چیز ہے جس سے بہت سارے لوگ راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔

اس لیے سلف صالحین نے اس تاویل کی بڑی تردید کی اور اس موضوع پر بڑی کتابیں لکھی ہیں تاکہ لوگوں کو اس مسئلے کی سمجھ آ جائے۔ تو رحمت بھی اللہ کا وصف ہے اور یہ وصف اللہ کی ذات میں ازل سے لے کر ابد تک ہے اور یہ رحمت اللہ کی ہر چیز پر وسیع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اور یہ وصف رحمت اس کی شان کے مطابق ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۶/۴/۹۸) بروز جمعرات

حمد کا معنی اور مفہوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد سورۃ الفاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو ذکر کیا ہے کہ تمام حمد وثناء اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

یہ لفظ حمد "حَمِدَ يَحْمَدُ" (سمع یسمع) سے بنا ہے مصدر ہے اس کا معنی اور مفہوم اہل علم اپنی کتابوں کے اندر ذکر فرماتے ہیں کہ "هُوَ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْاِخْتِيَارِيِّ مِنَ الْجَمِيْلِ عَلٰى جِهَةِ التَّعْظِيْمِ وَالتَّبْجِيْلِ" زبان کے ساتھ اچھی ثناء اور اچھے اوصاف ذکر کرنا اور اچھائی اختیاری پر۔ محمود کے اختیار میں جو خوبی ہے اس اچھائی پر زبان کے ساتھ اچھی ثناء کا نام حمد ہے۔ بشرطیکہ وہ اچھی ثناء زبان کے ساتھ جو کی جا رہی ہے وہ تعظیم اور تکریم کے طریقے پر ہو۔

کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کی تعریف کرتا ہے ثناء کرتا ہے مگر اس کے اندر اس کی تعظیم اور تکریم مقصود نہیں ہوتی اس کی توہین مقصود ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی نہایت بزدل ہے تو آپ اس کو کہتے ہیں بڑا شیر ہے۔ یہ شیر ببر ہے۔ اب یہ کوئی اسکی حمد نہیں ہو رہی اس لیے کہ اس کے اندر وہ دلیری اور بہادری والا وصف موجود ہی نہیں۔ بلکہ اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے جس طرح ایک آدمی بڑا جاہل ہے علم کی رتی بھی اس کے پاس نہیں اس کو کہا جائے کہ بہت بڑا عالم اور فاضل ہے یہ عَلَّامَۃٌ بحرِ قَمْقَامَہ اور بحرِ طَمْطَامَہ ہے۔ تو مطلب اس کا یہی نکلے گا کہ اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ بظاہر اس کی تعریف ہو رہی ہے کیونکہ کلمات اچھے ہیں لیکن اس قسم کی تعریف جس میں مخاطب کی توہین اور اس کا مذاق اڑانا مقصود ہو اس کو حمد نہیں کہا جاتا۔

یہ حمد وثناء عام ہے چاہے نعمت کے مقابلے میں ہو چاہے نعمت کے مقابلے میں نہ ہو بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اورخوبی پر ہو۔حمد کا تعلق انعامات کے ساتھ بھی ہے یعنی کسی کے انعامات واحسانات کے مقابلے میں جو تعریف اور ثناء کی جائے گی اس کو بھی حمد کہتے ہیں۔تو ایسی کوئی خوبی جو اس کی ذات کے ساتھ ہی قائم ہے اس کے مقابلے میں جو تعریف کی جائے گی اس کو بھی حمد کہتے ہیں۔

اہل علم نے اپنی کتابوں میں عام تعریف یہی کی ہے۔اس پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر جو حمد ہوتی ہے اور صفات بھی وہ جو ازلی اور ابدی ہیں مَسْبُوْقِ بِالْعَدَمِ ہے ہی نہیں۔تو اس تعریف حمد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر حمد کی بیان کی گئی ہے وہ حمد نہیں بنتی۔

تو پھر اہل علم اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ اچھائی اور خوبی اختیاری حقیقۃً ہو یا حکماً ہو تو اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر جو حمد وثناء کی جاتی ہے جو مَسْبُوْقِ بِالْعَدَمِ نہیں حکم ان کا وہی ہے۔ جو ایسی صفات کا ہے جو پہلے موجود نہیں تھیں اور اختیار سے کسی نے اپنے اندر پیدا کیں ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ لفظ حمد قرآن وحدیث میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات پر بولا گیا ہے وہ سب جگہوں میں حقیقت نہیں۔

تو کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ جو اہل علم نے تعریف کی ہے یہ مخلوق کی جو حمد وثناء کی جاتی ہے اس کی تعریف ہے تو اللہ تعالیٰ کی جو حمد وثناء ہے اس کے اندر یہ مسبوق بالعدم والی قید ماخوذ نہیں۔تو پھر بات زیادہ مناسب بن جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی صفات پر جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جاتی ہے اس کو مجاز نہیں قرار دینا پڑے گا۔بلکہ وہ حقیقت ہی رہے گی۔

اللہ کی حمد وثنا بہت وسیع ہے: حمد وثناء اللہ تعالیٰ کی بہت وسیع ہے اس لیے کہ یہ اللہ کی صفات پر بھی ہے۔پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اللہ کی نعمتوں پر بھی ہے۔اور اللہ کے جو افعال ہیں کہ یہ کائنات ساری بنائی اور ساری کائنات کو روزی پہنچا رہا ہے ان افعال اور کاموں پر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے۔﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝﴾(سورة الرحمن' آيت:٢٩) ہر وقت اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی کام کر رہا ہے۔کسی نہ کسی شان میں ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔کہ اسکی نعمتیں بے شمار ہیں اس کے کلمات بے شمار ہیں اس کے افعال کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔تو اب جو اس کی حمد وثناء ہے اس کا مخلوق اور انسان کس طرح احاطہ کر سکتا ہے فرمایا﴿لَهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ﴾ (سورۃ القصص' آیت:۷۰) دنیا اور آخرت میں ہمہ قسم کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ فرمایا ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (سورۃ الکہف' آیت:۱۰۹) سمندر سیاہی بن جائے اللہ تعالیٰ کے کلمات احاطہ تحریر میں لانے کے لیے تو یہ سمندر ختم ہو جائے اور یہ سیاہی ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔ فرمایا اتنی سیاہی اور لے آؤ (سمندر جتنی) پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔ سیاہی ختم ہو جائے گی اور ایک مقام پر فرمایا ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ (سورۃ لقمان' آیت:۲۷) ''روئے زمین پر جتنے درخت ہیں ان کے قلم بنا لیے جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے اور سات سمندر اور سیاہی بن جائیں تو قلم اور سمندر سب ختم ہو جائیں گے اللہ کے کلمات ختم نہیں ہونگے۔'' تو جب اللہ کے کلمات اتنے وسیع ہیں تو ہر کلمے کے مقابلے میں حمد وثناء کا اندازہ لگاؤ کہ کتنی حمد وثناء اللہ کی بنے گی۔ اسی طرح اللہ کی نعمتیں بھی بے حد وحساب ہیں شمار ہی میں نہیں آسکتیں قطار میں ہی نہیں آسکتیں تو ان نعمتوں میں سے ہر ہر نعمت کے مقابلے میں اللہ کی حمد وثناء کا اندازہ لگاؤ کتنی حمد وثناء بنے گی۔ اور حمد وثناء کا دائرہ کتنا وسیع ہو جائے گا۔ کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی بے شمار' کلمات بے شمار' افعال اللہ کے بے شمار' تو ہر ہر فعل کے مقابلے پر حمد وثناء یہی ختم نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے جتنی حمد وثناء اللہ کی بیان کی ہے اور کوئی اتنی حمد وثناء نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ قنوت وتر میں یہ کلمات پڑھتے «اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ» ''یا اللہ! میں تیری رضاء کے ساتھ تیری ناراضگی سے پناہ طلب کرتا ہوں اور تیرے معاف کرنے کے ساتھ تیری سزا سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ تجھ سے ہی پناہ طلب کرتا ہوں استطاعت نہیں رکھتا ہمت نہیں رکھتا کہ میں تیری حمد وثناء کر سکوں اپنی حمد وثناء تو آپ ہی کر سکتا ہے تو اس طرح ہی ہے جس طرح تو نے آپ اپنی حمد وثناء کی ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں "لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ" کہ تیری حمد وثناء کرنے کی میں ہمت ہی نہیں رکھتا۔ تو دوسرے تیسرے کون ہیں جو کما حقہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر سکیں اللہ کی حمد وثناء بے شمار ہے۔

سوال: ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حمد اور تعریف تو دوسروں کی بھی ہوتی ہے کوئی بہت بڑا عالم ہو اس کی بھی تعریف کرتے ہیں کوئی بزرگ اور اللہ کا ولی ہو اس کی بھی لوگ تعریف کرتے ہیں اور اللہ نے بہت ساری چیزیں پیدا کی ہیں ان کی تعریف ہوتی ہے یہ اب غوری میزائل بنایا ہوا ہے تو بنانے والے کی تعریف ہو رہی ہے صدر بھی تعریف کر رہا ہے وزیر اعظم بھی اور دوسرے بھی اسکی تعریف کر رہے ہیں۔ مشیر بھی تعریف کر رہے ہیں۔ تو صرف اللہ کی حمد وثناء تو نہ ہوئی۔

جواب: یہ غوری میزائل جن چیزوں سے بنا ہے وہ چیزیں اللہ ہی نے بنائی ہیں اور جس نے اس کو بنایا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کے اندر جو دماغ ہے وہ اللہ تعالیٰ نے فٹ کیا ہے درحقیقت اس کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت اور سمجھ اور بصیرت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور بنائی ہوئی چیزیں اس کے ساتھ غوری میزائل تیار ہوا ہے یہ ساری چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں تو حمد وثناء بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ہوئی۔ مخلوق کی کسی قسم کی بھی تم تعریف کرو حقیقت میں وہ تعریف اللہ کی ہے۔

جَمِيعُ مَا حُمِدَ بِهِ الرِّجَالُ
لِرَبِّ الْعَالَمِينَ لَهُ كَمَالُ

کہتا ہے جتنی لوگوں کی تعریف کیجاتی ہے یہ سب کی سب حقیقت میں تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کیونکہ اصل اور ذاتی کمال اللہ تعالیٰ کا ہے دوسروں کے جتنے کمال ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ علم ہے تو وہ بھی عطائی ہے اور ہے بھی تھوڑا۔ فرمایا ﴿وَ مَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۸۵) کہ تمہیں جو علم عطا کیا گیا ہے وہ تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے۔ اور اللہ کا علم تو بڑا وسیع ہے ﴿وَ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝﴾ (سورۃ الطلاق' آیت:۱۲)

یہ تھوڑے سے علم والوں کی کتنی تعریفیں ہو رہی ہیں تو جس کا علم ہے ہی وسیع' بے حد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحساب' اور یہ انسان اس کے علم کا احاطہ ہی نہیں کر سکتا اس کی حمد وثناء کا اندازہ لگاؤ۔

اس طرح قدرت ہمت اللہ نے انسان کو عطا کی ہے مگر اللہ کے مقابلے میں یہ بالکل تھوڑی ہے اور معمولی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہر شے پر محیط ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۲۰) ہر شے پر وہ قادر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ پھر اس کی قدرت ہے بھی ذاتی' کسی نے اس کو عطا نہیں کی۔ انسان اور مخلوق کی قدرت ہے بھی محدود اور ہے بھی اللہ کی طرف سے عطا۔ اس پر کتنی تباہی مچا سکتا ہے اس کی تعریف کتنی ہے؟ محدود علاقے میں اس نے اپنا عمل کرنا ہے۔ چاہے زیادہ سے زیادہ عمل کر لے ہے پھر بھی محدود ہی۔ تو اللہ نے ''کہنا ہے تو آسمان بدل جائیں گے' ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی ساری کائنات کی بساط ہی اللہ نے لپیٹ دینی ہے تو کہنا صرف ''کن'' کلمہ ہے ﴿إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝﴾ (سورۃ یٰسٓ' آیت: ۸۲)

''اللہ نے کوئی کام کرنا ہو تو ''کن'' کہتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔''

تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ تمام حمد وثناء س اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی تربیت کرنے والا ہے ان کو پالنے والا ہے تمام کائنات کا مالک ہے' خالق ہے' رازق ہے' تمام حمدیں ثنائیں اسی کی ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۲۲) بروز بدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو الگ اور الحمد للہ کو الگ پڑھنا چاہیے

بعض لوگ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرتے وقت (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○) کو
حَمْدُلِلّٰهِ کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں۔ ملا کر پڑھنے کے ان کے ہاں دو طریقے ہیں ایک
ریقہ تو یہ ہے کہ الرَّحِيْمِ کی جو میم ہے اس کی زیر کو الْحَمْدُ کے لام کے ساتھ ملا کر
الرَّحِيْمِ الْحَمْدُلِلّٰهِ" پڑھتے ہیں اور کئی الرَّحِيْمِ کے میم کو زبر دیتے ہیں اور اَلْحَمْدُلِلّٰهِ کے
ف پر جو زبر ہے وہ پیچھے میم پر لے جاتے ہیں تو الرَّحِيْمَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○
ڑھتے ہیں۔

مگر یہ طریقے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف جارہے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا
ریقہ یہ تھا کہ آپ ﷺ آیت پڑھتے تو ٹھہرتے' وقف کرتے' پھر دوسری آیت پھر تیسری
یت۔ اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ قراءت کرتے تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہیں «إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْطَعُ قِرَآءَتَهُ حَرْفًا حَرْفًا» ایک روایت میں آيَةً آيَةً
کے لفظ آئے ہیں۔ کہ رسول کریم ﷺ تلاوت کرتے وقت حرف حرف کرکے پڑھتے اور آیت
یت کرکے پڑھتے۔

یہ بھی کئی روایتوں میں تفصیل آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پڑھتے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
رَّحِيْمِ ○ وقف کرتے پھر اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ پڑھتے تو وقف کرتے یہ طریقہ تھا
پ ﷺ کی تلاوت کا۔

اس لیے اپنے فن کا کوئی آدمی مظاہرہ کرتا رہے تو وہ الگ بات ہے نبی کریم ﷺ کی
نت اور آپ ﷺ کے طریقے کو اپنانا بھی تو کوئی شے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ
كُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سورۃ الأحزاب' آیت:۲۱) "رسول کریم ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے واسطے اچھا نمونہ ہیں۔'' ہر شے میں آپ ﷺ نمونہ ہیں۔ تلاوت میں' وضوء میں' نماز میں' زکوۃ' روزہ' حج' تجارت عدالت الغرض زندگی کے ہر شعبے میں نبی کریم ﷺ نمونہ ہیں۔

اس لیے تلاوت کرتے وقت بھی آپ ﷺ کے طریقہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خطبہ جمعہ میں اور آگے پیچھے وعظ وتقریر میں بھی آپ خطبہ مسنونہ سنتے رہتے ہیں اس میں آتا ہے ''وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ'' سارے طریقوں اور ساری سیرتوں میں بہتر طریقہ اور اعلیٰ سیرت رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کی سیرت ہے۔

اس لیے قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت آپ ﷺ کے طریقہ کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ اور خاص طور پر اس نظریے کے مطابق جس کے اندر (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) سورۃ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) کی آیت بھی نہیں بنتی تو پھر اس کو ساتھ ملانا یہ تو اور اچھی بات نہیں معلوم ہوتی۔

اس لیے بسم اللہ الرحمن الرحیم پر آدمی وقف کرے اور آگے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الگ آیت پڑھے۔ اور مَ اَلْحَمْدُ کی ضرورت نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ چیز ثابت نہیں۔

الحمدللہ کی فضیلت: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بڑا جامع اور فضیلت والا کلمہ ہے۔ صحیح بخاری کے اندر ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف لائے جن کے پاس مال اتنا نہیں تھا عرض کرنے لگے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ بھی رکھتے ہیں اور یہ مالدار لوگ ساتھ ساتھ صدقہ بھی کرتے ہیں اور بھی مالی نیکی کرتے جاتے ہیں ہمارے پاس اتنی ہمت نہیں کہ ہم مال اتنا خرچ کرسکیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک عمل بتاتا ہوں وہ تم اپنا لو تو ان کا مقام تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو پھر سکھایا کہ نماز کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ مال دار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پتہ چلا کہ رسول کریم ﷺ نے یہ عمل ان کو بتایا۔ اس عمل پر تو مال تو لگتا نہیں تھا (اگر مال لگتا بھی تو ان کے پاس تو مال بھی موجود تھا) انہوں نے بھی نمازوں کے بعد یہ عمل شروع کر دیا فقراء پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پ ﷺ نے ہمیں یہ عمل بتایا تھا تو یہ مال والوں نے بھی شروع کر دیا ہم سے پھر وہ آ گے
ڑھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ...... مَنْ یَّشَآءُ ﴾ (سورۃ
مائدۃ' آیت:٥٤) ''یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے وہ دے دے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ
ے دیا ہے وہ نیکی کر رہے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ' کو سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَللّٰهُ اَکْبَر کے ساتھ ملا کر پڑھنا ایک ایسی چیز ہے
س کے ساتھ آدمی مالی نیکی کرنے والے کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

صحیح بخاری کے اندر ہی ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا آٹا پیستے ہوئے مشقت محسوس کرتیں۔ رسول
للہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ کوئی خادمہ مل جائے تاکہ وہ کام کاج کر دے پتہ چلا
ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ مملوک غلام اور مملوکہ لونڈیاں آئیں ہیں۔ خادم کے سوال کے
لیے آئیں آپ ﷺ گھر نہ ملے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اپنا مطالبہ بتا کر چلی گئیں۔ رسول
للہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کو خبر سنائی گئی کہ اس طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھیں اور
ہوں نے یہ مطالبہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ علی رضی اللہ عنہ
رماتے ہیں کہ ہم اپنے اپنے بستر پر سونے کے لیے پہنچ چکے تھے نبی کریم ﷺ تشریف لائے
ر آ کر ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے خادم
سے بہتر ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس وقت تم رات سونے کے لیے بستر پر پہنچو تو ۳۳ مرتبہ
سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَر کہہ کر سو جایا کرو۔ یہ چیز
مہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(خادم سے کس طرح بہتر ہے خادم نے تو دنیا کا کام کاج ہی کرنا ہے اور یہ ذکر اور نیکی
آخرت میں بھی انسان کے کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿اَلْمَالُ
وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ
اَمَلًاO﴾ (سورۃ الکہف' آیت:٤٦) ایک مقام پر فرمایا ﴿وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ
عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّاO﴾ (سورۃ مریم' آیت:٧٦)

فرمایا کہ یہ مال' آل اولاد' بیٹے تو حیات دنیا کی زینت ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاں بہتر ہیں ثواب کے اعتبار سے بھی اور امید اور توقع کے اعتبار سے بھی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نیکی ان کو سکھائی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے لے کر آج تک میں نے یہ وظیفہ ترک نہیں کیا۔ ہر رات سوتے وقت یہ وظیفہ کر کے میں سوتا ہوں سوال کرنے والے نے پوچھا کہ «وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ» کہ صفین والی رات بھی آپ نے یہ وظیفہ نہیں چھوڑا (صفین ایک جنگ تھی اور جنگ کے دوران انسان کچھ پریشان ہوتا ہے اور مصروف بھی ہوتا ہے' فکر مند بھی ہوتا ہے۔ دن کو کچھ تھک بھی جاتا ہے سائل نے سوچا کہ شاید اس رات وہ وظیفہ علی رضی اللہ عنہ کا رہ گیا ہوگا' تو پوچھا کہ وہ صفین والی رات بھی آپ رضی اللہ عنہ وہ وظیفہ کر کے سوئے تھے؟) تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں صفین والی رات بھی میں وہ وظیفہ کر کے سویا تھا اس رات بھی میں نے یہ وظیفہ نہیں چھوڑا تھا۔ اتنا اس پر پابندی کے ساتھ عمل کیا۔

یہ ذکر اذکار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ' اَللّٰہُ اَکْبَر اور اس کے علاوہ اور ذکر و اذکار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے اور دل کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا ﴿ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ ﴾ (سورة الرعد' آیت: ۲۸) ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ دل مطمئن ہوتے ہیں۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے اندر اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات کمال ہیں اور جتنی صفات جمال ہیں وہ سب اس کے اندر آ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ قسم کی حمد و ثناء ہے۔ اس لیے آدمی کو عام طور پر بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھتے رہنا چاہیے۔ پھر کئی خاص موقعے ہیں جن میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اللہ کی حمد کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء: کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا رسول کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے اندر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانا کھا کر جس وقت فارغ ہوتے تو پڑھتے ((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا))

کھانا کھا کر رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ شکر ادا کرتے۔ اس لیے ان کلمات کو یاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے اور کھانا کھانے کے بعد مسلمان ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے «اَلْحَمْدُلِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ» اتنا تو ہر کسی کو یاد ہی ہے (کیونکہ نماز کے اندر پڑھتے ہیں) آگے ساتھ یہ چند لفظ ہیں ((غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا))

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۲۳) بروز جمعرات

حمد اور شکر میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے

اس آیت کریمہ کی جس وقت اہل علم تفسیر کرتے ہیں تو ایک مسئلہ اس کی تفسیر میں خصوصی طور پر بیان فرماتے ہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ حمد اور شکر کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں حمد' شکر ہے اور شکر' حمد ہے۔ دونوں کے اندر کوئی فرق نہیں دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ اہل لغت یہ جملہ بولتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شُكْراً ''بطور شکر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں۔'' تو حمد وثناء کو اہل لغت نے شکر قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے ان کا یہ نظریہ ہے (اور بھی بہت سارے علماء اس طرف چلے گئے ہیں کہ حمد و شکر ایک ہی ہیں۔) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے اس نظریے پر تبصرہ فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں یہ بات ٹھیک نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حمد اور شکر جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں فرق بھی ہوتا ہے۔

جمع ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت ہے اور اس نعمت کے مقابلے میں انسان اپنی زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے مثال کے طور پر صحت اور تندرستی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت پر کوئی اپنی زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے۔ تو یہ اللہ کی حمد وثناء بھی ہے اور یہ شکر بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت صحت وتندرستی پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر رہا ہے اور زبان کے ساتھ اس کی تعریف کر رہا ہے۔ حمد وثناء بھی بن گئی اور یہ شکر بھی بن گیا۔ اور بھی اسکی بہت ساری مثالیں ہیں۔ ان میں سے ایک مثال یہ بھی ہے کہ پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان کی زندگی کا اس پر دارومدار ہے۔ اس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو پانی کی نعمت پر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہے' اپنی زبان کے ساتھ تعریف کرتا ہے یہ حمد وثناء بھی بن جائے گی اور شکر بھی بن جائے گا۔ اسی طرح دودھ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اور بھی بے شمار نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ تو کسی بھی نعمت پر انسان اپنی زبان کے ساتھ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی حمد وثناء کرے گا یہ حمد بھی بنے گی اور شکر بھی بنے گا دونوں اکٹھے جمع ہو گئے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کے انعامات پر انسان جو حمد وثناء کرتا ہے اس کی بات تھی اور اگر کسی انسان نے کسی دوسرے انسان پر کوئی احسان کیا ہے تو اس احسان اور انعام کے بدلے یہ انسان زبان کے ساتھ اس کی تعریف کرتا ہے تو یہ اس کی حمد وثناء بھی بنے گی اور شکر بھی بنے گا کیونکہ اس نے اس پر انعام واحسان کیا ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حمد وثناء تو ہوتی ہے لیکن وہ شکر نہیں بنتا۔ مثال کے طور پر ایک انسان ہے وہ بڑا شاہسوار ہے اور گھوڑے پر سواری کا ماہر ہے تو اس کا یہ جو وصف اور خوبی ہے کہ سواری میں بڑا ماہر ہے اس وجہ سے اسکی کوئی زبان کے ساتھ تعریف وثناء کرتا ہے تو اب یہ حمد وثناء تو بنے گی لیکن شکر نہیں بنے گا۔ کیونکہ سواری میں مہارت والا وصف اس کی ذات کے اندر ہی ہے۔ یہ کسی دوسرے پر اس نے انعام نہیں کیا۔ بلکہ اس کی ذات کے ساتھ یہ قائم ہے۔ اس لیے یہ حمد وثناء تو بنے گی شکر نہیں بنے گا۔

اور ایسی صورتیں بھی ہیں کہ جہاں شکر ہوتا ہے حمد وثناء نہیں بنتی مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انسان پر انعامات کیے ہیں اور یہ انسان ان انعامات کے بدلے میں اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اور عبادت بھی ایسی ہے کہ جس کا زبان کے ساتھ تعلق نہیں بلکہ جوارح (یعنی اعضائے جسمانی) کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء کے ساتھ اللہ کی نعمت کے مقابلے میں۔ تو یہ شکر تو اللہ تعالیٰ کا بن گیا ہے لیکن یہ حمد وثناء نہیں ہے۔ کیونکہ حمد وثناء کا تعلق زبان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی انسان نے کسی انسان پر احسان کیا ہے اس کے بدلے میں یہ زبان کے ساتھ کوئی ثناء نہیں کرتا بلکہ ویسے ہی کوئی چیز اس کو دے دیتا ہے۔ اب یہ اس کے احسان اور انعام کا شکر بن جائے گا حمد وثناء نہیں بنے گی کیونکہ حمد وثناء کا تعلق صرف زبان کے ساتھ ہوتا ہے اور شکر کا تعلق زبان کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بدن اور دل کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً ... لِسَانِي وَيَدِي وَالضَّمِيرَا لَمُحَجَّبَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاعر اپنے کسی محسن کا تذکرہ کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس نے میری تین چیزیں تمہارے شکر میں لگا دی ہیں وہ تمہارے تابع ہو گئی ہیں میری زبان بھی میرا ہاتھ بھی اور میرا ضمیر و دل بھی۔

شکر کا تعلق زبان کے ساتھ بھی ہے' دل کے ساتھ بھی ہے بلکہ پورے بدن کے ساتھ ہے کیونکہ شکر کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ " فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنْ تَعْظِيمِ الْمُنْعِمِ لِكَوْنِهِ مُنْعِمًا سَوَاءً كَانَ بِاللِّسَانِ أَوْ بِالْجِنَانِ أَوْ بِالْأَرْكَانِ " ایسا فعل جو انعام کرنے والے کی تعظیم پر دلالت کرتا ہو اس کو شکر کہا جاتا ہے۔ خواہ اس فعل کا تعلق زبان کے ساتھ ہو' خواہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہو' خواہ اس کا تعلق دوسرے انسانی ارکان ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ساتھ ہو۔ تو شکر اور حمد کے اندر فرق ہے۔ آگے دوسرا ایک مسئلہ چلتا ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ " افضل ہے یا کہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" افضل ہے۔

بعض اہل علم اس طرف چلے گئے ہیں کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهَ " افضل ہے۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے «افضل الذكر لا اله الّا اللّٰهِ » "کہ ذکروں میں زیادہ فضیلت والا ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔"

دوسرے اہل علم جو الحمد للہ کے افضل ہونے کے قائل ہیں وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے «اَفْضَلُ الدُّعَآءَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » "کہ دعاؤں میں زیادہ فضیلت والی دعا وہ الحمد للہ ہے۔"

آدمی غور و فکر کرے تو یہ بات کہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ سے افضل ہے۔ اور لا الہ الا اللہ۔ الحمد للہ سے افضل ہے۔ بات بنتی نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے "لا الہ الا اللہ" کو ذکروں میں سے افضل قرار دیا ہے اور الحمد للہ کو دعاؤں میں سے افضل قرار دیا ہے۔ کہ افضل الدعاء الحمدللہ " کے الفاظ فرمائے ہیں۔ اور وہاں افضل الذکر لا الہ الا اللہ کے الفاظ فرمائے ہیں۔ تو ایک اعتبار سے "لا الہ الا اللہ" افضل ہے وہ ذکر کا اعتبار ہے اور دوسرے اعتبار سے الحمد للہ افضل ہے وہ دعا کا اعتبار ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف کے اندر دونوں جملے اکٹھے مروی ہیں: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

«أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اَفْضَلُ الدُّعَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ»

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث ہے اس میں نبی کریم ﷺ نے ''لا الہ الا اللہ'' اور ''الحمد للہ'' کا اکٹھا تذکرہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں «أَفْضَلُ مَاقُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ قَبْلِي» کہ جو میں نے کہا ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں نے کہا ہے ان تمام میں سے افضل «لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ» ہے اس ذکر کو آپ ﷺ نے سب سے زیادہ افضل قرار دیا ہے اس کے اندر ''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' بھی آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بھی آ گئی ہے۔ ''لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ'' کہ سارا ملک اسی کے لیے ہے اور ساری حمد وثناء بھی اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ یہ ذکر رسول اللہ ﷺ نے سارے ذکروں سے افضل قرار دیا ہے۔ کہ جو ذکر میں کرتا ہوں اور جو مجھ سے پہلے پیغمبر ذکر کرتے رہے ہیں ان سب میں سے یہ ذکر افضل ہے۔ (موطا امام مالک)

صحیح بخاری کے اندر اس کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح آدمی سو دفعہ «لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُوَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ» پڑھے اس کے سو درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اس کے سو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے دس غلام آزاد کرنے کا اس کو ثواب ملتا ہے اور سارا دن وہ شیطان کے حملے سے بھی محفوظ رہتا ہے شیطان اس پر تسلط نہیں جما سکتا۔ یہ اس کے لیے حرز اور بچاؤ کا کام دیتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے افضل ذکر اور کسی کا نہیں ہوگا یعنی جتنے ذکر کرنے والے لوگ ہیں سب سے اس کا یہ عمل اور ذکر اعلیٰ اور افضل ہے ہاں جو انسان سو دفعہ سے زیادہ یہ ذکر پڑھ لے تو وہ اس سے افضل بن جائے گا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے ''لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ'' اور حمد دونوں کی مجموعی فضیلت بیان فرمائی ہے تو بہر حال صحیح اور درست بات یہ ہے کہ ایک اعتبار سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ افضل ہے اور ایک اعتبار سے لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ افضل ہے۔ اگر دونوں کو جمع کر لو تو پھر یہ سب سے افضل ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے جمع کر کے بیان فرما دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۵/۴/۱۹۹۸) بروز ہفتہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ میں اَلْ کے معانی

"اَلْـحَـمْـدُ" دو کلموں سے مرکب ہے۔ایک کلمہ اَلْ یعنی الف' لام۔ دوسرا کلمہ حَـمْـد ہے۔"اَلْ" کلمے کے عربی زبان کے اندر بہت سارے معانی ہیں ان میں سے ایک معنی یہ ہے کہ جس اسم پر یہ داخل ہو جائے جس اسم کے ساتھ اَلْ مل جائے تو دلالت کرتا ہے کہ اس اسم کی حقیقت مراد ہے۔جنس مراد ہے' اس کے افراد سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ جس طرح عربی زبان میں یہ بات کہی جاتی ہے۔

اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ "کہ مرد عورت سے افضل اور بہتر ہے۔" اب ظاہر بات ہے کہ بہت ساری عورتیں بہت سارے مردوں سے افضل ہوتی ہیں۔فرعون' قارون' ہامان اور ابی بن خلف یہ سب مرد ہیں لیکن ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے۔ کچھ بھی نہیں اور ان کے برعکس وہ عورتیں جو ایمان والی ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہیں قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہیں پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی صحابیات ہیں تو ان مردوں سے وہ بہت زیادہ افضل ہیں مگر مرد کی حقیقت عورت کی حقیقت سے افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مرد تو بہت سارے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں کامل مریم بنت عمران ہوئی ہیں اور آسیہ فرعون کی بیوی کامل ہوئی ہیں۔

تو "اَلـرَّجُلُ" میں جو الف لام آیا ہے یہ دلالت کر رہا ہے کہ مرد کی حقیقت اور جنس عورت کی حقیقت اور جنس سے افضل اور بہتر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ہر مرد ہر ہر عورت سے افضل ہے۔

دوسرا الف لام کا معنی ہوتا ہے جس اسم پر یہ "اَلْ" داخل ہو جائے اس سے مخصوص اور معین فرد مراد ہوتا ہے جس طرح قرآن مجید کے اندر آرہا ہے ﴿كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾ (سورۃ المزمل' آیات: ۱۵۔۱۶) "اللہ فرماتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ فرعون کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجا تو فرعون نے پیغمبر کی نافرمانی کی" اس جگہ ﴿فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ﴾ فرمایا ہے۔ رسول پر الف لام ہے الرسول کی نافرمانی کی فرعون نے۔ تو الرسول سے تمام رسول مراد نہیں نہ کوئی غیر معین رسول مراد ہے جنس اور حقیقت بھی مراد نہیں مخصوص اور معین رسول مراد ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام یا پھر ہارون علیہ السلام مراد ہیں تو مخصوص پیغمبر مراد ہیں یہ بھی کلمہ اَلْ کا ایک معنی ہے۔

تیسرا معنی اس "کلمہ اَلْ" کا یہ ہوتا ہے کہ جس اسم پر یہ داخل ہو جائے اس سے مراد تو ایک فرد ہی ہوتا ہے لیکن وہ معین نہیں ہوتا۔ غیر معین فرد مراد ہوتا ہے۔ جس طرح سورۂ یوسف کے اندر ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے باپ کے سامنے اپیل کی کہ ہمارے ساتھ یوسف کو بھیجیں تاکہ کھیل کود آئے اور سیر و تفریح کر آئے۔ تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ﴿إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ﴾ (سورۃ یوسف' آیت:۱۳) "کہ اگر تم باہر چلے جاؤ تو مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس کو کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے۔" تو اَلذِّئْبُ پر بھی الف لام آیا ہے۔ مراد اس بھیڑیے سے کوئی مخصوص بھیڑیا نہیں۔ اور خارج کے اندر بھی یعقوب علیہ السلام نے کوئی مخصوص اور معین نہیں کیا اور ان کے ذہن میں بھی کوئی مخصوص بھیڑیا مراد نہیں تھا بلکہ کوئی ایک بھیڑیا' تو یہ بھی کلمہ اَلْ معنی دیتا ہے۔

چوتھا اس کا معنی ہوتا ہے کہ جس اسم پر یہ داخل ہو جائے اس کے جتنے افراد ہیں وہ تمام کے تمام مراد ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ (سورۃ العصر) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "عصر کی قسم۔ کہ انسان ضرور بالضرور یقیناً خسارے کے اندر ہے۔"

اب اس انسان سے کوئی خاص افراد مراد نہیں ہیں بلکہ جتنے بھی انسان ہیں تمام کے تمام اس کے اندر شامل ہیں۔ ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝﴾ (سورۃ العصر' آیت:۲)

دلیل اس کی کہ سارے انسان اس سے مراد ہیں وہ آگے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (سورۃ العصر' آیت:۳) ماسوائے ان کے جو ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے' نیک اعمال کی پابندی کرتے رہے اور حق کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے اور صبر کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے۔ یہ چار صفات کے حامل انسان خسارے میں نہیں باقی تمام انسان خسارے میں ہیں اس مقام میں (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) پر جو الف لام اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے۔ اس میں ان چار معانی میں سے کونسا معنیٰ مراد ہے؟ تو کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ حقیقت اور جنس اس سے مراد ہے یعنی حمد و ثناء کی حقیقت جنس اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ الخبیر فرماتے ہیں کہ الف لام اس مقام پر استغراق کے لیے ہے، تمام افراد اس سے مراد ہیں کہ حمد و ثناء کے جتنے افراد ہیں سارے اور تمام کے تمام رب تعالیٰ کے لیے ہیں کسی اور کے لیے نہیں۔ دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہوتے «اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّهُ وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّهُ وَبِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّهُ وَإِلَیْکَ یَرْجِعُ الْأَمْرُ کُلُّهُ»

"کہ یا اللہ! جتنی حمد و ثناء ہے کل کی کل' تمام کی تمام وہ تیرے لیے ہے۔ اور ملک سارے کا سارا تیرا ہی ہے' خیر و بھلائی ساری کی ساری تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور جتنے امور ہیں تمام کے تمام تیری ہی طرف لوٹیں گے۔"

تو آپ ﷺ نے لَکَ الْحَمْدُ کُلُّهُ فرمایا ہے۔ "اَلْحَمْدُ" کی تاکید لفظ کُلُّ کے ساتھ فرمائی ہے۔ تو مراد اس سے حمد و ثناء کے تمام افراد ہیں۔ تو الف لام کا یہ چوتھا معنیٰ استغراق والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں مراد ہے۔

جنس والا معنیٰ مراد لو یا یہ استغراق والا معنیٰ مراد لو تو مآل اور انجام دونوں کا ایک ہی بنتا ہے کیونکہ حقیقت حمد و ثناء کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوگی تو جتنے افراد حمد و ثناء کے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو جائیں گے۔ اور اگر تمام حمد و ثناء اللہ کے ساتھ مخصوص ہوگی تو جنس اور حقیقت حمد و ثناء وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہو جائے گی۔

تو مآل اور انجام دونوں تفسیروں کا ایک ہی نکلتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لک الحمد کُلُّهٗ۔

حمد و ثناء کی فضیلت: حمد و ثناء کی فضیلت بھی بڑی آئی ہے۔ ابن ماجہ کے اندر حدیث ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندے نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ان لفظوں کے ساتھ کی ((یَارَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْهِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ)) ''یا پروردگار! تمام حمد وثناء تیرے لیے ہے جس طرح مناسب اور لائق ہے تیرے چہرے کی جلالت کیلیے اور تیری عظیم سلطنت کے لیے۔'' یہ کلمات اس نے کہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے جو لکھنے پر متعین ہیں ان کو پتہ نہ چلا ((فَلَمْ یَدْرِیَا کَیْفَ یَکْتُبَانِهَا)) کہ یہ کلمات اور حمد وثناء وہ کس طرح تحریر میں لے آئیں اور کس طرح اس کو لکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے کہنے لگے کہ یا اللہ! تیرے بندے نے ان الفاظ کے ساتھ تیری حمد وثناء کی ہے تو ہم کس طرح لکھیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح اس بندے نے یہ کلمات کہے ہیں تم اسی طرح لکھ دو اس کی جزا اور اس کا اجر وثواب میں خود دونگا یہ اتنے پیارے اور محبوب کلمات اس بندے نے کہے ہیں۔

صحیح بخاری کے اندر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ کے مقتدیوں میں سے ایک صحابی نے یہ کلمات کہے: ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ''

یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے سن لیے سلام پھیرا تو پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں سارے خاموش رہے کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ڈانٹ ہی نہ پلا دیں کہ کہیں ہم نے یہ کلمات اچھے نہ کہے ہوں رسول اللہ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری ہو۔

نبی کریم ﷺ نے پھر پوچھا تو وہ پھر خاموش رہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات جس نے کہے ہیں اس نے کوئی برا کام نہیں کیا' حرج والا کام نہیں کیا۔ پھر ایک شخص بولا کہ یہ کلمات میں نے کہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیس فرشتے میں نے دیکھے کہ وہ جلدی کر رہے تھے' لپک رہے تھے کہ کون سا فرشتہ ان میں سے ان کلمات کو پہلے لکھے۔ اتنے یہ اللہ کے ہاں قدر ومنزلت والے کلمے ہیں۔

صحیح بخاری کے اندر ہی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ((کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ إِلَی الرَّحْمٰنِ' خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ' ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ)) دو کلمے اللہ کو بہت پیارے ہیں' زبان پر بالکل ہلکے پھلکے ہیں' کوئی بوجھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بنتے' ترازو کے اندر بڑے وزنی اور بھاری ہیں' وہ دو کلمے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہیں۔ اس کے اندر اللہ کی حمد و ثناء بھی ہے اور تسبیح اور تنزیہ بھی ہے۔

یہ کلمات اللہ کو بہت پیارے ہیں آدمی کو چاہیے کہ یہ کلمات پڑھتا رہے اور اپنی زبان کو ان دونوں کلمات کے ساتھ تر رکھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہوتی رہے۔

صحیح بخاری کے اندر ہی ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((مَنْ قَالَ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) جو آدمی دن کے اندر سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کلمہ کہہ دے (صبح سے شام تک دن کے اندر سو دفعہ ان کلمات کا پڑھنا انسان پر کوئی بوجھ نہیں) تو اس کی خطائیں خواہ سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں وہ ختم کر دی جائیں گی' مٹا دی جائیں گی۔ اتنا اجر و ثواب اس کلمے کے سو مرتبہ پڑھنے والے کو حاصل ہوگا۔

ذکر واذکار سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں: یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جو خطائیں ذکر واذکار کے ساتھ مٹتی ہیں' معاف ہوتی ہیں یہ صغیرے گناہ ہیں' چھوٹے گناہ ہیں۔ تو جو گناہ کبیرہ ہیں اور خطائیں کبیرہ ہیں وہ یا تو توبہ کے ساتھ معاف ہوتے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے' ماسوائے کفر اور شرک کے۔ کیونکہ یہ دو جرم اللہ تعالیٰ نے معاف کرنا ہی نہیں اگر کفر و شرک کی حالت پر کوئی فوت ہو جائے توبہ کے وقت میں توبہ کیے بغیر۔

اس کی دلیل کہ ذکر واذکار وغیرہ سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں وہ چھوٹے گناہ ہیں صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے دوسرے رمضان کے روزے تک درمیانی وقفہ کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیانی وقفہ کا کفارہ بن جاتا ہے پانچ نمازیں' درمیان میں جو وقفے آتے ہیں ان میں جو لغزشیں اور خطائیں انسان سے سرزد ہوتی ہیں ان کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ)) ایک روایت میں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں ((مَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ))

یہ کہ اگر انسان کبائر سے اجتناب کرے کبیرے گناہوں کے قریب تک نہ جائے' ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرہیز کرے، تو پھر یہ درمیانی وقفے کے گناہوں کے لیے یہ نیکیاں کفارہ بنیں گی۔ تو جو شخص کبیرے گناہ کا ارتکاب ہی نہ کرے تو ان نیکیوں سے جو گناہ معاف ہوں گے وہ پھر صغیرے اور چھوٹے گناہ ہی ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر بھی فرمایا ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا ۝﴾ (سورة النساء' آيت: ٣١) ''کہ اگر کبیرہ گناہوں سے تم اجتناب کرو گے تو ہم تمہاری خطائیں مٹا دیں گے' ختم کر دیں گے۔'' اب کبیرے سے پرہیز کرے گا تو گناہ کبیرہ اس کا ہوگا ہی کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے وہ پھر صغیرے اور چھوٹے گناہ ہی ہوئے۔ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا ۝ ''اور تمہیں اچھی اور عظمت والی اعلیٰ ترین داخل کرنے کی جگہ کے اندر داخل فرمائیں گے جنت کے اندر۔

تو گذارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ ذکر واذکار' نماز' روزہ' جمعہ جو نیکیاں ہیں ان سے جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف کرتے ہیں وہ چھوٹے ہیں۔ تو چھوٹے گناہ ذکر واذکار کے ساتھ معاف ہو جائیں تو یہ بھی بہت بڑی فضیلت ہے اس لیے اللہ کی حمد وثناء دن رات کرنا چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں اَلْحَمْدُ کے اندر جو ''اَلْ'' کلمہ تھا اس کے متعلق گفتگو ہوئی کہ عربی زبان میں یہ کئی معانی کے لیے آتا ہے چار ان میں سے بیان ہوئے۔ اس مقام پر جنس والا معنی ہے یا استغراق والا معنی ہے۔ پھر حمد وثناء کی فضیلت نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں آپ نے سنی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (سورة بنى اسرائيل' آيت: ٤٤) ''کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ساتوں آسمانوں اور زمین کے اندر جو ہیں وہ کر رہے ہیں۔'' فرمایا جتنی بھی چیزیں ہیں چھوٹی بڑی ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر رہی ہے۔ لیکن تم اس کی تسبیح سمجھتے نہیں ہر شے اللہ کی حمد وثناء اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ تو انسان کو بھی چاہیے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے اندر مصروف' مشغول اور محو رہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۶/۴/۱۹۹۸) بروز اتوار

حمد میں بہت زیادہ عموم ہے

کل کے درس میں کلمہ ''اَلْ'' پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ الحمد کے اندر دوسرا کلمہ ''حَمْد'' ہے۔ ''حَمْد'' حَمِدَ یَحْمَدُ کا مصدر ہے اور مصدر کبھی متعدی ہوتا ہے اور کبھی لازم' لازم ہو تو تین طرح کا ہوتا ہے اور متعدی ہو تو چھ طرح کا ہوتا ہے۔

① مصدر مبنی للفاعل ② مصدر معلوم ③ حاصل مصدر معلوم

④ مصدر مبنی للمفعول ⑤ مصدر مجہول ⑥ حاصل مصدر مجہول

بحر العلوم اور کئی دوسرے عالم فرماتے ہیں کہ حاصل مصدر معلوم اور مجہول کی بجائے حاصل مصدر ہی کہنا چاہیے۔ تو اس طرح پانچ قسمیں بن جائیں گی۔ اس مقام پر ''حمد'' کونسا مصدر ہے کوئی اس کو مبنی للفاعل بناتا ہے کوئی مبنی للمفعول بناتا ہے کوئی معلوم کوئی مجہول کوئی حاصل مصدر بناتا ہے۔

ملا عبدالغفور نے جامی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ جس طرح یہ مقام تقاضا کر رہا ہے کہ تمام قسم کی حمد و ثناء اللہ کے لیے ہے اسی طرح یہ مقام تقاضا کر رہا ہے کہ جتنے بھی حمد کے اندر احتمالات ہو سکتے ہیں مصدر کے اعتبار سے وہ سارے کے سارے اس مقام پر مراد لے لیے جائیں استغراق بھی ہو جائے اور استیعاب بھی ہو جائے۔ تو مطلب یہ نکلے گا کہ جتنی بھی حمدیں ہیں یعنی حمد میں بھی عموم ہے کوئی خاص قسم کی حمد مراد نہیں۔ دوسرا عموم اس کے اندر یہ ہے کہ جتنے بھی حمد کرنے والے ہیں فاعل کے اندر بھی عموم ہے کوئی مخصوص حمد کرنے والا مراد نہیں' جتنے بھی حمد کرنے والے ہیں' تمام مراد ہیں' تمام حمد کرنے والوں کی تمام حمدیں' پھر زمانہ اور وقت کے اندر بھی عموم ہے' کسی خاص وقت اور خاص زمانے کی حمد نہیں بلکہ ازل سے لے کر ابد تک جتنی بھی حمدیں ہیں وہ سب مراد ہیں پھر مکان اور جگہ کے اعتبار سے بھی اس میں عموم ہے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخصیص اس کے اندر نہیں۔ کسی بھی مقام اور جگہ پر حمد کی جارہی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اس کے اندر ایک اور عموم بھی ہے کہ حمد کرنے والے سے وہ حمد ابھی صادر ہوئی ہے یا صادر نہیں ہوئی بلکہ بعد میں اس نے حمد وثناء کرنا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص ہیں۔ تو یہ ساری اس کے اندر تعمیمیں ہیں۔ ہاں ایک تخصیص ہے کہ ساری حمد وثناء وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے وقت اللہ کی حمد: اور یہ حمد رسول کریم ﷺ بڑی کثرت کے ساتھ کرتے تھے۔ صبح نیند سے اٹھتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرماتے ((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَآ أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ''کہ تمام حمد وثناء اس ذاتِ گرامی کے لیے ہیں جس نے ہمیں سلانے کے بعد اٹھا لیا ہے (اگر اللہ چاہے تو سونے کی حالت میں کسی کو فوت کر لے۔ رات کو انسان سو گیا ہے اور ایسا سوئے ایسا سوئے کہ وہ سوتا ہی سو جائے۔ وہ سویرے اٹھے ہی نہیں۔''

کئی واقعات آپ نے سنے بھی ہونگے۔ میرے ایک چچا صاحب تھے وہ راولپنڈی گئے ہوئے تھے رات کو آرام کے لیے سو گئے لیکن سویرے اٹھے ہی نہیں حالانکہ تہجد پڑھتے' جلدی اٹھ جاتے تھے۔ نہیں اٹھے۔ ساتھیوں نے اٹھایا پھر بھی نہیں اٹھے۔ ہاتھ لگایا تو پتہ چلا کہ فوت ہو چکے ہیں۔ رات سوتے میں پتہ نہیں چلا کہ فوت ہو گئے ہیں (اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا) (سورۃ الزمر' آیت: ۴۲) کہ کئی کو اللہ تعالیٰ سونے کی حالت میں فوت کر دیتے ہیں جس کو چاہے اللہ تعالیٰ فوت کر لے۔

رسول اللہ ﷺ نیند پوری کر کے اٹھتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے کہ اس نے ہمیں سلانے کے بعد اٹھا لیا۔ اگر چاہتا تو نیند کی حالت میں ہی اپنے پاس بلا لیتا۔ ((اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَآ أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ))

یہ اٹھتے ہی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے۔

تہجد کے لیے کھڑا ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء: پھر تہجد کے لیے جس وقت کھڑے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے۔ صحیح بخاری وغیرہ کے اندر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ((إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ)) کہ جب نبی کریم ﷺ رات تہجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اٹھتے تو ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَآ أَخَّرْتُ وَمَآ أَسْرَرْتُ وَمَآ أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ أَنْتَ إِلٰهِي لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ))

"یا اللہ! ساری حمدیں تیرے لیے ہیں تو آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان کو روشنی عطا کرنے والا ہے یا اللہ ساری حمد وثناء اور تعریفیں تیرے لیے ہیں تو آسمانوں وزمین اور جتنی چیزیں ان کے اندر ہیں ان سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ یا اللہ! ساری حمد وثناء اور تعریفیں تیری ہی ہیں تو آسمانوں کا بھی حکمران وبادشاہ ہے' زمین کا بھی حکمران وبادشاہ ہے اور جو کچھ اُن کے اندر ہے سب کا مالک، حاکم بادشاہ تو ہی ہے۔ یا اللہ! ساری حمد وثناء اور تعریفیں تیرے لیے ہیں تو حق ہے۔ تیرا وعدہ حق ہے۔ تیری بات بھی حق ہے۔ تیری ملاقات بھی حق ہے۔ جنت بھی حق ہے' دوزخ بھی حق ہے۔ نبی بھی حق ہیں محمد رسول اللہ ﷺ بھی حق ہیں۔ قیامت بھی حق ہے یا اللہ! میں تیرے ہی تابع اور مطیع ہوں یا اللہ! تجھ پر ہی میں ایمان رکھتا ہوں تجھ پر ہی میرا توکل ہے اور تیری ہی طرف میں انابت اختیار کرتا ہوں یا اللہ! کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو جائے بحث اور بات چیت ہو جائے تو تیری عطا کردہ قوت کے ساتھ ہی میں اس سے بات چیت کرتا ہوں اور فیصلہ بھی ہر قسم کے معاملے میں تیری ہی طرف لاتا ہوں۔ پھر دعا کرتے یا اللہ! مجھے بخش دے میری پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں' خفیہ لغزشیں اور علانیہ خطائیں سب معاف کر دے تیرے علاوہ کوئی الٰہ اور معبود نہیں تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے۔ تو ہی میرا سچا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توان الفاظ کے ساتھ نبی کریم ﷺ رات حمد وثناء کرتے۔

نبی کریم ﷺ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت
ماتے ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اپنے لیے دعا ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
لْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ. اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا
قُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
ا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾ (سورۃ آل عمران، آیات: ۱۹۰۔۱۹۱)
س آیتیں سورت کے آخر تک رسول اللہ ﷺ تلاوت فرماتے۔

مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کی تخلیق اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کی گردش کیے بعد
رے کبھی آنا کبھی جانا کبھی رات چھوٹی کبھی دن لمبا۔ کبھی رات لمبی تو دن چھوٹا ایک خاص
م کے تحت یہ نظام چل رہا ہے کبھی اس میں خلل نہیں آیا اور جب تک اللہ کو منظور ہوگا اس میں
ل نہیں آئے گا اور جب اللہ کو منظور ہو جائے گا تو یہ رات دن اور سورج چاند کی بساط ہی لپیٹ
جائے گی ایک وقت تک یہ نظام چل رہا ہے۔ اس کے اندر نشانیاں ہیں اہل عقل اور اہل خرد
لیے کون ہیں وہ؟ فرمایا: جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے۔ اپنے پہلوؤں
لیٹے ہوئے، ہر وقت وہ اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں مصروف اور محو رہتے ہیں۔ فرمایا: پھر
رو فکر کرتے ہیں، یہ آسمان وزمین اور یہ کائنات جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اس کے اندر غور وفکر
کے کہتے ہیں: سُبْحَانَكَ اے اللہ! تو پاک ہے، بے عیب ہے، تیرے اندر کسی قسم کا کوئی
ل نہیں۔ یہ جو چیزیں تو نے پیدا فرمائی ہیں خواہ مخواہ، بے حکمت، باطل اور فضول نہیں پیدا
یں۔ ان کے اندر بھی بہت ساری حکمتیں ہیں، مصلحتیں ہیں اور اغراض ومقاصد ہیں۔

پھر وہ اپنے لیے دعائیں کرتے ہیں یہ دس آیتیں رسول اللہ ﷺ تلاوت فرماتے۔

ت کو بیدار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے فوائد: تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء انسان کو ہر
ت کرتے رہنا چاہیے۔ وقتاً فوقتاً اور کچھ نہیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ کلمہ ہی آدمی پڑھتا رہے۔ کہ
ری تعریفیں اور حمد وثناء اللہ کے لیے ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ((مَنْ تَعَارَّ
لَّيْلِ)) کہ رات کسی کو جاگ آ گئی ہے اٹھ گیا ہے۔ فرمایا کہ پھر ان کلمات کے ساتھ اللہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کرتا ہے ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ))

یہ ذکر کر کے بعد میں اپنے لیے بخشش کی دعا کرے یا کوئی اور دعا کرے تو اُسْتُجِيْبَ لَهٗ کہ وہ دعا اس کی قبول کر لی جائے گی۔ تو باوضوء ہو کر نماز پڑھے تہجد کی قیام کرے رات کا۔ ن رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی وہ نماز بھی قبول ہو جائے گی نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث ہے مسند احمد میں بھی آتی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ" مؤمن کی شان بڑی عجیب ہے کس طرح عجیب ہے فرما «فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ» کہ اگر کوئی خیر بھلائی مومن کو اللہ کی طرف سے حاصل ہو کوئی خوشی کا موقع اللہ اس کو دکھا دے تو اللہ کی حمد ثناء کرتا ہے اور شکر بجا لاتا ہے۔ پھر ادھر ادھر اور طرح طرح کی نافرمانیاں نہیں کرتا اب صورت حال یہ بنی ہوئی ہے کہ اپنے آپ کو مؤمن بھی کہلواتے جائیں گے اہل حدیث اور اہل سنت بھی کہلواتے جاتے ہیں اگر خوشی کا کوئی موقع آ جائے تو دل کھول کر اور کثیر زر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی بھی کرتے جاتے ہیں۔ اور شیطان کو خوش کرتے ہیں تو یہ حالت مؤمن کی نہیں بلکہ وہ تو حمد اور شکر کی حالت اختیار کرتا ہے۔

اور جو طریقہ رسول اللہ ﷺ کا خوشی منانے کا ہے اس طریقے سے وہ خوشی کو مناتے ہیں۔ ہر حال حمد اور شکر کا دامن ہاتھوں سے جانے نہیں دیتے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مؤمن پر اگر کوئی دکھ کوئی مصیبت اور کوئی غمی کا وقت آ جائے تو "حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ" اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا واویلا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی غمی کے موقع پر بھی کرتا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مؤمن کی یہ حالت عجیب ہے خوشی کے موقع پر بھی اجر و ثواب لے جاتا ہے اور غمی کے موقع پر بھی اجر و ثواب لے جاتا ہے۔ کیونکہ نافرمانی والی جانب اس نے آنا نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا﴾ (سورۃ النور' آیت: ۵۱) ''ایمان والوں کا حال اور ان کی شان ہے ہی یہی کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم آ جائے تو سَمِعْنَا اور اَطَعْنَا کہتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں ترمذی شریف کی حدیث ہے دوسری کتابوں میں بھی آتی ہے۔ اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''إِذَا مَاتَ وَلَدُ لِلْعَبْدِ'' کسی مومن بندے کا بچہ فوت ہو جائے ''قَالَ اللّٰهُ لِمَلٰئِكَتِهِ'' اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتے ہیں (علم تو اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی سے ہے) فرشتوں کے سامنے مؤمن کی شان اور حالت کو واضح کرنے کے لیے پوچھتے ہیں ''قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ'' میرے بندے کے بچے کو تم نے فوت کر لیا قبض کر لیا ''فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ'' فرشتے کہتے ہیں: ہاں تیرے بندے کے بچے کو ہم نے قبض کر لیا اس کی روح قبض کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں ''فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ'' میرے بندے کے دل کا جو پھل تھا وہ تم نے توڑ لیا اور قبض کر لیا ''فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ'' وہ کہتے ہیں: ہاں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں ''مَاذَا قَالَ عَبْدِيْ'' میرے بندے نے پھر کیا کہا؟ اس کا بچہ جب تم نے فوت کر لیا جگر گوشہ اس کا تم میرے پاس لے آئے تو اس میرے بندے نے پھر کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں ''يَا اَللّٰهُ احَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ'' کہ اس نے تیری تعریف کی ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا صبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور فرشتوں کو حکم دیتے ہیں ''فَيَقُوْلُ: اِبْنُوْا لِعَبْدِيْ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ'' میرے اس بندے کا ایک محل اور ایک مکان جنت کے اندر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد (حمد و ثناء کا مکان اور محل) رکھ دو۔ حمد و ثناء کا اتنا مقام ہے کہ غمی کے موقع پر کرے' خوشی کے موقع پر حمد و ثناء کرے' اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام انسان کا بلند ہی ہوتا ہے اس لیے حمد و ثناء' اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تعریف کا دامن' آدمی کو چھوڑنا ہی نہیں چاہیے۔

یہ ترمذی شریف والی روایت ہے امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے ویسے اس کی سند میں تھوڑی سی کمزوری ہے۔ لیکن ایسی کمزوری نہیں کہ روایت ناقابل اعتبار ہی ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حسن درجے کی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾ (سورۃ الفاتحہ، آیت:۲) میں اَلْ اور حَمْد کو ملا کر مطلب یہ بنے گا کہ جتنی بھی حمدیں ازل سے لے کر ابد تک، جتنے حمد کرنے والوں کی ہیں، وہ ان سے صادر ہوئیں ہیں یا نہیں ہوئی وہ کسی مقام پر حمد و ثناء کر رہے ہیں یا بعد میں کریں گے، تو سب کی سب حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے نہیں۔ تو جو تھوڑی بہت دوسروں کی حمد و ثناء ہوتی ہے جس طرح پہلے تم سن چکے ہو، حقیقت میں اس کی گہرائی میں آدمی جائے، تو وہ ثناء اور تعریف بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۲۷) بروز پیر

رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی تفسیر

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے تمام حمد وثناء اپنی ذات گرامی کے لیے قرار دینے کے بعد اپنی چار صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی صفت رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہے دوسری صفت الرحمٰن ہے تیسری صفت اَلرَّحِیْم ہے اور چوتھی صفت مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ہے۔ اشارہ اس طرف فرمایا ہے کہ جس طرح اللہ کی ذات گرامی تمام حمد وثناء کی ذاتی طور پر حقدار ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تمام حمد وثناء کی صفاتی طور پر بھی حقدار ہے۔ ذات بھی اللہ تعالیٰ کی ایسی ہے جو حمد و ثناء کی حقدار ہے اور صفات بھی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے حقدار ہونے کا تقاضا کرتی ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا رب العالمین کے موضوع پر ایک مکالمہ: اس مقام پر ان چار صفات میں پہلی صفت رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہی رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی تشریح اور وضاحت موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۝﴾ (سورۃ الشعراء' آیت: ۲۳) فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ رب العالمین کون ہے؟ اس سے پتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعون کی قوم کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی طرف دعوت دی تھی اللہ تعالیٰ کا یہ وصفی نام رَبُّ الْعَالَمِیْنَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعون کی قوم کے سامنے ذکر کیا تو تبھی فرعون نے سوال کیا ہے وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ'' کہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کیا چیز ہے؟ یہ تعجب اور سوال اس وجہ سے بھی وہ کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو رب سمجھتا تھا ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' (سورۃ النازعات' آیت: ۲۴) کا دعویٰ کرتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے اس دعویٰ کی تردید فرمائی کہ رب تو عرش والا ہے۔ سوال کیا فرعون نے تو موسیٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں ﴿قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ۝﴾ (سورۃ الشعراء'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت: ۲٤) ''رب العالمین وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا بھی رب ہے اور آسمانو
اور زمین کے درمیان جتنی بھی چیزیں ہیں سب کا وہ رب ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام کا ان کلمات سے جواب دینے سے فرعون کا ناطقہ تو بند ہو گیا کیونکہ اب وہ
تو کہہ نہیں سکتا کہ آسمانوں وزمین کا رب میں ہوں کیونکہ آسمان تو پہلے سے چلے آرہے ہیں او
یہ پیدا ہی بعد میں ہوا ہے۔ اور زمین کے رب ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ زمین بھ
فرعون کے معرض وجود میں آنے سے پہلے چلی آرہی ہے اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اور وہ لوگ
بھی جانتے تھے کہ زمین پہلے ہے اور فرعون بعد میں ہے۔ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ زمین کا ر
میں ہوں۔ اور زمین وآسمان کے درمیان جو چیزیں ہیں وہ بھی فرعون سے پہلے آرہی ہیں
فرعون کا ناطقہ بند ہو گیا۔ تو کہتا ہے۔ ﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ۝﴾ (ایض
آیت: ۲٥) اس کے آس پاس جو چیلے چانٹے بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہتا ہے کیا تم سنتے نہیں
أَلَا تَسْتَمِعُونَ ☆ اب یہ کوئی موسیٰ علیہ السلام کی بات کا جواب تو نہیں۔ بلکہ جس طرح مذاق ک
کا اڑایا جائے۔ یہ تو ویسی ہی کوئی بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَاءِ كُ
الْأَوَّلِينَ ۝﴾ (ایضاً آیت: ۲٦) موسیٰ علیہ السلام نے أَلَا تَسْتَمِعُونَ کا جواب نہیں دیا کیونکہ
بات کوئی دلیل تو نہیں تھی۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّ الْعَالَمِينَ کی تعریف کرتے ہوئے ایک
اور وصف اس کا ذکر کر دیا فرمایا کہ رَبُّ الْعَالَمِينَ وہ ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور جو تمہار
پہلے باپ دادے تھے ان کا بھی رب ہے۔

اب فرعون کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں اپنے باپ دادوں کا رب ہوں' پیدا تو ان کی نسل م
سے بعد میں ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس جواب سے بھی اس کا ناطقہ بند ہو گیا۔ کہنے لگا ﴿قَ
إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝﴾ (ایضاً آیت: ۲۷)

جواب کوئی نہیں آیا یہ بھی نہیں کہہ سکا کہ میں ہی تمہارا رب ہوں اور جو تمہارے با
دادے گزرے ہیں ان کا میں ہی رب ہوں (جھوٹ ہی بول دیتا) بلکہ کہنے لگا کہ یہ پیغمبر
تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو دیوانہ اور مجنون ہے۔ (نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ) ناطقہ اپنا
ہوا ہے اور سمجھ اپنے آپ کو نہیں آرہی' تو مجنون اور دیوانہ دوسروں کو بنا تا جا رہا ہے۔ اب ف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح ہوتا ہے، جب آدمی کو بات کوئی نہ آئے' ہر طرف سے اس کا ناطقہ بند ہو جائے' تو دوسروں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے او چھے ہتھیاروں پر اتر آتا ہے۔

تو فرعون نے بھی "إِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ" کہا۔

موسیٰ علیہ السلام نے رَبُّ الْعَالَمِیْن کی ایک تیسری صفت ذکر کر دی ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۲۸) "کہ رَبُّ الْعَالَمِیْن وہ ہے جو مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے اور مشرق ومغرب کے درمیان جو چیزیں ہیں ان کا بھی رب ہے۔" اب یہ فرعون اور اس کی قوم بھی جانتی تھی کہ یہ مشرق ومغرب اور سورج کا جو نظام ہے مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو مغرب کی جانب جا کر غروب ہوتا ہے یہ فرعون نے تو نہیں بنایا۔ یہ تو اس وقت موجود ہی نہیں تھا پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ ناطقہ پھر بند ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ" اگر تم میں عقل ہے تو سوچو سمجھو۔ رَبُّ الْعَالَمِیْن وہ ہے جو مشرق ومغرب کا رب ہے اور ان کے درمیان والی چیزوں کا رب ہے۔ فرعون آگے سے کہنے لگا ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۲۹)

"کہ اگر میرے علاوہ کسی اور کو تم نے معبود بنایا تو جیل میں ڈال کر قیدی بنا دوں گا۔"

جو رب العالمین کی تعریف میں موسیٰ علیہ السلام کے دلائل تھے جواب تو ان کا دینا چاہیے تھا۔ اور اگر جواب نہیں آتا تو تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ نہ جواب دیا ہے نہ تسلیم کیا ہے۔ الٹا آگے سے دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں۔ "لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ" کہ میرے علاوہ کسی اور کو اگر الٰہ اور معبود بنا لیا تو جیل میں ڈال دوں گا قیدیوں میں شامل کر دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۳۰) میں کوئی واضح دلیل اور معجزہ اپنے رسول ہونے کا پیش کر دوں تو کیا پھر بھی؟

﴿قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۳۱) پیش کر معجزہ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا معجزہ پیش کر دیا۔ ہاتھ سفید ہو گیا اور لاٹھی سانپ بن گئی۔ دو معجزے دکھا دیئے۔ اب انصاف کا تقاضا تو ہے کہ تسلیم کر لیتا معجزے دیکھ کر۔ مگر پھر بھی تسلیم نہیں کیا ﴿قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهٗٓ إِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۳۴) اپنے آس پاس اردگرد جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہنے لگا: یہ تو بہت علم والا کوئی جادوگر ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ

جادوگروں سے مقابلہ ہوا وہاں بھی فرعون ناکام ہوا جادوگر بھی ناکام ہوئے۔ جادوگروں کو سمجھ آ گئی کہ واقعی یہ پیغمبر ہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ ان کو بھی سولی پر لٹکا دیا۔ لیکن تسلیم اس نے پھر بھی نہیں کیا۔

تو گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رَبُّ الْعَالَمِیْن وہ ہے جو آسمانوں کا بھی رب ہے۔ زمین کا بھی رب ہے۔ مَا بَیْنَھُمَا کا بھی رب ہے' پھر سارے انسانوں کا رب ہے ان کے پہلے جو باپ دادے تھے ان کا بھی رب ہے' مشرق ومغرب اور مَا بَیْنَھُمَا سب کا ہی رب ہے۔ یہ رَبُّ الْعَالَمِیْن ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مکالمہ: ابراہیم علیہ السلام نے بھی رب تعالیٰ کا تعارف کرایا کہ رب کون ہے؟ فرمایا: ﴿رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيِي وَيُمِيْتُ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۵۸) میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ زندہ کرنا اور مارنا جس ذات کی شان اور خوبی ہے وہ میرا رب ہے۔ نمرود کو بات کی سمجھ نہیں آئی تو کہنے لگا ﴿اَنَا اُحْيِي وَاُمِيْتُ﴾ (ایضاً) میں زندہ کرتا اور میں مارتا ہوں۔ ایک قیدی کو پکڑ کر رہا کر دیا اور دوسرے قیدی کو قتل کر دیا اس بے وقوف کو ابراہیم علیہ السلام کی بات کی سمجھ ہی نہیں آئی یہ تو مقصد ہی نہیں تھا۔

بلکہ مقصد یہ تھا کہ انسان جو پیدا ہوتا ہے اپنی عمر دنیا میں گزار کر پھر چلا جاتا ہے طبعی موت وہ مر جاتا ہے تو یہ کام اللہ ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر رہا۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس بات کو سمجھ لیا کہ اس کو بات کا پتہ نہیں چلا۔ حقیقت تک یہ پہنچا ہی نہیں چنانچہ واضح اور پہلے سے بھی زیادہ عام فہم بات ذکر کر دی۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ (ایضاً) کہ اللہ تعالیٰ میرا رب' سورج کو مشرق کی جانب سے طلوع کرتا ہے۔ اس نمرود سے کہا کہ تو اسے مغرب کی جانب سے طلوع کر دے۔ سورج کو بنانا نہیں' معرض وجود میں نہیں لانا۔ صرف اس کی سمت بدلنا ہے۔ دعویٰ تو اس کا یہ تھا کہ میں معرض وجود میں لاتا ہوں۔ ﴿اَنَا اُحْيِي وَاُمِيْتُ﴾ ابراہیم علیہ السلام کا مقصد تھا کہ معرض وجود میں لانا کسی چیز کو یہ تو بڑی دور کی بات ہے تو سمت کو ہی تبدیل کر کے دکھا دے۔ مشرق کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجائے اس کو مغرب سے طلوع کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ (ایضاً) وہ کافر مبہوت ہو گیا جواب کوئی نہیں آیا۔

تو مقصد یہ ہے کہ کائنات کو معرض وجود میں لانا پھر ایک وقت تک اس کائنات کو قائم رکھنا اور پھر اس کو ختم کر دینا یہ کام سرانجام دینے والی ذات گرامی رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ہے تو فرمایا جتنی حمد وثناء ہے وہ سب اللہ رب العالمین کی ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآءِكُمْ مَنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○﴾ (سورۃ الروم' آیت: ۴۰) کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق عطا کیا۔ (تو معرض وجود میں لانے والا وہ بھی اللہ ہے پھر تمہیں روزی دینے والا ایک وقت تک باقی رکھنے والا' کسی کو تھوڑی عمر مل رہی ہے' کسی کو زیادہ عمر مل رہی ہے' یہ عمر عطا کرنے والا' پھر اس عمر کے دوران اس کی ضروریات زندگی مہیا کرنے والا' وہ اللہ ہے۔ فرمایا: پھر وہ تمہیں فوت کر دے گا پھر تمہیں وہ زندہ کرے گا' قبروں سے تمہیں اٹھائے گا' یہ ہے اللہ اور یہ ہے رب۔ اور انہوں نے جو رب اور الٰہ بنائے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟ ان بے چاروں نے کام کیا کرنا ہے؟

فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○﴾ (سورۃ النحل' آیت: ۲۰)

''کہ انہوں نے کوئی چیز نہیں بنائی' معمولی سی چیز بھی انہوں نے نہیں بنائی۔ جن کو یہ پکار رہے ہیں اور شریک بنا رہے ہیں وہ خود اللہ کی مخلوق ہیں۔'' ﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○﴾ (ایضاً' آیت: ۲۱)

''کہ یہ فوت ہو چکے ہیں زندہ نہیں دوسروں کو بنانا اور معرض وجود میں لانا' یہ تو بڑی دور کی بات ہے ان کی اپنی زندگی اور موت ان کے ہاتھ میں نہیں۔''

فرمایا: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○﴾ اور ان کو اتنا بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے تو ساری کائنات کا نظام چلانا' آسمان و زمین' سورج چاند اور ستاروں کا' دن رات کا' یہ پوری کائنات کا نظام بنانا' پھر چلانا ان کے بس کا روگ ہی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ○﴾ (سورة الحج' آیت:۷۳) ''فرمایا: اے لوگو! تمہارے لیے ایک مثال بیان کی گئی ہے اس کو توجہ کے ساتھ سنو! کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو سارے کے سارے مجتمع ہو کر' پوری قوت صرف کر دیں تو ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ فرمایا: مکھی بنانا تو بعد کی بات ہے اگر مکھی ان سے کوئی معمولی سی چیز چھین کر لے جائے تو اس سے وہ واپس نہیں لے سکتے'' ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ۔ طالب و مطلوب دونوں ہی کمزور' ناتواں اور ضعیف ہو چکے ہیں۔

تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ کام' کائنات کو بنانا' فرشتے' جن' انسان اور دوسری جتنی بھی چیزیں ہیں' ساری چیزوں کا خالق وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورة الرعد' آیت:۱٦) یہ ساری کائنات کو بنانا' پھر اس کے اندر تصرف' تدبیر اور اس نظام کو چلانا ایک وقت تک اور پھر قرب قیامت اس نظام کی بساط لپیٹ دینا یہ جس کی شان ہے وہی رَبُّ الْعَالَمِينَ ہے۔

تو جب رب العالمین کی شان یہ ہے تو حمد و ثناء بھی اللہ کا حق ہے اس لیے فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ○﴾

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۲۸) بروز منگل

اللہ تعالیٰ کا ''رب العالمین'' ہونا ''الہ العالمین'' ہونے کی زبردست دلیل ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس مقام پر چار صفات ذکر ہوئی ہیں ان میں سے پہلی صفت رب العالمین ہے یہ رب العالمین ایسا لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر بول نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ رب کا لفظ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بولا جاتا ہے۔ ہاں اگر لفظ رب کی کسی چیز کی طرف اضافت ہو تو بسا اوقات یہ دوسروں پر بھی بول سکتے ہیں جیسے رَبُّ الْبَیْتِ اور رَبُّ الدَّارِ گھر والے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی گھر کا جو مالک ہو، گھر والا ہو، تو اس کو عربی زبان کے اندر رَبُّ الدَّارِ رَبُّ الْبَیْتِ کہہ دیتے ہیں اسی طرح رب کی مال کی طرف اضافت ہو جائے رَبُّ الْمَالِ مال والا، مال کا جو مالک ہے اس پر یہ لفظ بول لیتے ہیں مگر بغیر اضافت کے یہ لفظ رب اللہ تعالیٰ پر ہی بولا جاتا ہے اللہ کے علاوہ کسی پر نہیں بولا جاتا۔ اور مکے والے جو مشرک تھے وہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ رب صرف اور صرف اللہ ہے اور رب العالمین بھی صرف اللہ ہی ہے اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور نہ ہی رب العالمین ہے۔

قرآن مجید جگہ جگہ اس بات کی شہادت دیتا ہے فرمایا ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ ﴾ (سورۃ المؤمنون، آیت: ۸۶) ''کہ سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ﴿ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ﴾ (ایضاً، آیت: ۸۷) تو وہ کہیں گے ان کا رب اللہ ہی ہے۔'' اسی طرح قرآن مجید کے اندر یہ چیز بھی اللہ نے بیان کی ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ الزمر، آیت: ۳۸) ''کہ ان سے تم پوچھو کہ آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ یہی کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ان سے پوچھو کہ زندوں سے مردوں کو کون نکالتا ہے؟ اور مردوں سے زندوں کو کون نکالتا ہے؟ یہ کائنات کے اندر امر کی تدبیر کون کر رہا ہے؟ تو یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔ (سورۃ یونس' آیت: ۳۱)

تو اس چیز کا وہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ اس کائنات کا خالق' مالک' رازق اور اس میں تدبیر کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سورۃ المومنون' آیت: ۸۸) ''فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کس کے ہاتھ میں ہر شئے کی ملکوت ہے؟ اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی؟ یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔''

تو اس چیز کے وہ قائل تھے۔ ان کا شرک جو شروع ہوتا تھا وہ اس بات سے شروع ہوتا تھا کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی الٰہ مانتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے توحید ربوبیت کو قرآن مجید کے اندر توحید الوہیت کی دلیل بنایا۔ کہ جب تم تسلیم کرتے ہو کہ خالق' مالک رازق اور رب اللہ ہے تو الٰہ بھی پھر اللہ ہی ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ بھی نہیں ہے۔

بیسویں پارے کے شروع میں اللہ نے اس مسئلہ کو ذرا کھول کر بیان فرمایا ہے ﴿آللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النمل' آیات: ۵۹۔ ۶۰)

''فرمایا جس نے آسمان کو پیدا فرمایا' زمین کو پیدا فرمایا' آسمان سے پانی نازل فرمایا ہے اور پھر اس پانی کے ساتھ بارونق اور خوبصورت باغات پیدا فرمائے ہیں' تمہارے میں سکت ہی نہیں اور ہمت ہی نہیں کہ تم ان باغات کے درختوں کو اگا سکو۔ یہ سب کچھ کرنے والا کون ہے؟ سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں۔'' تو فرمایا جب ان چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (ایضاً) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے تو مطلب ہے کہ پھر الٰہ بھی اور کوئی نہیں۔

پھر سوال کیا ﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَا اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا﴾ (سورۃ النمل' آیت: ٦١) فرمایا" کہ یہ زمین کس نے بنائی ہے؟ پھر اس زمین کو جائے قرار کس نے بنایا' کہ انسان اور دیگر حیوانات اس کے اوپر سکون اور قرار پکڑتے ہیں پھر اس زمین کے درمیان اللہ تعالیٰ نے دریا بہادیے' تو یہ دریا چلانے والا کون ہے؟ پھر اس زمین پر اونچے اونچے اور لمبے لمبے پہاڑ بنا دیے اور دو سمندروں کے درمیان ایک رکاوٹ اور پردہ پیدا کر دیا۔ ایک طرف کھارا ہے اور ایک طرف میٹھا ہے' یہ دونوں چل رہے ہیں اور ایک پانی دوسرے میں ملتا نہیں یہ کس کی قدرت کاملہ سے کام ہوا ہے؟ تو صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی یہ کام کرنے والا ہے۔ فرمایا ﴿ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ کہ یہ کام تو اللہ تعالیٰ کرے اور الٰہ کوئی دوسرا بنے۔ فرمایا ﴿بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○﴾ (سورۃ النمل' آیت: ٦١) "ان میں سے اکثر بے علم ہیں"۔ ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ (ایضاً' آیت: ٦٢) انسان مجبور ہو جاتا ہے' لاچار ہو جاتا ہے' رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے' پھر اس کی دعا کون قبول کرتا ہے؟" تو رب ہی قبول کرتا ہے۔ اور تکلیف اور دکھ کو کون رفع کرتا ہے؟ اللہ ہی کرتا ہے۔ پھر اس زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلیفہ بنا دیا ایک قوم آ رہی ہے اور ایک جا رہی ہے' یہ کون سارا نظام چلا رہا ہے؟ اللہ ہی چلا رہا ہے۔ تو جب یہ سارا نظام اللہ ہی چلا رہا ہے تو عبادت کے لائق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ بھی نہیں۔ فرمایا ﴿قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○﴾ (ایضاً) یہ لوگ نصیحت بہت تھوڑی حاصل کرتے ہیں بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

فرمایا: ﴿أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (ایضاً' آیت: ٦٣) سمندر اور خشکی کی تاریکیوں میں تمہاری راہنمائی کون کرتا ہے؟" ﴿وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ (ایضاً) اپنی رحمت' بارش کے سامنے بشارت سنانے والی ہوائیں کون چلاتا ہے اور کون بھیجتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ اللہ ہی ہواؤں کو چلانے والا ہے بر و بحر کے اندر لوگوں کی راہنمائی کرنے والا بھی اللہ ہی ہے۔ تو فرمایا ﴿ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ﴾ (ایضاً) کہ پھر اللہ کے ساتھ کوئی الٰہ ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ ﴿تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○﴾ (ایضاً) "یہ جو شرک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں اس سے اللہ بلند و بالا اور برتر ہے۔" مزید فرمایا ﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ (ایضاً' آیت: ٦٤) "اس کائنات اور مخلوق کو نئے سرے سے اللہ نے پیدا فرمایا" پھر دوبارہ اس کو کون بنائے گا؟ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرے گا۔ ﴿وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (ایضاً) "اور آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق کون دے رہا ہے؟" اللہ ہی دے رہا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں تو جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں۔ جب یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہیں دوسرا کوئی اللہ کے ساتھ الٰہ اور معبود کس طرح ہو سکتا ہے؟ ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾ (ایضاً) ان سے اس شرک کی دلیل پوچھو کہ جو شرک کر رہے ہو۔ سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔ • ظاہر بات ہے کہ دلیل اس کی ان کے پاس کوئی نہیں۔

تو گزارش کرنے کا یہ مقصد ہے توحید ربوبیت کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا خالق' مالک' رازق اور رب ہے اپنے رب ہونے کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ الٰہ بھی پھر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ خالق ہے' مالک ہے' رازق ہے' تو دوسرے الٰہ کس طرح بن سکتے ہیں؟ جو ہیں ہی اللہ کی مخلوق' اور مملوک اور مرزوق۔ پھر ان کا علم بھی ناقص ہے اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں تو کس طرح پھر وہ الٰہ ہو سکتے ہیں۔

تو فرمایا ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾ (سورۃ النمل' آیت: ٦٤)

رب العالمین اور رب یہ دونوں لفظ ایسے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اللہ کے علاوہ یہ دو وصف کسی کے اندر نہیں پائے جاتے اور نہ ہی دو لفظ کسی پر بولے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کہ وہ رب ہے ہر شے کا۔ رب العالمین ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ وحدہ لاشریک ہے کوئی اور اس کے ساتھ الٰہ اور معبود نہیں۔ اہل علم نے اپنی کتابوں کے اندر اس بات کو کھول کر بیان کیا ہے کہ اللہ کی توحید کی ایک قسم توحید ربوبیت ہے اور دوسری توحید الوہیت ہے "شرح عقیدہ طحاویہ" کے مؤلف نے اس بات کو بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس بات کی قرآن کی متعدد آیات کو درج کر کے بڑی وضاحت کی ہے کہ یہ توحید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وبیت' توحید الوہیت کی زبردست دلیل ہے کسی مشرک کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں
ون کے سامنے بھی موسیٰ علیہ السلام نے یہ توحید ربوبیت پیش کی تھی نمرود کے سامنے ابراہیم
علیہ السلام نے توحید الوہیت کو ثابت کرنے کے لیے توحید ربوبیت والی دلیل پیش کی تھی تو وہ کسی قسم
جواب نہیں دے سکے۔ ان کا ناطقہ بند ہوگیا۔ یہ ایک ایسی ٹھوس دلیل ہے کہ کسی مشرک کے
ں اس کا جواب نہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ حمد وثناء کے موقع پر بھی اللہ نے یہ صفت
حید ربوبیت والی ذکر کی رب العالمین جو توحید الوہیت پر بھی دلالت کرتی ہے تو پتہ چلا کہ
بُّ الْعَالَمِيْنَ اللہ ہی ہے اور یہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ الٰہ بھی اللہ ہی ہے۔ تو پھر حمد و
اء بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۴/۲۹) بروز بدھ

لفظ رب کی تشریح

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا کی جو چار صفتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے پہلی صفت "رَبُّ الْعَالَمِیْنَ" دو اسموں سے مرکب ہے پہلا اسم رَبّ ہے اور دوسرا اسم اَلْعَالَمِیْنَ ہے۔ لفظ رب صفت ہے یا مصدر ہے اس کے تین معانی عربی لغت اور زبان میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

رب کا پہلا معنی تربیت کرنے والا ہے: ایک اس کا معنی تربیت کرنے والا' پالنے والا ہے۔ "تَبْلِیْغُ الشَّیْءِ اِلٰی کَمَالِہٖ تَدْرِیْجاً" کسی شے کو اس کے کمال تک آہستہ آہستہ بتدریج پہنچانا تربیت ہے۔ اور یہ وصف اللہ کے اندر بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ والدین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت: ۲۴) انسان کو اللہ نے والدین کے لیے دعا سکھائی کہ اے میرے پروردگار! میرے والدین پر رحم فرما' جس طرح انہوں نے میری تربیت کی ہے چھوٹے ہونے کی حالت میں۔ تربیت کرتے رہے ہیں آہستہ آہستہ کر کے۔ آہستہ آہستہ۔ جتنی چیزیں ہیں جان والی ہیں' بے جان چیزیں ہیں' سب کی اللہ تعالیٰ تربیت کرنے والے ہیں۔ پہلے چیز جس وقت معرضِ وجود میں آتی ہے وہ چھوٹی ہوتی ہے مثلاً انسان ہی لے لو پیدا جب ہوتا ہے تو بالکل چھوٹا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر اس کی تربیت شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ بڑا ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ جو حد اس کی متعین ہے اس تک وہ پہنچ جاتا ہے۔ انسان کی عقل' فکر اور بصیرت پہلے نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے پھر تھوڑی سی اس کے اندر سمجھ' بصیرت آ جاتی ہے پھر اس سے زیادہ اور پھر اس سے زیادہ یہاں تک کہ کمال تک اس کو پہنچا دیتے ہیں اسی طرح دوسری چیزیں جڑی بوٹیاں اور فصلیں اور درخت جب اگتے ہیں تو بالکل چھوٹے سے ہوتے ہیں پھر آہستہ آہستہ وہ بڑے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے جاتے ہیں ان کی جو حد کمال ہے وہاں تک اللہ تعالیٰ ان کو پہنچا دیتے ہیں کوئی دو فٹ کوئی آدھا فٹ ہے کوئی زمین پر پھیلا ہوتا ہے کوئی سو فٹ تک (جس طرح پہاڑوں کے اندر درخت) لمبے ہوتے ہیں۔

کسی شے کو آہستہ آہستہ بتدریج اس کے کمال تک پہنچانا تربیت کہلاتا ہے۔ تو جتنی بھی چیزیں ہیں ان کی تربیت اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے۔ ﴿وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت: ۱٦٤) فرمایا ''اللہ تعالیٰ ہر شے کی تربیت کرنے والا ہے۔''

اس مقام پر رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فرمایا کہ تمام جہانوں کا رب' پالنے والا' تربیت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کے علاوہ تمام جہانوں کی تربیت کرنے والا اور کوئی نہیں۔ پھر یہ تربیت مادی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ سرانجام دے رہا ہے اور تربیت روحانی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ سرانجام دے رہا ہے۔ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں ایک مادہ اور ایک روح۔ انسان کا مادہ خاک اور مٹی ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ) ''کہ تم جتنے بھی ہو سارے کے سارے آدم علیہ السلام میں سے ہو' اس کی اولاد سے ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے ہیں۔ ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ٥٩) ''فرمایا: مسیح کی مثال اللہ کے ہاں آدم علیہ السلام کی مثال ہے۔'' مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہے تو کئی تعجب کرتے تھے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ کئی انکار کرتے تھے۔ کئی مریم علیہا السلام مسیح علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے متعلق' طرح طرح کی باتیں بناتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوچو اور غور کرو یہ تو مسیح علیہ السلام ہیں بغیر باپ کے ان کو اللہ نے پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور بغیر ماں کے مٹی سے پیدا فرما دیا۔ آدم علیہ السلام کی مثال سامنے رکھو پھر تمہارا یہ تعجب ختم ہو جائے گا تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو اور اس بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔ ﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝﴾ (سورۃ ص' آیت: ۷۱) ''کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہوں'' ﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝﴾ (سورۃ ص' آیت: ۷۲) ''جب میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو برابر کرلوں اور روح اس کے اندر پھونک لوں تو تم سب نے اس کے لیے سجدے میں گر جانا ہے۔'' تفصیل کے ساتھ واقعہ سنتے رہتے ہو۔ تو اس انسان کا مادہ تراب یعنی مٹی ہے۔ اس کی غذا خوراک اور لباس کا بھی اللہ تعالیٰ نے مٹی سے ہی انتظام فرمایا ہے۔ رہائش بھی اس کی مٹی سے بنتی ہے۔ جو لباس پہنتا ہے وہ بھی مٹی سے تیار ہوتا ہے۔ اور جو خوراک اور غذا کھاتا ہے وہ بھی مٹی سے بنتی ہے۔ تو مادہ اس کا مٹی ہے خوراک اور جن جن مادی چیزوں کی اس کو ضرورت ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمادی ہیں۔ دوسری چیز اس کے اندر روح ہے اور اہم جزء وہ روح ہی ہے کسی نے کہا ہے

أَيَا خَادِمَ الْجِسْمِ كَمْ تَشْقَى بِخِدْمَتِهِ

أَنْتَ بِالرُّوحِ لَا بِالْجِسْمِ إِنْسَانٌ

''اے جسم کی خدمت کرنے والے! اس کی خدمت کر کر کے کتنی دیر تو مشقت اور بدبختی کے اندر مبتلا رہے گا سوچ' غور کر اور فکر کر تیری جو انسانیت ہے یہ روح کے ساتھ ہے جسم کی وجہ سے نہیں۔''

کیونکہ جسم والی تو اور بھی کئی چیزیں ہیں۔ اور ان کی جسامت اس سے بہت زیادہ عظیم اور بڑی بڑی ہے۔ اس کے ساتھ قدر و منزلت نہیں بنتی بلکہ روح کے ساتھ قدر و منزلت ہے۔ روح کی جانب بھی توجہ دینی چاہیے۔ تو روح کی تربیت کے لیے اس کو اس کے کمال تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے غذا نازل فرمائی۔ کتاب و سنت کی شکل میں کیونکہ روح ربی ہے۔ ﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۚ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ (سورة بنی اسرائیل' آیت:۸۵) ''کہ روح کے متعلق یہ تم سے سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ روح میرے رب کا ایک امر ہے اور تمہیں جو علم عطا کیا گیا ہے وہ بالکل تھوڑا ہے۔'' اس روح کی حقیقت اور تہہ تک پہنچنا انسان کے بس کا روگ ہی نہیں جب سے دنیا بنی ہے تب سے تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں کہ روح کی حقیقت کا ہمیں پتہ چل جائے لیکن ابھی تک کسی کو روح کی حقیقت کا پتہ نہیں چلا۔ جتنی بھی باتیں بناتے ہیں ان میں بہت سی خامیاں اور نقص رہ جاتے ہیں روح کی حقیقت کما حقہ ان تعریفوں سے بھی سمجھ نہیں آتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بذریعہ وحی اس روح کی اصلاح کے لیے اصول وضوابطے نازل فرمادیے ہیں۔ فرمایا﴿ وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت:۵۲) ''کہ تمہاری طرف ہم نے بذریعہ وحی شریعت اور دین کو نازل فرمایا۔ روح کو نازل فرمایا۔''

اس شریعت کو بھی اللہ نے روح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ روح کی اصلاح ہوتی ہے۔ فرمایا کہ تم نہیں جانتے تھے کہ یہ کتاب کیا چیز ہے؟ ایمان کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کو وحی سے نازل فرمایا تو تمہیں ان چیزوں کا پتہ چلا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ روح امر ربی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس کی اصلاح اور تربیت کے لیے اصول وضابطے نازل فرمائے ہیں۔ ان کی پابندی انسان کرے' تو جہاں مادیت کی اصلاح ہوتی ہے وہاں روحانیت کی بھی اصلاح ہوگی۔ اور اگر ان اصولوں سے وہ دور چلا جائے تو روحانیت بھی انسان کی بگڑ جائے گی اور اس کے ساتھ مادیت میں بھی بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «أَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ» ''فرمایا کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹکڑا صالح بن جائے' نیک بن جائے' تو سارا بدن انسان کا نیک اور صالح بن جاتا ہے اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جائے' خراب ہو جائے' تو انسان کا سارا بدن اور جسم خراب ہو جاتا ہے اور بگڑ جاتا ہے۔ اور وہ ٹکڑا دل ہے۔''

جو روحانیت کا مرکز ہے وہ دل ہے۔ اللہ نے قرآن کے اندر بھی فرمایا﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○﴾ (سورۃ الشمس' آیات:۹۔۱۰) ''جس نے اپنے نفس کو پاک صاف ستھرا بنالیا تو وہ کامیاب ہوگیا' فلاح پاگیا اور جس نے اپنے نفس کو خراب کر لیا اور بگاڑ دیا وہ ناکام ہوگیا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔''

تو اصل اور حقیقی کامیابی کا دارومدار نفس' روح اور قلب کی اصلاح پر ہے اس کی اصلاح کتاب وسنت کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو الغرض تربیت کرنے والا مادی تربیت کرنے والا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی تربیت کرنے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر ایک فرد کی ہی نہیں انسان کی نہیں جن کی ہی نہیں فرشتوں کی ہی نہیں بلکہ کل جہانوں کی تربیت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی لیے تو فرمایا (اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○)

رب کا دوسرا معنی سید ہے: سید اس کو کہتے ہیں جس کا دوسروں پر حکم چلتا ہے جس طرح ایک غلام مملوک ہوتا ہے اس کا ایک مالک ہوتا ہے' اس کو سید کہا جاتا ہے۔ یہ عبد ہے غلام ہے اور یہ اس کا سید ہے' سردار ہے اور مالک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی جو سیادت ہے وہ تو ساری سیادتوں سے اعلیٰ ہے کسی کی سیادت اللہ تعالیٰ کی سیادت کے ساتھ مل نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص کے اندر فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ صمد ہے۔ صمد عربی لغت کے اندر اس کو کہا جاتا ہے جس کی سیادت اور سرداری انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ جس کے اوپر کسی کی سیادت ہو ہی نہ۔ تو اللہ تعالیٰ کے اوپر کسی اور کی سیادت نہیں۔ باقی جتنے بھی ہیں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں فرمایا ﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○﴾ (سورۃ مریم' آیت:۹۳) ''کہ جتنے بھی آسمانوں اور زمین کے اندر ہیں سب کے سب رب تعالیٰ کے سامنے عبد اور مملوک ہو کر پیش ہونے والے ہیں۔'' سب اللہ کے عبد اور مملوک ہیں۔

دوسرے تو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں فرمایا ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴾ (سورۃ النساء' آیت:۱۷۲) مسیح کو کئی لوگوں نے اللہ بنا دیا' کئی نے اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ تو اللہ کا بیٹا بھی اللہ ہی ہوا۔ اللہ بنا دیا ان کو الٰہ بنا دیا ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی کہ مسیح علیہ السلام تو خود اللہ کے عبد ہیں تو جو اللہ تعالیٰ کے عبد ہیں وہ اللہ کس طرح بن سکتے ہیں؟

اور جو مقرب فرشتے ہیں جن کے متعلق بعض لوگوں نے الوہیت کا عقیدہ رکھا ہے' فرمایا: وہ بھی سارے کے سارے اللہ کے عبد ہیں اور مملوک ہیں اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ﴿اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾ (سورۃ مریم' آیت:۳۰) میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ ﴿اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ○﴾ (سورۃ مریم' آیت:۳۰) اللہ نے مجھے کتاب عطا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائی ہے اور مجھے نبی بنا دیا ہے۔ جتنے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں سب اللہ کے بندے ہیں سارے پیغمبروں کے سردار اور سارے پیغمبروں میں سے اعلیٰ ارفع اور افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے بندے ہیں۔ فرمایا ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۱) ﴿إِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۳) ﴿وَأَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾ (سورۃ الجن' آیت:۱۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت کا جب ہم اقرار کرتے ہیں شہادت دیتے ہیں تو ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔

﴿وَ أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے عبد ہیں تو جتنے بھی ہیں سب کے سب اللہ کے عبد ہیں۔ ﴿كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ ○﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۱۶) سب اللہ کے تابع اور اس کے مملوک ہیں۔

تو اس معنی میں بھی اللہ تعالیٰ تمام جہانوں اور پوری کائنات کا رب ہے' سید ہے اور مالک ہے۔ سب اس کے مملوک ہیں۔

رب کا تیسرا معنی مالک ہے: تیسرا معنی رب کا عربی زبان کے اندر مالک ہے۔ پہلے دونوں معانی کو جس وقت آدمی سمجھ لے کہ تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا اور ان کو کمال تک بتدریج پہنچانے والا تربیت کرنے والا اور تمام کائنات کا حکمران اور جس کا حکم تمام کائنات میں چلتا ہے اور جس سے اوپر کسی کی سیادت نہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ تیسرا معنی مالکیت والا کہ مالک بھی ان ساری چیزوں کا اللہ ہی ہے یہ بات آسانی سے آدمی سمجھ سکتا ہے۔ فرمایا: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۲۵۵) جتنی چیزیں آسمانوں کے اندر ہیں اور جتنی چیزیں زمین کے اندر ہیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اللہ ان کا مالک ہے' جب ملک کا مالک اللہ ہے' تو ہر شے کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہوا۔ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:۲۶)

"فرمایا کہ اللہ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دے دیتا ہے جس سے چاہتا ہے عزت چھین لیتا ہے ہمہ قسم کی بھلائی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر شے پر وہ قادر ہے۔" باقی جتنی بھی چیزیں ہیں سب اللہ کی مقدور ہیں ﴿ان اللّٰہ علی کل شئ قدیر﴾ ہر شے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔" ساری چیزوں کا مالک' حکمران جب اللہ تعالیٰ ہے' تو مالک بھی سب کا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ جو مَلِکُ ہوتا ہے وہ مالک بھی ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿مَلِكِ النَّاسِ ۝﴾ (سورۃ الناس' آیت:۲) "اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا ملک ہے۔" جب مَلِکُ ہے حکمران اور بادشاہ ہے تو مالک بھی وہی ہے۔ فرمایا: ﴿لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۰۷) آسمان و زمین کا مُلک اللہ تعالیٰ کا ہے۔"

تو رب کا معنی پالنے والا' پیدا کرنے والا' کمال تک ہر چیز کو پہنچانے والا بتدریج' پھر جس کی سیادت انتہا کو پہنچی ہے یہ دونوں معانی اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ مالک بھی ہر شے کا اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان جتنی بھی چیزوں کو سمجھتا ہے کہ یہ میری ہیں' میں ان کا مالک ہوں۔ حقیقت میں ان کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان کے پاس جو ملکیت ہے' یہ عارضی ہے۔ اس نے خود نہیں رہنا۔ اگر خود کچھ عرصہ رہ بھی جائے تو بسا اوقات اس کی زندگی میں ہی اس کی چیزیں اللہ تعالیٰ چھین لیتا ہے۔ کئی لوگ تمہاری نگاہ میں ہونگے جو بڑے جائیدادوں والے' بڑے ان کے پاس کارخانے' فیکٹریاں اور کاریں ہوتی ہیں اور اتنا ان کے پاس مال ہوتا ہے کہ خود ان کو بسا اوقات علم نہیں ہوتا کہ کتنا ہمارے پاس مال ہے۔ پھر ان پر ایسے بھی دن آئے کہ ایک پائی پاس نہیں رہی۔ کاریں بھی فروخت ہوگئیں۔ فیکٹریاں بھی فروخت ہوگئیں۔ حتیٰ کہ اپنی جو رہائش گاہ تھی وہ بھی فروخت ہوگئی۔ کرایہ پر مکان لے کر رہنے لگے ہیں۔ چاہے تو اللہ تعالیٰ زندگی میں ہی چیزیں چھین سکتا ہے۔ اور اگر خود ختم ہوگیا تو پھر بھی وہ چیزیں اس کے پاس نہ رہیں۔ وہ دوسرے کی بن گئیں۔ تو انسان جن چیزوں کا اپنے آپ کو مالک سمجھتا ہے درحقیقت ان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جب بھی چاہے ان سے وہ چیزیں چھین سکتا ہے۔

درحقیقت مالک ہر شے خدا ست
این امانت چند روزہ نزد ما است

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شے کا مالک حقیقت میں اللہ ہی ہے عارضی طور پر انسان کو اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں بطور امانت عطا فرمائی ہیں۔ اس کو فخر اور تکبر میں نہیں آنا چاہیے۔ قارون کی طرح آپے سے باہر ہونا شروع کر دے۔ مال کے بل بوتے پر اس نے بھی تکبر کیا تو انجام اس کا کیا ہوا۔ ﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ﴾ (سورۃ القصص' آیت: ۸۱) اللہ نے اس کو بھی اور اس کی بلڈنگ اور مکان کو بھی زمین میں دھنسا دیا۔

ہر شے کا مالک' سید مَلِک اور مربی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ۔ تمام جہانوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

"اَلْعَالَمِيْنَ" کی تشریح: دوسرا لفظ "اَلْعَالَمِيْنَ" ہے۔ یہ العالم کی جمع ہے۔ ماخوذ ہے عَلَمٌ اور علامت سے عَالَمٌ اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کسی چیز کا پتہ چلے۔ مَا يُعْلَمُ بِهِ الشَّيْءُ۔

یہ جتنی کائنات ہے اور جتنی مخلوق ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پتہ چلتا ہے اس لیے اس کو عالم کہا جاتا ہے۔ اللہ کے ماسوا جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ساری کائنات پر عالم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کے اندر انسان بھی شامل ہیں' جن بھی' فرشتے بھی' آسمان' زمین' پہاڑ سمندر اور دیگر حیوانات جمادات اس کے اندر شامل ہیں۔ سمندر کے اندر جو کائنات بس رہی ہے اور فضا کے اندر جو کائنات بس رہی ہے سب اَلْعَالَمُ کے اندر شامل ہیں۔ عالم دنیا بھی' عالم ارواح بھی' عالم برزخ' عالم آخرت عالم جنت' عالم دوزخ بلکہ جتنے بھی عالم ہیں سب اس کے اندر شامل ہیں اور سب کا خالق مالک اور سَیِّد مَلِک اللہ تعالیٰ ہے۔

جہان کتنے ہیں: اَلْعَالَمِيْنَ کی تعداد کتنی ہے؟ کسی نے کہا ہے کہ تین عالم ہیں کسی نے بارہ ہزار' کسی نے اٹھارہ ہزار بھی تعداد بتائی ہے زیادہ سے زیادہ اسی ہزار عالم کی تعداد کتابوں کے اندر آئی ہے۔

یہ تعداد ۸۰ ہزار والی ۱۲ ہزار والی اور دوسری جو تعداد ذکر ہوئی ہے نہ کتاب اللہ میں آئی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث کے اندر آئی ہے اہل علم کے اقوال ہیں اور کچھ اسرائیلی روایات ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی قرآن مجید کی صریح نص ہو یا اشارۃً ہی عدد کہیں سے نکل رہا ہو ایسی کوئی بات نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا بھی کوئی فرمان ایسا نہیں جس سے العالمین کی تعداد معلوم ہو سکے۔ اتنا ہے قرآن مجید کے اندر ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ (سورۃ المدثر، آیت: ۳۱) ''کہ رب تعالیٰ کی فوجیں وہی جانتا ہے' رب تعالیٰ کے علاوہ کسی کو ان کا علم نہیں' کہ کس مقام پر وہ رہ رہے ہیں' کس وقت کے اندر وہ ہیں' کونسی جگہ پر ہیں' کونسی حالت میں ہیں۔ ہر شے کا علم اللہ کے پاس ہے۔

اس لیے تعداد والے مسئلے میں انسان کو پڑنا ہی نہیں چاہیے' جتنے بھی جہان ہیں ان کی تعداد کم ہے یا زیادہ ہے وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ وہی ان کا مالک ہے اور اسی کا حکم ان میں چل رہا ہے۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ فرمایا کہ جتنے بھی جہان ہیں ان سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو اس لیے سب حمد و ثناء اسی کے لیے ہے۔ اب اس مرتبے پر نہ کوئی ہستی اور ذات ہے اور نہ ہی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہمہ قسم کی' کسی اور کے ساتھ مخصوص ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۰/۴/۱۹۹۸) بروز جمعرات

عالم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے

بات ہو رہی تھی کہ لفظ ''عالم'' علم وعلامت سے ماخوذ ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں، بالخصوص اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس بنا پر ان چیزوں کو عالم اور عالمین کہا جاتا ہے عالم کی ہر چیز خواہ چھوٹی ہے خواہ بڑی ہے اس پر آدمی غور و فکر کرنا شروع کر دے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وَحْدَهٗ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے بھی یہ دلائل ہیں اور اللہ کی توحید کے بھی یہ دلائل ہیں۔ ایک شاعر ابن المعتز گزرے ہیں وہ کہا کرتے تھے۔

فَيَا عَجَبًا كَيْفَ يُعْصَى الْإِلٰهُ

أَمْ كَيْفَ يَجْحَدُهُ الْجَاحِدُ

کہ بڑی عجیب اور تعجب انگیز بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کس طرح کی جاتی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے انکار کس طرح کرتے ہیں؟ جب نافرمانی کرنے کی کوئی مجال نہیں اور انکار کرنے کا بھی کوئی مجال نہیں۔ تو خواہ مخواہ انکار کرتے جاتے ہیں اور خواہ مخواہ نافرمانی کرتے جاتے ہیں۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ

تَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ وَاحِدٌ

کہ ہر شے کے اندر علامت اور نشانی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور اکیلا ہے۔ ذات میں بھی اور صفات بھی۔ وہ وحدہ لاشریک ہے

توحید کے دلائل کی موٹی موٹی دو قسمیں: اللہ کے موجود ہونے کے اور اس کی توحید کے گونا گوں اور بے شمار دلائل ہیں موٹی موٹی ان کی دو قسمیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کو ''اَنفسِیْ دلائل'' کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے کو ''آفاقی دلائل'' کہا جاتا ہے انفسی وہ دلائل ہیں جو انسان کی ذات کے اندر موجود ہیں۔ انسان کی ذات کے اندر بھی بہت ساری چیزیں ہیں۔ کوئی ہر ہر چیز پر غور کرنا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کی توحید تک پہنچ سکتا ہے اپنی پوری ذات پر اور حقیقت پر غور کرنا شروع کر دے تو اللہ کی توحید تک پہنچ سکتا ہے۔ اور انسان کے علاوہ دوسری جتنی چیزیں ہیں اس کے آس پاس دنیا کے کونے کونے کے اندر ان میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل ہیں۔ یہ آفاقی دلائل ہیں۔ قرآن مجید کے اندر ہے ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ○ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ○﴾ (سورۃ الذاریات' آیات: ۲۰-۲۱) ''کہ زمین کے اندر بھی آیات ہیں' نشانیاں ہیں' دلائل ہیں' یقین کرنے والوں کے لیے۔''

فرمایا: ﴿وَفِي أَنفُسِكُمْ﴾ (ایضاً) ''تمہاری ذاتوں کے اندر آیات ہیں' نشانیاں ہیں' دلائل ہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○﴾ (سورۃ حٰم السجدۃ' آیت: ۵۳) ''کہ ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں اور دلائل دکھا رہے ہیں آفاق کے اندر دنیا کے کونے کونے میں اللہ کی آیات کا یہ مشاہدہ کر رہے ہیں اور اپنی ذاتوں میں بھی اللہ کی آیات اور اس کی نشانیاں اور اس کی توحید کے دلائل ان کو ہم دکھا رہے ہیں اور دکھائیں گے۔''

فرمایا حتیٰ کہ بات ان پر واضح ہو جائے گی کہ واقعی اللہ تعالیٰ حق ہے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اللہ کے موجود ہونے میں اور وحدہ لاشریک ہونے میں تو یہ دو قسم کے دلائل ہیں انفسی اور آفاقی۔ دونوں کو اللہ نے قرآن مجید کے اندر بڑی تفصیل کے ساتھ اور دہرا دہرا کر بیان فرمایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفسی دلائل

(انسان کی ذات میں اللہ کی توحید کے دلائل)

انسان کی ذات کے متعلق فرمایا ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِينٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○﴾ (سورۃ المومنون' آیت:۱۲۔۱۴) ''فرمایا پہلے پہل ہم نے اس انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو پانی کی ایک گندی بوند سے اس کا سلسلہ چلا دیا' پانی کی اس بوند کا جما خون بنا دیا۔ پھر اس کی ایک بوٹی بنا دی پھر اس کے اندر ہڈیاں پیدا کر دیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیا پھر اس انسان کو اس عالم دنیا اور عالم شہادت میں ہم لے آئے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَآ أَكْفَرَهُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ○ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ○ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهُ ○ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ○ ثُمَّ إِذَا شَآءَ أَنْشَرَهُ ○﴾ (سورۃ عبس' آیات:۱۷۔۲۲) فرمایا انسان کتنا ناشکرا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی جا رہی ہے۔ غور ہی نہیں کرتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح بنایا؟ پانی کی ایک گندی بوند سے اس کو پیدا کیا۔ اس کو دنیا پر لے آئے' اب یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کی ناقدری کر رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو فوت کر لیا۔ جب چاہا قبر میں اس کو پہنچا دیا۔ جب چاہے گا ان کو قبروں سے اٹھا لے گا۔ ان تمام دلائل پر یہ غور نہیں کرتا۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○﴾ (سورۃ یٰسٓ' آیت:۷۷) فرمایا: یہ غور نہیں کرتا سوچتا نہیں' دیکھتا نہیں کہ پانی کی گندی بوند سے اس کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نے نہیں پیدا کیا۔ بڑے بڑے علم والے اور بڑی بڑی حکمتوں والے فلسفہ دان سائنسدان اور مُهَنْدِسُ (انجینئر) یہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ اپنی جگہ پر ان کو اپنے علم اور اپنی مہارت اور اپنے فن پر ناز ہو گا۔ مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کسی کا اس میں کوئی دخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ نہ کسی فرشتے کا' نہ کسی نبی کا' نہ کسی ولی کا اور نہ کسی اور کا' محض صرف اور صرف اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا: اب اس نے جھگڑا شروع کر دیا ہے اور اسی اللہ کا اس نے انکار کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ جو اللہ اس کا خالق ہے' مالک ہے اور رازق ہے۔ تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا جو انسان کی ذات میں دلائل ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ پھر انسان کی آنکھیں ہیں اگر ان میں غور کریں اور اس کے کان ہیں ان پر غور کریں اپنے ناک پر' منہ پر' دانتوں پر' ہاتھوں پر اور دل پر دماغ پر' اپنے جسم کے ایک ایک عضو پر اور ایک ایک جزء پر یہ غور کریں کہ یہ کس طرح بنا اور کس نے بنایا؟ تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کو حاصل ہو جائے گی۔ اور انکار کی گنجائش اس کے لیے نہیں رہے گی۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ یہ انفسی دلائل تھے۔ آفاقی دلائل بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۶۴) فرمایا: آسمان کی تخلیق' زمین کی تخلیق' رات اور دن کی گردش اور آسمان سے جو اللہ تعالیٰ پانی نازل فرماتے ہیں (بارش)۔ پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کیا' پھر اس کے اندر طرح طرح کے جانور پھیلا دیے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر بادلوں کو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر کر دیا۔ کہ وہ چل رہا ہے۔ پھر ہواؤں کی گردش' ان تمام چیزوں میں لوگوں کے لیے جن میں عقل ہے۔ نشانیاں ہیں اور دلائل ہیں۔ جو ان چیزوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اللہ موجود ہے۔ وحدہ لاشریک ہے۔ پھر دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ○ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ○ ﴾ (سورۃ عبس' آیات: ۲۲۔ ۲۴) اس میں آفاقی دلائل ہیں۔ کہ انسان دور نہ جائے اپنے کھانے پر ہی غور کرے۔ ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ○ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ○ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ○ وَّزَيْتُوْنًا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝﴾ (ایضاً' آیات:۲۴-۳۲) فرمایا یہ اناج اور کھانا اللہ تعالیٰ نے کس طرح تیار کیا ہے۔ بارش برسائی۔ زمین کے اندر نمی پیدا ہوگئی۔ پھر اس کے اندر بیج کو اللہ نے اگایا۔ زمین پھٹی اندر سے انگوریاں نکلیں۔ درخت نکلے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی فصلیں اگائیں۔ پھل فروٹ باغات اگائے۔ کھجوریں اگائیں۔ انگور اگائے۔ پھر جانوروں کے لیے چارہ یہ ساری خوراک اللہ تعالیٰ زمین سے تیار کر رہا ہے۔ پھر آسمانوں پر غور کرے کہ کتنی بڑی اللہ کی مخلوق ہے۔ زمین سے لے کر آسمان تک جو خلا تم کو نظر آ رہا ہے یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اور آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں (بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا) (سورۃ الرعد' آیت:۲) کے کھڑا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا ہے بغیر بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (ایضاً) آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کھڑا کیا ہے بغیر کسی ستون کے اور درمیان میں زمین ہے۔ یہ زمین کتنی عظیم ہے۔ یہ درمیان میں کھڑی ہے۔ اس کے ہر طرف خلا ہے۔ کسی طرف سے اس کو ستون سے' کوئی ٹیک نہیں لگی تو انسان اگر ان چیزوں پر غور کرے تو اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعی موجود ہے انکار نہیں کرے گا۔ اور اس بات کی بھی سمجھ آ جائے گی کہ جب یہ سارا نظام کائنات کا اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کسی دوسرے نے نہیں بنایا تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات میں' صفات میں اور اس کی عبادت میں' کوئی دوسرا کیسے شریک ہو سکتا ہے؟ تو فرمایا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ ''جتنی بھی حمدیں اور ثنائیں ہیں وہ تمام کی تمام اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اس حقیقت کو بھی انسان سمجھ جائے گا کہ واقعی ہمہ قسم کے کمالات اللہ تعالیٰ کی ذات کے اندر موجود ہیں۔ اور تمام قسم کی حمدوں' ثناؤں' ستائشوں کا' مستحق اور حقدار اگر ہے تو وہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲) بروز ہفتہ

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" پانچ سورتوں کے شروع میں آیا ہے

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ) لفظ قرآن مجید کے اندر تقریباً ۲۲ مرتبہ آیا ہے۔ اور پانچ سورتیں قرآن مجید میں ایسی ہیں جن کے اندر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آیا ہے ایک سورۃ تو یہی ہے جو آپ سماعت فرما رہے ہیں اور دوسری سورۃ الْاَنْعَام ہے جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ) (سورۃ الأنعام' آیت: ۱) ہے۔ تیسری سورۃ جو الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے وہ سورۃ الکہف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۝) (سورۃ الکہف' آیت: ۱) اور چوتھی سورۃ جو الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے وہ سورۃ سبا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝﴾ (سورۃ سبا' آیت: ۱) اور پانچویں سورۃ سورۃ الفاطر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد فرماتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (سورۃ فاطر' آیت: ۱) ہمہ قسم کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی دلیل لام ہے جو لِلّٰہِ میں ہے۔ لِلّٰہِ میں لام خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید کے اندر دلیلیں موجود ہیں۔ جہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام قسم کی حمد وثنا مخصوص ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝﴾ (سورۃ الجاثیۃ' آیت: ۳۶) فرمایا تمام حمدیں ثنائیں ہیں وہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ یہ عربی زبان میں اصول ہے کہ جس چیز کو بعد میں ذکر کرنا ہو وہ اگر پہلے آ جائے تو وہ اختصاص حصر اور قصر پر دلالت کرتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لِلّٰہِ کا مقام بعد میں ہے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر اس کو پہلے ذکر کیا ہے فرمایا ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ (سورۃ الجاثیۃ' ایضاً) اس لِلّٰہِ کو پہلے ذکر کر کے اشارہ اس طرف فرمایا ہے کہ تمام قسم کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اندر محصور ومقصور ہے۔ اس مقام پر بھی اور دوسرے کئی مقامات پر الحمدللہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین آئی ہے۔ ﴿وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾ (سورۃ الزمر' آیت:۷۵) رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ بھی ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ بھی ایسا وصف ہے جو رب تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کسی کے اندر یہ چیز نہیں پائی جاتی۔ کہ وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہو۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ نے الحمدللّٰہِ کے بعد ایسی ذکر کی ہیں۔ جو اللہ کی ذات گرامی کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام قسم کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

نحوی اعتراض اور اس کا جواب: لفظ اللہ معرفہ ہے اور رب العالمین میں اضافت لفظی ہے۔ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی تو یہ اللہ کی صفت کیسے ہوئی؟ اس مقام پر ایک سوال کیا جاتا ہے۔ بات ذرا علمی ہے کوئی نہ کوئی علمی بات بھی ہو جائے تو کوئی حرج والی بات نہیں۔ رب العالمین اللہ کی صفت ہے اصول یہ ہے کہ صفت کا صیغہ جس وقت اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جائے تو اضافت لفظی بنتی ہے۔ تو لفظی اضافت نہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اور نہ ہی تخصیص کا' تو لفظ اللہ میں تعریف پائی جاتی ہے اور جو آگے صفت آئی ہے اس میں نہ تو تعریف ہے اور نہ ہی تخصیص' تو صفت کس طرح بنتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر "رب العالمین" کو اللہ کی صفت نہ بنایا جائے' عطف بیان بنا لیا جائے یا بدل بنا لیا جائے' تو پھر یہ اعتراض کسی صورت میں وارد ہوتا ہی نہیں۔ اور اگر صفت بھی بنا لیا جائے تو پھر بھی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اضافت لفظی کے اندر یہ شرط ہے کہ صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو تو پھر اضافت لفظی بنے گی۔ اگر مضاف صیغہ ہی صفت کا نہ ہو تو اضافت لفظی نہیں بنتی یا مضاف صیغہ تو صفت کا ہی ہو مگر اس کا مضاف الیہ اس کا معمول نہ بنے تو پھر بھی وہ اضافت لفظی نہیں بنتی بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافت معنوی بنتی ہے۔ اس مقام پر لفظ رب صفت کا صیغہ بنا بھی لیا جائے تو یہ صفت مشبہ ہے یہ ایسی صفت مشبہ ہے کہ جو استمرار پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ جو رب والا وصف ہے وہ یہ نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے اندر موجود نہیں تھا' بعد میں آیا ہے۔ تو پھر آنے کے بعد کسی وقت یہ ختم ہو جائے گا۔ اس میں دوام ہے' اس میں استمرار ہے' اس میں ثبات پایا جاتا ہے۔ صفت کا صیغہ اس وقت عمل کرتا ہے کہ وہ حال کے معنی میں ہو یا استقبال کے معنی میں ہو اس مقام پر لفظ رب نہ تو حال کا معنی دے رہا ہے اور نہ ہی استقبال کا۔ اس میں دوام استمرار پایا جاتا ہے۔ لہٰذا العالمین اس کا معمول ہی نہیں جب معمول ہی نہیں تو اضافت لفظی نہ رہی۔ اضافت معنوی بن گئی۔ تو وہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے۔ تو صفت کے اندر بھی تعریف پائی جاتی ہے۔ اور لفظ اللہ جو موصوف تھا اس میں تعریف پائی جاتی ہے۔ صفت موصوف کے مطابق ہے۔ لہٰذا اعتراض ختم ہوا۔

رب العالمین میں ترہیب اور الرحمٰن الرحیم میں ترغیب ہے: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو وصف اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے۔ رب العالمین والا اس میں ترہیب پائی جاتی ہے۔ اور دوسرے الرحمٰن الرحیم والے وصف میں ترغیب پائی جاتی ہے۔ رب العالمین میں ترہیب کس طرح ہے رب تعالیٰ تمام جہانوں کو پالنے والا ہے تو ظاہر بات ہے کہ جو تمام جہانوں کو پال رہا ہے ان کی تربیت کر رہا ہے۔ وہ تمام کے تمام جہان اللہ کے علم میں ہیں جو چیز کسی کے علم میں ہی نہیں اس کی وہ تربیت کس طرح کر سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کا علم اور علم کی وسعت بھی اس سے ثابت ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تربیت کرنے والا بھی ہے تمام جہانوں کی' تو یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی کامل ہے اور اس نے تمام جہانوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس طرح رب العالمین سے اللہ تعالیٰ کی صفت حیات بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اور حیات بھی ازل سے لے کر ابد و ہمیشہ تک کیونکہ جس کے اپنے اندر حیات نہ پائی جائے تو وہ دوسری حیات والی چیزوں کی تربیت کس طرح کر سکتا ہے؟ ان کو پال کس طرح سکتا ہے؟ معرض وجود میں کس طرح لا سکتا ہے؟ پھر ان کی بقا کا ذمہ دار کس طرح بن سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی بہت ساری صفات رب العالمین کے ضمن میں آدمی سمجھ سکتا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا علم اور اللہ تعالیٰ کی صفت حیات پھر اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تربیت کرنا لفظ رب العالمین سے ثابت ہوتا ہے اور پھر یہاں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک بھی ہے۔ لہٰذا جس وقت چاہے کسی کو اس کے جرم کی پاداش میں گرفتار کر سکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ﴿إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝﴾ (سورۃ ابراھیم' آیت:۱۹) اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم تمام کو ختم کر دے اور نئی مخلوق آباد کر دے اللہ تعالیٰ اس چیز پر قادر ہے۔ ﴿وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝﴾ (ایضاً' آیت:۲۰) اور یہ چیز اللہ پر کوئی دشوار اور مشکل نہیں۔ فرمایا ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ﴾ (سورۃ النحل' آیت:۶۱) لوگوں کے ظلم اور لوگوں کے جرموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت اگر لوگوں پر آئے تو اس روئے زمین پر کوئی جاندار چیز ہی نہ رہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا مالک اور ملک ہے' تربیت کرنے والا ہے' تو اس کو حق حاصل ہے کہ جو اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرے وہ جس وقت چاہے اسے پکڑے اور اس کے جرم کی اس کو سزا دے دے۔ یہ تمام صفات جو رب العالمین کے ضمن میں آ رہی ہیں ان کو اگر آدمی اپنے دل و دماغ کے اندر جگہ دے تو لامحالہ اس کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جائے گا۔ کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے مجھ کو پکڑ سکتے ہیں۔ رب العالمین میں یہ ترہیب ہے کہ انسان کو رغبت دلائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اور الرحمٰن الرحیم ۝ میں ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انتہائی وسیع ہے دنیا اور آخرت پر چھائی ہوئی ہے۔ فرمایا ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الأعراف' آیت:۱۵۶) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا (لو یعلم المومن) اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت کس قدر سخت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جنت کی امید ختم کر دے۔ جس وقت وہ اپنے دماغ میں یہ چیز لائے کہ اللہ تعالیٰ نے جرم کی سزا دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر کافر کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ کی رحمت کتنی وسیع ہے تو پھر وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلکہ وہ جنت کی امید رکھنا شروع کر دے۔

قرآن کا اسلوب ترغیب اور ترہیب ساتھ ساتھ: لہٰذا قرآن مجید میں یہ اسلوب چلتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس مقام پر ترغیب ہو تو ساتھ ترہیب اور اگر ترہیب ہو تو ساتھ ہی ترغیب آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿نَبِّئْ عِبَادِيٓ أَنِّيٓ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ○﴾ (سورۃ الحجر' آیات:۴۹۔۵۰) فرمایا میرے بندوں کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ یہ غفور رحیم ترغیب ہے۔ کہ جب آدمی سوچے گا غور کرے گا کہ اللہ تعالیٰ تو غفور رحیم ہے تو اس کے اندر یہ رغبت پیدا ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا مستحق بن جاؤں گا۔ اور اللہ مجھے بخش دے گا اور مجھ پر رحم فرمائے گا۔ آگے فرمایا ﴿وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ○﴾ (ایضاً) کہ اللہ کا عذاب بڑا المناک ہے۔ لہٰذا جب آدمی اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا نقشہ اپنے دماغ میں بٹھائے گا تو اس کی طبیعت میں ڈر پیدا ہو جائے گا۔ کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب الیم مجھ پر مسلط نہ ہو جائے تو وہ ایسے کام شروع کر دے گا جس سے وہ عذاب الیم سے بچ سکے۔ ایک مقام پہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ○﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۱٦٦) "فرمایا تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ غفور رحیم ہے۔" تو یہ ترغیب اور ترہیب والا اسلوب ہے۔ لہٰذا جہاں اللہ تعالیٰ قرآن میں جنتیوں کا بیان فرماتے ہیں وہاں دوزخیوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ایمان والوں کا تذکرہ بھی ہوتا ہے تو ساتھ بے دینوں کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی کی امید رکھتے ہوئے اس کی پکڑ اور گرفت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ○﴾ "کہ اللہ سے دعائیں کرتے وقت ان میں اللہ کی رحمت کی رغبت کے ساتھ ساتھ اللہ کا ڈر اور خوف بھی ہوتا ہے۔" دوسری جگہ فرمایا ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ (سورۃ السجدۃ' آیت:١٦) "اللہ کے جو نیک بندے ہیں وہ تکبر نہیں کرتے رات ان کے پہلو بستروں سے جدا ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو وہ یاد کرتے ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں فرمایا 'خَوْفًا وَّطَمَعًا' ان میں اللہ کے عذاب کا خوف بھی ہوتا ہے۔ اور ساتھ ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کی طمع اور امید بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا انسان کے اندر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے کبھی نا امید نہیں ہونا چاہیے۔
فرمایا ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الزمر' آیت:٥٣) ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔'' ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ○﴾ (سورۃ الحجر' آیت:٥٦) ''کہ اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جو ضلالت اور گمراہی میں ہیں اور راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔''

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ یوسف' آیت:٨٧) ''یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید اور مایوس نہ ہونا۔'' ﴿اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ○﴾ (ایضاً) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر کفر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری پائی جاتی ہے۔''

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۳) بروز اتوار

لفظ ''مالک'' کی قراءتیں

چوتھی صفت جو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بیان فرمائی ہے وہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ہے۔ جزا وسزا کے دن کا مالک ہے۔ لفظ مالک کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ایک تو مالک جو مشہور قراءت ہے۔ جو عام لوگ پڑھتے ہیں۔ دوسری قراءت مَلِكِ يوم الدين میم اور لام کے درمیان الف کے بغیر ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ پڑھنا۔ یہ دونوں قراءتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ عام طور پر اردو اور عربی میں یہ لفظ میم اور الف علیحدہ ''مَا'' کی صورت میں لکھتے ہیں۔ پھر لام اور کاف علیحدہ لیکن یہاں ''مٰلِک'' اکٹھا ہی لکھا گیا ہے اور میم کے اوپر کھڑی زبر ڈال دی گئی ہے۔ اس طرح دونوں قراءتوں میں پڑھنے والوں کے لیے گنجائش ہے۔

ایک تیسری قراءت بھی اس مقام پر ذکر کی جاتی ہے۔ ﴿مَلَكَ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝﴾ میم پر بھی زبر لام پر بھی زبر اور ک پر بھی زبر مَلَكَ يَمْلِكُ فعل ماضی کا صیغہ بنا کر اسے پڑھا گیا ہے۔ یہ قراءت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ مگر ان سے یہ لفظ مَلَكَ يَوْمَ الدِّيْنِ پڑھنا ثابت نہیں۔ خواہ مخواہ ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شاذ ہے۔ اس کا ثبوت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی نہیں ملتا۔ تو جو صحیح قراءتیں ہیں وہ دو ہی ہیں۔

''مَالِک'' کی لغوی تشریح: لفظ ''مَالِک'' مِلک سے بنا ہے۔ جسے ہماری زبان میں ملکیت کہتے ہیں۔ کہ فلاں چیز فلاں کی ملکیت ہے۔ اس کا وہ مالک ہے۔ تو یہ لفظ ''مالک'' ملک سے بنا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جزا وسزا کے دن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جزا اور سزا کا دن اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ دن مملوک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا مالک ہے۔

روز جزا اور دوسرے سب دنوں کا مالک اللہ ہے: اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جزا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزا کے دن کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے دوسرے دنوں کا مالک کوئی اور ہے۔ بلکہ دوسرے دنوں کا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہے۔اور ہر چیز کا مالک بھی وہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورة البقرة' آیت:١١٦) زمینوں اور آسمانوں میں جتنی چیزیں ہیں وہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔فرمایا﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ○﴾ (سورة مريم' آیت:٤٠) ''فرمایا اس زمین کے وارث ہم ہی ہیں اور اس زمین پر جو چیزیں ہیں ان کے وارث بھی ہم ہی ہیں۔اور ان تمام نے ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔''تو درحقیقت ہر چیز کا وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے۔فرمایا﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ ○﴾ (سورة القصص' آیت:٥٨) فرمایا''بہت سی بستیاں اور آبادیاں جو ہم نے برباد کر دیں۔جو بستیوں والے اپنی جگہ پر بہت فخر کرتے تھے ہم نے ان کو نیست و نابود کر دیا اور وہ ان بستیوں اور آبادیوں میں تھوڑی دیر ہی رہے پھر ہم ہی ان کے وارث بنے۔''ایک اور مقام پر فرمایا﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورة آل عمران' آیت:١٨٠) ''اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں و زمینوں کی میراث ہے۔''کسی اور کی نہیں۔

مفہوم منطوق کے مقابلے میں ہو تو اعتبار منطوق کا ہوگا: لہٰذا﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○﴾ سے کوئی یہ مفہوم نکالے کہ جزا و سزا کے دن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرے دنوں کا مالک کوئی اور ہے تو یہ مفہوم غلط ہوگا۔کیونکہ دوسری آیات میں اس کی وضاحت اور صراحت موجود ہے۔کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ ہی ہر چیز کا وارث اور مالک ہے۔اہل علم نے اپنی کتابوں میں ایک اصول ذکر کیا ہے کہ ایک آیت سے ایک مفہوم سمجھ آتا ہو تو دوسری آیتوں میں ایک چیز پر لفظ صراحتاً دلالت کرتے ہوں منطوق ہو تو اس مقام کا مفہوم معتبر نہیں ہوتا اس مفہوم کو مراد نہیں لیا جاتا۔اس کی مثال اس طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○﴾ (سورة حم السجدة' آیت:٤٦) ''کہ تمہارا رب بندوں پر بہت زیادہ ظلم کرنے والا نہیں۔'' ظَلَّام نہیں۔ظَلَّام عربی زبان میں اس کو کہا جاتا ہے جو بہت ظلم کرنے والا ہو۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت زیادہ ظلم کی نفی فرمائی ہے۔تو یہاں سے کوئی یہ مفہوم نکال لے کہ اللہ بہت زیادہ ظلم تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا لیکن تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔ تو اس کا یہ مفہوم درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ مفہوم قرآن مجید کی دوسری آیتوں کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ٤٠) ''اللہ تعالیٰ معمولی سا ظلم بھی نہیں کرتا'' ظلم تو وہاں ہے ہی نہیں بلکہ عدل وانصاف ہی ہے۔ لہٰذا دوسری آیت کے اندر صراحت موجود ہے کہ اللہ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ تو ظلام کا مفہوم وہ نہیں کیا جائے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ١٧٣) ''کہ اللہ نے تم پر مردار اور خون حرام کر دیا ہے۔'' یہاں خون لفظ دم عام ہے۔ جو خون ذبح کرتے وقت بہ جاتا ہے وہ اس میں شامل ہے۔ اور جو خون گوشت کے اندر رہ جاتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ وہ بھی خون ہے۔ تو اب عموم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کا خون حرام ہے۔ مگر دوسری آیت میں وضاحت آ گئی ہے ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيمَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ إِلَّآ أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ (سورۃ الأنعام' آیت: ١٤٦) ''فرمایا مردار حرام ہے اور وہ خون حرام ہے جو بہا دیا جائے۔'' لہٰذا اس دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دم مسفوح حرام ہے اور جو گوشت کے اندر ہے وہ حرام نہیں ہے۔ لہٰذا پہلی آیت میں لفظ دم عام تھا اب اس کا عموم مراد نہیں کیونکہ دوسری آیت کے اندر خاص ذکر آ گیا ہے کہ جو خون بہ گیا ہے وہ حرام ہے اور جو گوشت کے اندر رہ جائے وہ حلال ہے۔ اسے آدمی کھا سکتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت کے اندر ایک چیز عام آ گئی ہے اور دوسری حدیث کے اندر اس کی تخصیص آ گئی ہے اس کو خاص کر دیا گیا ہے اب وہاں عموم مراد نہیں لیا جائے گا بلکہ خاص ہی مراد لیں گے۔ اسی طرح مفہوم اور منطوق کے متعلق بھی یہی اصول ہے کہ ایک آیت سے یا حدیث سے ایک چیز مفہوم ہو رہی ہے سمجھی جا رہی ہے مگر دوسری آیت اور حدیث میں صراحت آ گئی ہے۔ اس کا منطوق ہے کہ یہ چیز اس طرح نہیں تو اس منطوق کو اور صریح آیت کو مقدم سمجھا جائے گا اور مفہوم مراد نہیں لیا جائے گا اسی طرح اس مقام پر بھی ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ کہ اللہ تعالیٰ جزا وسزا کے دن کا مالک ہے یہاں یہ مفہوم نہیں لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ دوسرے دنوں کا مالک نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے دنوں کا بھی وہی مالک ہے۔ اس کے علاوہ پورا زمانہ دن رات جو دنیا کے ہیں اور جو آخرت کے دن ہیں زمانہ ہے تمام کے تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے: فرمایا ﴿خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ (سورۃ الأنبیاء' آیت:۳۳) ''رات کو بھی اللہ نے پیدا کیا دن کو بھی' سورج اور چاند کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔'' جس کے ساتھ رات اور دن کا تعلق ہے سورج اور چاند کی وجہ سے رات اور دن کا نظام چل رہا ہے۔ تبدیل ہو رہا ہے۔ کبھی دن ہے کبھی رات ہے کبھی دن چھوٹا ہے اور رات بڑی ہے اور کبھی دن بڑا ہے اور رات چھوٹی ہے۔ یہ سلسلہ جو چل رہا ہے یہ تمام اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کا خالق اللہ ہے جب اس کو پیدا کرنے والا اور بنانے والا اللہ ہے' اللہ اس کا خالق اور یہ اس کی مخلوق ہے۔ یہ وقت اور زمانہ دن اور رات یہ اللہ کے مملوک بھی ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز کا خالق تو اللہ ہو اور مالک اس کے دوسرے ہوں۔ لہٰذا وہ زمانہ' چاہے دنیا کا ہو یا آخرت کا' وہ زمانہ قبر کا ہے یا برزخ کا کوئی بھی زمانہ ہو اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کتاب وسنت نے یہ عقیدہ پیش کیا ہے۔

زمانہ اللہ کی مخلوق ہے: یہاں سے یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جن لوگوں کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے کہ اس زمانے کی کوئی ابتداء نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہے دوسرے لفظوں میں کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ قدیم ہے یہ ازلی اور ابدی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں یہ بات ان کی بے بنیاد ہے اور غلط ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ مخلوق ہے مخلوق وہ چیز ہوتی ہے کہ پہلے وہ معدوم ہو اس کا پہلے وجود نہ ہو۔ پھر بعد میں اس کو بنایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ) اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔'' یہ صحیح بخاری میں اور دوسری حدیث کی کتابوں میں بھی ہے۔ زمانہ بھی موجود نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا۔

فرمایا ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾ (سورۃ التوبۃ' آیت:۳۶) فرمایا جب یہ زمین اور آسمان اللہ نے پیدا فرمائے اس وقت سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔''

زمانہ بھی اسی وقت بنا ہے۔ پہلے اس زمانے کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ تو زمانہ اور دن رات اللہ کی مخلوق ہیں۔ اور وقت بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ یہ پہلے موجود نہیں تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ ان کو معرض وجود میں لایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۴) بروز سوموار

سات مشہور قراءتیں

نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچیں

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾ تمام حمد و ثناء اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ "رحمان رحیم ہے۔" ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ "جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔" سورۃ الفاتحہ کی چوتھی آیت کریمہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ پر بات ہو رہی تھی کہ یہ لفظ دو طرح پڑھا گیا ہے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ اور دوسرا ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ یہ دونوں قراءتیں مستند قراء کرام سے ثابت ہیں اور رسول اللہ ﷺ تک ان کی سند پہنچتی ہے سات جو مشہور قاری ہیں ان کے اندر بھی اس لفظ کو دونوں طرح پڑھنے والے قاری موجود ہیں اتنی بات سات قراءتوں کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سات مشہور قراءتیں تواتر کیساتھ ثابت نہیں عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ سے تواتر کیساتھ ہم تک نہیں پہنچیں پھر دوسری بات ان سات قراءتوں کے متعلق یہ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان صحیح بخاری صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہے کہ یہ قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے وہ سات حرف یہ سات قراءتیں ہیں یہ بات درست نہیں اہل علم نے اپنی کتابوں کے اندر وضاحت کی ہے۔ بالخصوص امام شوکانی رحمہ اللہ نے "ارشاد الفحول" کے اندر اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب "الاتقان" کے اندر بڑی تفصیل سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جن سات حرفوں پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے ان سات حرفوں سے یہ مشہور و معروف سات قراءتیں مراد لینا درست نہیں کیونکہ ان سات قراءتوں کا تعلق سات قراء کرام رحمہم اللہ کے ساتھ ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں موجود نہیں تھے اور سات حرف نبی کریم ﷺ کے زمانے میں موجود تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور دوسری حدیث کی کتابوں میں بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سورۃ الفرقان کی تلاوت کر رہے تھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سنا کہ وہ اس طریقے سے سورۃ الفرقان کی تلاوت نہیں کر رہے تھے جس طریقے سے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔ میں نے اس صحابی کو پکڑ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور گزارش کی کہ جس طرح آپ نے مجھے سورۃ الفرقان پڑھائی ہے یہ اس طرح نہیں پڑھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو اور ان کو سورۃ الفرقان پڑھنے دو تو اس صحابی نے سورۃ الفرقان پڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (هٰكَذَا أُنْزِلَتْ) اسی طرح ہی یہ نازل کی گئی ہے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم بھی سورۃ الفرقان پڑھو فرماتے ہیں: میں نے بھی پڑھی جس طرح مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی تو آپ نے فرمایا (هٰكَذَا أُنْزِلَتْ) اسی طرح ہی یہ سورۂ فرقان نازل کی گئی ہے پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ قرآن مجید سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے جس حرف کیساتھ بھی قرآن مجید کو پڑھو تمہاری قراءت درست ہے یہ سات حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھے اور یہ جو سات قراءتیں ہیں یہ ان سات قاریوں کی طرف منسوب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر تواتر کیساتھ ثابت ہوں تو پھر ان کی طرف منسوب کرنے کی کیا ضرورت ہے تو گزارش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ان قراءتوں کے متعلق آدمی کو دو باتیں ذہن نشین کرنا چاہئیں ایک تو یہ کہ یہ تواتر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں البتہ ان قراء کرام رحمہم اللہ تک یہ تواتر کیساتھ پہنچتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سات قراءتیں اور وہ سات حرف جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا ہے ان میں بھی فرق ہے دونوں کا مطلب ایک نہیں اگر کوئی شخص تفصیل دیکھنا چاہتا ہے تو وہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاتقان'' سے دیکھ سکتا ہے مختصر طور پر یہ بات عرض کی ہے بہرحال یہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ اور ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ دونوں قراءتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ مَالِک میں ایک قراءت مَلِک بھی ہے اور تمام کا تمام مُلک اللہ کا ہی ہے

ایک روایت ابوبکر بن ابی داؤد نے ابن شہاب زہری سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب' عثمان بن عفان' معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور ان کے صاحبزادے یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اس آیت ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ پڑھتے تھے م کے آگے الف پھر آگے ل (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝) اس طرح پڑھتے تھے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے اس آیت کریمہ کو (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝) پڑھا وہ مروان ہیں یہ جو روایت ہے اس کے بارے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن شہاب زہری رسول اللہ ﷺ کے صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں یہ روایت مرسل ہے پھر اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوالمطرف ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مقبول ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اصطلاح کے مطابق مقبول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر اس کی کوئی متابعت مل جائے تو پھر وہ روایت ٹھیک ہے وہ قابل استناد ہو جائے گی اگر اس کی متابعت نہ ملے تو پھر اس روایت کے اندر نرمی ہوتی ہے اور کمزوری ہوتی ہے اس کو "لَيِّنُ الْحَدِيْثِ" سمجھا جاتا ہے تو اس کی کوئی متابعت میرے علم میں تو نہیں تو یہ روایت نرم اور کمزور درجے کی ہے پھر ارسال والا نقص بھی اس کے اندر موجود ہے پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھا کرتے تھے۔ یہ تو دوسری روایتوں میں بھی موجود ہے ترمذی شریف اور دوسری کئی کتابوں میں بھی موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ پڑھا ہے باقی یہ جو وہ نفی فرما رہے ہیں کہ مروان سے پہلے کوئی نہیں پڑھتا تھا مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یہ ان کا اپنا علم ہے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قراءت مَلِكِ والی ابن شہاب زہری کے علم میں نہیں اس لیے وہ کہہ رہے ہیں کہ سب سے پہلے مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مروان نے پڑھا ہے بلکہ پہلے پڑھنے والے بھی موجود تھے اور اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے زمخشری نے لکھا ہے کہ مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھنا بہتر ہے ایک تو اس لیے کہ حرمین شریفین کے جو قراء کرام تھے وہ اس طرح پڑھتے تھے دوسرا یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ قرآن مجید سے اللہ کا ملک ہونا ثابت ہے چنانچہ کئی آیتیں ہیں اس سلسلے میں کیونکہ ملک یہ ملک سے بنا ہے تو اللہ فرماتے ہیں ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَايَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (سورة المائدة' آيت:١٧) اور پھر ایک مقام پر فرمایا ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (ايضاً' ايت:١٨) پھر فرمایا ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (سورة الملك' آيت:١) تو اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آسمانوں کا ملک' زمینوں کا ملک اور مَا بَيْنَهُمَا جو چیزیں ہیں ان کا ملک یہ صرف اور صرف اللہ کا ہی ہے ہمہ قسم کا ملک اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ (سورة آل عمران' آيت:٢٦) فرمایا اللہ تعالیٰ مَالِكَ الْمُلْكِ ہے دنیا کا ملک آخرت کا' ملک تمام جہانوں کا' ملک انکا' مالک اللہ ہے تو جب مالک اللہ ہے تو پھر ''مَلِكَ'' بھی اللہ ہی ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمام ناموں میں برا نام اور تمام آدمیوں میں سے برا آدمی وہ ہے جو اپنا نام یہ رکھے ''مَلِكَ الْاَمْلَاكِ'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ انتہائی نکما نام ہے اور آدمی بھی انتہائی نکما ہے کیونکہ مَلِكَ الْاَمْلَاكِ تمام حکمرانوں کا حکمران جسے شہنشاہ کہا جاتا ہے یہ اللہ کی ذات گرامی ہے اللہ کے علاوہ کوئی مَلِكَ الْاَمْلَاكِ نہیں تو ہمہ قسم کے ملک کا مالک اللہ ہے اور اس کے ہاتھ میں ہے اور خصوصاً آخرت کا ملک اللہ تعالیٰ کا ہے باقی دنیا کا ملک یہ مجازاً کچھ کچھ اللہ نے لوگوں کو بھی دیا ہے وہ جب چاہتا ہے کسی کو عطا کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے کسی سے چھین لیتا ہے زمین کے ایک خطے کا ایک حکمران ہے اور دوسرے خطے کا دوسرا حکمران ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ آوازیں دیں گے صحیح بخاری میں اور صحیح مسلم کے اندر بھی ہے (أَنَا الْمَلِكُ) میں حکمران ہوں (أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟) فرمایا زمین کے اندر جو حکمرانی کرتے رہے ہیں (أَنَا وَلَا غَيْرِي) کے نعرے لگاتے رہے ہیں اور دعوے کرتے تھے کہ ہماری کرسی بہت مضبوط ہے کہاں ہیں وہ اب؟ (أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟) وہ زمین کے حکمران کہاں ہیں؟ وہ جبار اور متکبر اپنے آپ کو بہت زبردست کہنے والے، وہ آج کہاں ہیں؟ جبکہ وہاں کوئی دم نہیں مارے گا اللہ تعالیٰ قرآن مجید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرماتے ہیں ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ ﴾ (سورة المومن' آیت:١٦) ''آج ملک کس کا ہے؟'' ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ (ایضاً) فرمایا ''صرف اور صرف اللہ واحد قہار کا ملک ہے۔'' تو مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جزا اور سزا کے دن کا مالک اور جس کی اس دن حکمرانی ہوگی بلاشرکت غیرے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اس تخصیص کی وجہ بھی اہل تفسیر اور اہل علم نے یہی بیان کی ہے کہ ملک تو اب بھی اللہ تعالیٰ کا ہے تو یہ پھر مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں يَوْمِ الدِّيْنِ کی تخصیص کا کیا مطلب ہے یعنی اس دن یہ ملک اب جو اللہ نے کچھ نہ کچھ لوگوں کو عطا کیا ہے یہ سب اللہ کا ہوگا کسی کو عطا نہیں کرے گا۔ ﴿ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ (سورة الأنعام' آیت: ٧٤) ''فرمایا جس دن صور اور قرناء کے اندر پھونک لگائی جائے گی ملک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ زمین بھی اللہ نے اپنی مٹھی میں لپیٹی ہوگی اور آسمانوں کو بھی لپیٹا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ آواز دیں گے کہ ملک آج کس کا ہے؟ تو یہ ہی آواز آئے گی ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (سورة المومن' آیت:١٦) تو ملک اللہ وحدہ لاشریک کا ہوگا اس لیے مَلِكِ والی قراءت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور سات قاریوں میں بھی اس قراءت کو پڑھنے والے موجود ہیں اور قرآن مجید کی دیگر آیات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ ملک اللہ ہی کا ہے آیتوں کا آپس میں ربط مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا پچھلی آیتوں سے اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کے ساتھ کیا ربط ہے؟ حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے انہوں نے کتاب لکھی ہے ''واضح البیان'' سورہ الفاتحہ کی تفسیر پر بہت بہترین کتاب ہے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں تفسیروں کے اندر بھی پہلے سورہ الفاتحہ کی تفسیر ہوتی ہے ''واضح البیان'' کا انداز اپنا ہی ہے اس کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس قسم کے نکات اس کے اندر لکھے ہیں اور پھر قرآن مجید کی تفسیر ایک آیت کی دوسری آیت کے ساتھ اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کیساتھ کی گئی ہے جس وقت آدمی پڑھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف کوئی بحر بے کراں ہی ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں بلاتکلف وہ لکھتے جاتے ہیں تو اس کے اندر انہوں نے یہ ربط بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَالَمِینَ ○﴾ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ تمام جہانوں کی تربیت کرنے والا پرورش کرنے والا
بانوں کی تربیت کرنا یہ جہانوں کا کوئی اللہ پر حق ہے؟ اس لیے وہ تربیت کر رہے ہیں' نہیں کوئی
ق نہیں۔ پھر اس میں اللہ کو کوئی مفاد ہے کہ تربیت کرنے کے بعد اس کو مفاد حاصل ہونا ہے؟
س طرح انسان اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے کہ بڑے ہو کر مجھے فائدہ پہنچائیں گے بڑھاپے
یں کام آئیں گے کوئی اس طرح کا مقصد ہے اللہ کو جو بعد میں حاصل ہونا ہے؟ نہیں۔﴿مَآ
یُدُمِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ○﴾ (سورۃ الذاریت' آیت:۵۷) اللہ کا تو
ارادہ ہی نہیں یہ تربیت پھر اللہ کیوں کر رہے ہیں؟ فرمایا:﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○﴾ یہ اللہ کی
حمت اور اس کا فضل وکرم ہے یہ نہیں کہ اللہ پر کوئی چیز عائد ہوتی ہے اس پر فرض ہو گیا ہے کہ وہ
ن کی تربیت کرے نہیں بلکہ اللہ اپنے فضل وکرم سے ان کی تربیت کر رہے ہیں تو رَبُّ
الْعَالَمِینَ اللہ ان جہانوں کی تربیت کرنے والا ہے اور اللہ رحمٰن اور رحیم ہے اس کا تقاضا یہ ہے
کہ کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہو اگر تربیت میں زیادتی ہو تو اس کو صحیح تربیت نہیں کہتے باپ اگر
ولاد کی تربیت کرتا ہے تو اگر وہ اولاد میں سے کسی کی طرف زیادہ جھکاؤ کرتا ہے کہ یہ مجھے زیادہ
ائدہ دے تو اولاد اور لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ صحیح تربیت نہیں ہو رہی۔ تو دنیا جہان پر کوئی نہ کوئی
یادتی کسی نہ کسی پر کرتا ہی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انصاف کے لیے ایک دن مقرر کیا ہے وہ
ہے آخرت کا دن' جزا سزا کا دن اللہ کی رحمت اور اس کی تربیت کا تقاضا ہے کہ انصاف ہو اس
لیے بعد میں فرمایا﴿مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○﴾ اس تربیت کے اندر دنیا کا جو سلسلہ ہے اللہ تو
نصاف ہی کرتے ہیں مگر لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں تو اس کا بدلہ دنیا کی حکومتیں'
یہاں کے قاضی نہیں دلواتے' تو اللہ نے ایک دن مقرر کر دیا ہے جس کے اندر ہر ایک کیساتھ
نصاف ہو گا جو جو کسی نے کسی پر زیادتی کی ہے اس کا بدلہ چکایا جائے گا یا پھر اللہ کسی کو معاف کر
دیں تو یہ مسئلہ الگ ہے' عدل وانصاف ہو گا۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ماقبل کیساتھ اور پہلی آیتوں
کیساتھ تعلق اور ربط ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ (سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ
وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۵) بروز منگل

جب موصوف پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کی صفات اس حکم کا سبب بنتی ہیں

بہت سے اہل علم نے اس اصول اور قاعدے کو ذکر فرمایا ہے بالخصوص بلاغت ومعانی کے ماہرین نے کہ جب کسی موصوف پر حکم لگایا جائے تو اس کی صفات اس حکم کا سبب بنتی ہیں اور دلیل بنتی ہیں۔ مثلاً کوئی ''أَكْرَمْتُ زَيْدًا الْعَالِمَ '' کہتا ہے کہ علم والے زید کا میں نے اکرام کیا تو زید کی تعظیم اور اکرام کی وجہ اور دلیل زید کا عالم ہونا ہے۔ تو اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے حمد وثناء کو اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی چار صفات ذکر کی ہیں رَبُّ الْعَالَمِيْنَ' اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ' مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ اور یہ چاروں صفتیں اس بات کی دلیل بنتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ واقعی حمد وثناء کا مستحق ہے۔ اور حمد وثناء اسی کے ساتھ مختص ہے۔ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کا اس بات کی دلیل ہونا تو بالکل واضح اور ظاہر ہے کہ حمد وثناء اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ جبکہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی اللہ حمد وثناء کا حقدار ہے۔ ہاں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے بارہ میں لوگوں کے ذہنوں میں اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ کس طرح دلیل بن گئی۔

تو دلیل اس طرح بنتی ہے کہ جزا وسزا کے دن کا مالک ہونا یہ بھی ایک خوبی ہے اور صفاتِ کمال میں سے ایک کمال ہے اور ہر صفتِ کمال حمد وثناء کی ایک دلیل ہے اور سبب ہے۔

لفظ دین کا مفہوم: اور دین اس جزا وسزا کو کہتے ہیں جس کی بنیاد عدل وانصاف پر ہو۔ اگر کسی جزا وسزا میں تفریط ہے یا افراط ہے تو اس کو دین نہیں کہا جاتا۔ تو مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا مطلب یہ ہوگا کہ عدل وانصاف والی جو جزا اور سزا ہے اس کے دن کا مالک ہے۔ دوسرے لفظوں میں عدل وانصاف کا مالک ہے۔

عدل وانصاف کی چند مثالیں: اور عدل وانصاف ایک ایسی خوبی ہے کہ اگر یہ انسان میں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتو لوگ اس کی مدح اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ شاہ فیصل کو اس کے بھتیجے نے قتل کر دیا تو
نیا میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ دوسرا کوئی قتل کرتا ہے تو سعودیہ والے اس کی گردن اڑا
یتے ہیں۔ قصاص لیتے ہیں۔ اب اپنے خاندان کا بندہ ہے پتہ چلے گا کہ قتل کریں گے کہ
ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ان کے بھتیجے کو قتل نہیں کریں گے مگر سعودی عدل وانصاف
ں وقت لوگوں کے سامنے آ گیا جب اس کے بھتیجے کو بھی قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اب لوگ
تعریفیں کرنے لگے کہ عدل وانصاف کا حق ادا کر دیا گیا۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی سے جرم سرزد ہو گیا لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع
کر دیں کہ دیکھیں کہ خلیفۃ المسلمین اپنے بھائی پر حد نافذ کرتے ہیں کہ نہیں۔ عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو حد نافذ کرنے کا پروگرام تو پہلے ہی سے تھا مگر یہ باتیں سن کر انہوں
نے اس جرم کی سزا اپنے اس بھائی پر جاری کر دی۔ لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں اور بالآ خر اب
ن کی مدح اور تعریف کرنا شروع کر دی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ بنو مخزوم قبیلے کی ایک فاطمہ نامی عورت
سے چوری ہو گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ بنو مخزوم خاندان کے لوگ
بے پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ اس طرح تو ہماری بڑی رسوائی ہو گی۔ ذلیل ہو جائیں
گے۔ اس لیے کوئی سفارشی تلاش کرو چنانچہ بڑی سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر کوئی یہ
سفارش کر سکتا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور محبوب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ہی کر سکتے
ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے انہوں نے سفارش کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ
حُدُوْدِ اللّٰهِ؟ يَا أُسَامَةُ!) کیا اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارہ میں سفارش کر رہے ہو؟
اے اسامہ!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے لوگ جو تباہ اور برباد ہوئے ہیں وہ اسی لیے تباہ
و برباد ہوئے ہیں کہ جس وقت کوئی چودھری قسم کا آدمی ان میں چوری کرتا تو اس پر حد نافذ نہیں
کرتے تھے اور اگر کوئی کمزور غریب آدمی جرم کر لیتا تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ فرمایا: یہاں
عدل وانصاف ہی ہو گا۔ یہ تو بنو مخزوم خاندان کی فاطمہ نامی عورت ہے (لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا) کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بالفرض چوری کر لیتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

تو یہ مخلوق کا عدل وانصاف ہے اور مخلوق میں اگر کوئی عدل وانصاف کرے تو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف: کسی کا عدل وانصاف اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے مل ہی نہیں سکتا۔ فرمایا﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ﴾ (سورة النساء' آیت: ٤٠) ''کہ اللہ ذرہ برابر بھی ناانصافی نہیں کرتے اور اگر کسی نے معمولی سی نیکی کی ہوگی تو اس کا بھی اس کو اجر وثواب ملے گا۔'' فرمایا﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِينَ ۝ ﴾ (سورة الأنبياء' آیت:٤٧) ''کہ ہم قیامت کے دن عدل وانصاف والے تراز و قائم کر دیں گے اور کسی نفس پر معمولی ظلم اور ناانصافی نہیں ہوگی۔ رائی کے دانے کے برابر بھی کسی نے نیکی بدی کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے پیش کر دیں گے۔''

﴿ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ ﴾ (سورة الأنعام' آیت: ١٦١) ''جو کوئی برائی کرتا ہے اس کو اس کی مثل ہی سزا دی جائے گی اور کسی قسم کا وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ (سورة الشوریٰ' آیت: ٤٠) ''برائی کی سزا برائی کے برابر ہی ہوگی'' یہ نہیں ہوگا کہ نیک کو بد کے برابر کیا جائے اور بد کو نیک کے برابر کیا جائے۔ فرمایا﴿ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ ﴾ (سورة الجاثية' آیت: ٢١) ''جو لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ ہمیں بھی ان لوگوں کے برابر کر دیا جائے جو نیک لوگ ہیں۔''

﴿ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۝ ﴾ (سورة صٓ' آیت: ٢٨) ''یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح ہم کر دیں۔ یا متقین کو فاجروں کی طرح کر دیں یہ نہیں ہو سکتا۔"

﴿ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوٗنَ﴾ (سورۃ السجدۃ' آیت: ۱۸) ﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○﴾ (سورۃ القلم' آیات: ۳۵-۳۶) "کہ مسلم اور مجرم دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔" تو قیامت والے دن عدل وانصاف ہوگا۔

دنیا کی عدالتوں والا معاملہ وہاں نہیں ہوگا۔

آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا ہوگی: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾ اس بات پر بھی دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی حمد وثناء کے حقدار ہیں اور اللہ کی ہی حمد وثناء آخرت میں ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ وَرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ○ وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○﴾ (سورۃ الزمر' آیات: ۷۴-۷۵) "جنتی لوگ جب جنت میں چلے جائیں گے تو کہیں گے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ" کہ ساری حمد وثناء اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور سرزمین جنت کا ہمیں وارث بنایا جہاں ہم چاہیں ہم وہاں چلے جاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن فرشتوں کو تم دیکھو گے کہ عرش کے اردگرد انہوں نے گھیرا ڈالا ہوگا اور رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہوں گے اور حق وانصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ بات کہی جائے گی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○"

ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○﴾ (سورۃ یونس' آیت: ۱۰) "جنتی لوگ جنت میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے کہ اے اللہ! تو پاک ہے۔ اور آپس میں ان کا تحیہ سلام ہوگا' آخری بات ان کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہوگی۔"

تو ﴿ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾ لفظ دلالت کرتے ہیں کہ حمد وثناء آخرت میں بھی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی ہے۔دنیا میں بھی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کی ہے۔رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ' اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عام ہے دنیا میں بھی حمد وثناء اللہ کے ساتھ مختص قرار دے رہے ہیں اور آخرت میں بھی۔ جبکہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ آخرت میں حمد وثناء کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا﴿ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○﴾ (سورة القصص' آیت:۷۰)

''کہ ساری کی ساری حمدیں' ثنائیں دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اور ہمہ قسم کا حکم اس کے لیے ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

غلام احمد قادیانی کا دجل اور فریب

تنبیہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے ''لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ'' کے بارہ میں کہا ہے کہ اس میں دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے ''اعجاز مسیح'' ایک احمد تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو سید الاولین والآخرین ہیں اور دوسرا احمد اپنا آپ مراد لیتا ہے۔کتنا بڑا بے ایمان اور بے دین۔ دجال اور دھوکہ باز ہے۔ جب آدمی کتاب وسنت سے ہٹ جاتا ہے۔تو انسان کی عقل ماری جاتی ہے یہ نہیں سوچا کہ نام تو میرا غلام احمد ہے' احمد تو نام ہے ہی نہیں اور پھر آیت کے اندر احمد لفظ آیا ہی نہیں بلکہ حمد کا لفظ آیا ہے۔

تو نام بھی احمد نہیں اس بے دین کا' بلکہ غلام احمد ہے۔اور یہ اچھا غلام احمد ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بہت بڑی گستاخی کر رہا ہے۔ کیونکہ غلام تو خادم ہوتا ہے' اپنے آقا اور مالک کا ادب واحترام کرتا ہے۔اور اس کی یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے واضح لفظوں میں ''لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' فرمایا اور (أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ) کہہ کر اپنے آپ پر نبوت کے ختم ہونے کو واضح کیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (سورة الأحزاب' آیت:۴۰)

تو ادھر ادھر کی باتوں کے ذریعے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر معمولی غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں قرآن کریم کی آیت اور کہاں مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یک مرزائی سے بات چیت: اور اب بھی بعض لوگوں کا وطیرہ ہے کہ مسئلہ کچھ بیان کرتے یں اور اس کے اثبات میں آیت کوئی اور پڑھ ڈالتے ہیں حالانکہ اس آیت کا اس مسئلہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ ایک مرزائی کے ساتھ بات چیت ہوئی تو کہنے لگا پہلے اپنا تعارف کرالیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تعارف کرا لیتے ہیں تو کہنے لگا میرا نام فلاں ہے اور میں احمدی وں۔ تو میں نے سوال کر دیا کہ یہ احمدی کہیں قرآن مجید میں آیا ہے یا نبی کریم ﷺ کی عدیث اور سنت میں آیا ہے۔ سوچنے لگا اور پھر ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ دی ﴿وَمُبَشِّـرًا رَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ﴾ مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد نبی کریم ﷺ کی نبوت کی نارت سنائی تو فرمایا کہ میں تمہیں ایک رسول کی بشارت سنا رہا ہوں جس کا نام نامی احمد ہوگا۔'' ں نے کہا کہ تعارف کراتے ہوئے تو نے کہا تھا کہ میں احمدی ہوں۔ اور اس آیت میں تو احمد رہا ہے۔ پھر غور کرکے مجھ سے سوال کیا کہ تم کون ہوتے ہو؟ (مطلب اس کا تھا کہ یہ جواب ں کہے گا میں حنفی دیوبندی ہوں اس لیے کہ جو آدمی مجھے لے کر گیا تھا وہ دیوبندی تھا) تو میں نے کہا میں مسلم ہوں۔ اور مسلم نام تو کتاب وسنت میں جگہ جگہ آ رہا ہے۔ اس کا یہ داؤ کامیاب ہو سکا۔ تو کہنے لگا کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا کہ عبدالمنان۔ کہنے لگا کیا یہ قرآن وحدیث ں ہے تو میں نے کہا کہ کوئی نہیں۔ صرف میرا نام نہیں ہے میرا وہ دین اور مذہب تو کہیں نہیں رہا۔ تو بھی کہہ دے کہ احمدی کتاب وسنت میں کوئی نہیں ہے بالآخر کہنے لگا ہاں احمدی کتاب نت میں کوئی نہیں ہے۔

تو احمدی نسبت جس طرف کرتے ہیں وہ کہاں اور ''اِسْمُهٗ أَحْمَدُ'' آیت میں جو احمد نام ، وہ کہاں۔ بہرحال جب انسان کتاب وسنت سے بھٹک جائے تو اس قسم کی فضول حرکتیں اور یں کرتا رہتا ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶/۵/۱۹۹۸) بروز بدھ

دنیا کا دن اور آخرت کا دن اور فرشتوں کے آنے جانے کا دن

﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ چوتھی صفت ہے اور اس جملے میں تین کلمات مَالِک ، یَو
اور الدِّین۔ مَالِک کے متعلق کافی گفتگو ہو چکی ہے۔ دوسرا لفظ ''یوم'' ہے۔ یوم دن کو کہا ج
ہے۔ مگر دنیا والا دن اور جزا و سزا والے دن میں فرق ہے۔ دنیا کے اندر جو دن ہے وہ زیادہ۔
زیادہ کسی خطے کے اندر چھ مہینے کا ہوتا ہے اور کسی کے اندر اس سے کم و بیش۔ مگر آخرت کے ا
جو دن ہوگا وہ بہت طویل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝
(سورۃ المعارج، آیت: ۱) ﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْ
صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيْبًا ۝﴾ (ایضاً، آیات ۴۔۷) ''ک
سزا والے دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یعنی آخرت کا ایک دن دنیا کے پچاس
سالوں جتنا دن ہوگا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے کہ ﴿ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَ
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ (سورۃ السجدہ، آیت: ۵) ''کہ وہ دن ایک ہزار سال مقدار کا ہوگا
ابن عباس رضی اللہ عنہما ترجمان القرآن رضی اللہ عنہما کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ قرآن
ایک جگہ دن کی مقدار پچاس ہزار سال آ رہی ہے اور دوسرے مقام میں دن کی مقدار ایک
سال آ رہی ہے اس کا کیا حل ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دراصل یہ دو دن ہیں۔ اور سائل نے ان کو ایک
سوال کر دیا ہے۔ ایک وہ دن ہے کہ آسمان سے زمین پر فرشتے آئیں اور پھر زمین سے آ
پر پہنچیں۔ تو اس آنے جانے پر جو وقت صرف ہوتا ہے وہ دنیا کے ایک ہزار سال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پانچ سو سال آنے کے اور پانچ سو سال جانے کے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت میں یہ بات موجود ہے ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝﴾ (سورة السجدة' آیت:٥) اور پچاس ہزار سال والے دن کی بات آخرت کی بات ہے۔ چنانچہ اس مقام پر ہی موجود ہے ﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَّ نَرَاهُ قَرِيبًا ۝﴾ (سورة المعارج' آیات:٦۔٧) ''کہ لوگ اس دن کو بہت دور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قریب سمجھتے ہیں۔''

﴿يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۝ ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا إِنَّهَا لَظَى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَى ۝﴾ (سورة المعارج' آیات: ٨۔١٦)

اللہ تعالیٰ نے اس آخرت کے دن کی صفت بیان فرمائی ہے ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ۝﴾ (سورة الشعراء' آیت:٨٨) ''اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ آل اولاد۔'' جبکہ اس دنیا میں تو مال بھی کام آجاتا ہے اور اولاد بھی۔ ایک مقام پر فرمایا ﴿وَمَآ أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ ثُمَّ مَآ أَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝﴾ (سورة الانفطار' آیات:١٧۔١٨) ''کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ جزا سزا والا دن کیسا دن ہے۔'' ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ۝﴾ (ایضاً' آیت:١٩) ''کہ اس دن کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی شے کا مالک نہیں ہوگا۔'' نہ اس کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ اس کو عذاب سے بچا سکے گا۔ معاملہ اختیار سارے کا سارا خاص اللہ کے لیے ہوگا۔

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ نے اس دن کی ہولناکیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (سورة الحج' آیت:١) ''کہ اے لوگو! رب تعالیٰ سے ڈرو قیامت والا زلزلہ بڑی عظیم شے ہے۔'' ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝﴾ (ایضاً' آیت:٢) ''اس دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی ماں اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی اور وہ مادہ چیزیں جن کے پیٹوں میں بچے ہیں وہ بچے جن دیں گی اور لوگ تمہیں بے ہوش معلوم ہونگے کہ جیسے انہوں نے کوئی شے پی رکھی ہو لیکن حقیقت میں کوئی شے پی نہیں ہوگی لیکن اللہ کا عذاب شدید ہے۔"

یہ اس دن کی ہولناکی ہوگی اس لیے اللہ نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرمایا تاکہ لوگ اس دن کے لیے تیاری کریں اور غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ فرمایا کہ ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الأنبیاء' آیت: ۱) "کہ لوگوں کا حساب قریب ہے اور وہ غفلت میں پڑے اعراض کر رہے ہیں۔"

جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی: انسان پر آج موت آجائے تو اس کا حساب شروع ہے ((مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ)) "جو فوت ہو جائے تو اس کی قیامت قائم ہوگئی۔" کیونکہ اس کا حساب کتاب شروع ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کو جس وقت دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو اٹھا کر بٹھا لیتے ہیں اور پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟

وہاں اگر جواب صحیح صحیح دے سکے تو ایمان والے ہی دیں گے۔ قبر کے اندر بھی اس کے واسطے آسائش اور سہولت ہے اگر وہ جواب نہ دے سکے منافق ہو شک وشبہ کے مرض میں مبتلا ہو کفر اور شرک کا ارتکاب کرتا رہا ہو جواب اس کو آئے گا ہی نہیں' کہے گا هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ۔ ہائے افسوس کہ میں تو جانتا ہی نہیں۔ بعض جو شک وشبہ میں مبتلا ہیں جن کو یقین نہیں کہیں گے ((سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهُ وَلَآ اَدْرِيْ)) "لوگوں کو سنا تھا کہ ایک کلمہ پڑھتے تھے تو میں نے بھی وہ کلمہ پڑھ لیا" "وَلَآ اَدْرِيْ" باقی میں کچھ نہیں جانتا۔" ناکام ہو جائے گا۔ تو یہ سنے سنائے کلمے پڑھے ہوئے وہاں کام نہیں دیں گے۔ جتنی دیر تک یقین نہ ہو اور تحقیق نہ ہو جو لوگ "لائی لگ" ہیں اسلام کو اس طریقے سے انہوں نے قبول کیا ہے جس طرح "لائی لگ" کوئی بات قبول کرتا ہے جو کسی نے کہہ دیا وہ مان لیا اپنی بصیرت ان کو کوئی نہیں تو وہ قبر کے سوال میں ناکام ہو جائیں گے۔

موت کا کوئی پتہ نہیں کب آجائے' لہذا تیاری رکھو: تو مقصد یہ تھا کہ آدمی جس وقت فوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے تو اس کا حساب شروع ہے۔ تو فوت ہونا اور موت تو دور ہے ہی نہیں۔ پتہ نہیں کس وقت موت نے آ جانا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

صبح جس وقت انسان اٹھتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے دوسرے اس کے دوست، خویش و اقارب اور قریبی جاننے والے بھی خوش ہوتے ہیں کہ صحیح سلامت دن چڑھ گیا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ یہ وہ جانتے ہی نہیں کہ موت تو جوتی کے تسمے سے بھی قریب ہے۔ وہ تو پتہ نہیں کب آ جائے؟ سانس جو باہر آیا ہے پتہ نہیں کہ اندر جانا ہے کہ نہیں۔ اندر چلا گیا ہے تو سانس نے باہر آنا ہے کہ نہیں۔ تو موت انسان کی بڑی قریب ہے وہ کوئی دور نہیں۔ یہ جو خیال ہے کہ ابھی جوان ہونا ہے پھر بوڑھا ہونا ہے پھر کسی وقت جا کر موت نے آنا ہے تو یہ خیال خام ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ بچہ بھی فوت ہوتا ہے، جوان بھی فوت ہو رہا ہے، بوڑھے بھی فوت ہو رہے ہیں۔ جس وقت اس کا وقت آ جانا ہے وہ اللہ کو معلوم ہے گھڑی آگے پیچھے نہیں ہونا۔ اس واسطے اس گمان میں نہیں رہنا چاہیے کہ ابھی وقت بہت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقت ابھی تھوڑا ہی رہ گیا ہو۔

يَسُرُّ الْمَرْءُ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيْ
وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا

شاعر نے کہا ہے کہ جوں جوں دن گزرتے ہیں راتیں گزرتی ہیں تو آدمی خوش ہوتا ہے کہ میں بڑا ہو رہا ہوں میری عمر اب ستر سال اسی سال ہو گئی ہے۔ کئی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میں سو سال کا ہو گیا ہوں اور کئی خوشیاں مناتے ہیں کہ بابا جی کی عمر اتنی ہو گئی ہے یہ نہیں سوچتے کہ جوں جوں مدت گزرتی جاتی ہے عمر کم ہوتی جاتی ہے۔ یہ جو سو سال کا ہو گیا ہے تو سمجھو کہ یہ سال آدھے کا ہے۔ اس کا وقت تو نہایت ہی قریب آ گیا ہے۔ تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ عمر میری بڑی ہو رہی ہے حقیقت میں عمر اس کی کم ہو رہی ہے چھوٹی ہو رہی ہے۔ تو تیاری کرنا چاہیے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا" کہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسوں کا محاسبہ کر لو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کرنے سے پہلے۔" وہ دن آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا حساب لینا ہے اس سے پہلے آپ ہی حساب کر لو۔ اگر نیکیاں کر رہے ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اگر گناہ کے کام کر رہے ہو تو ان سے باز آ جاؤ۔ روز رات کو سوتے وقت حساب کرو۔ کہ سارا دن میں نے کون کونسی نیکی کی ہے اور کون کونسا گناہ کا کام کیا ہے۔ ﴿وَزِنُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا﴾ کہ تمہارے اعمال کا وزن ہونا ہے یہ تولے جائیں گے اس تولے جانے والے دن کے آنے سے پہلے پہلے تم خود ہی اپنے اعمال کا وزن کر لو سوچ سمجھ لو۔ فرمایا کہ وہ دن جس نے آنا ہے اور ہر ایک نے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اس دن سے ڈرتے رہو اور بچتے رہو۔ ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾ (سورۃ الحاقۃ' آیت: ۱۸) "کہ وہ دن آ رہا ہے جس دن کوئی خفیہ رہنے والی جان خفیہ نہیں رہ سکے گی۔" سب اللہ کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔ تو اس دن کو سامنے رکھو اور تیاری کرو۔

روز جزا سے ڈر جاؤ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ جزا سزا کا جو دن ہے آخرت والا' اس کا مالک اور اس کا ملک اللہ تعالیٰ ہی ہے وحدہ لاشریک اور کوئی وہاں دم نہیں مار سکتا۔ وہاں وہی کامیاب ہوگا جو اللہ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ کی فرمانبرداری کرتا رہا ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی اطاعت کرتا رہا ہو وہ کامیاب ہوگا۔ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾ (سورۃ الأحزاب' آیت: ۷۱) "جنہوں نے اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت اور فرمانبرداری کر لی عظمت والی کامیابی انہوں نے حاصل کر لی۔" ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ﴾ (سورۃ الجن' آیت: ۲۳) "اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی گناہ کا ارتکاب کرتے رہے تو ان کے واسطے جہنم کی آگ ہے۔"

تو ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کے اندر ترہیب پائی جاتی ہے کہ وہ دن آخرت والا سامنے رکھو اور اس کے لیے تیاری کرو اور غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ خوابِ غفلت کے اندر اگر تم سوئے رہے تو پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے اندر ایسے غافلوں کے متعلق فرماتے ہیں جنہوں نے دنیا میں کچھ کیا نہیں' موقع ہاتھوں سے گنوا دیا' آخرت کو ان کو سمجھ آئے گی پھر کہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے کہ یا اللہ! ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں بھیج۔ ﴿نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾ (ایضاً) ''کہ ہم نیکیاں کریں گے' برائی اور گناہ نہیں کریں گے۔'' ﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ۝﴾ (ایضاً) اللہ جواب دیں گے۔ ''کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دے دی تھی کہ جس میں تم نیک بن سکتے تھے نصیحت حاصل کر سکتے تھے۔'' کسی کو چالیس سال' کسی کو پچاس سال کسی کو ساٹھ سال کسی کو اسی سال کسی کو اس سے بھی زیادہ۔ فرمایا اتنی عمر تمہیں مل گئی تھی جس میں تم اپنی اصلاح کر سکتے تھے' نیک بن سکتے تھے اور ڈرانے والے بھی تمہارے پاس آئے اللہ کے احکام پہنچانے والے بھی تمہارے پاس پہنچے' لیکن تمہارے کانوں پر جوں تک نہ رینگی غفلت میں ہی رہے۔ اب عذاب چکھو۔ ﴿فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ۝﴾ (ایضاً) ''بے یار و مددگار جہنم کے اندر جلتے رہیں گے۔'' اور جہنم کا عذاب بھی ایسا کہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ دنیا کی آگ میں انسان ڈال دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ جل جائے گا' جان نکل جائے گی۔ وہاں جان نہیں نکلے گی۔ ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝﴾ (سورۃ الأعلیٰ' آیت:۱۳) ''نہ زندہ ہوگا نہ مردہ۔'' جل رہا ہوگا اور جان بھی نہیں نکلے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝﴾ (سورۃ المؤمنون' آیت:۱۰۸) ''یا اللہ! ہماری شقاوت اور بدبختی ہم پر غالب آ گئی ہے اس انجام کو ہم پہنچے اب یا اللہ! ہمیں اس دوزخ اور جہنم سے نکال۔ اللہ فرمائیں گے ''اِخْسَئُوا فِيهَا'' ذلیل و خوار ہو جاؤ اس جہنم میں ''وَلَا تُكَلِّمُونِ'' اور میرے ساتھ بات بھی نہ کرو۔''

فرشتوں سے استدعائیں کریں گے کہ رب تعالیٰ سے کہو ﴿لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ (سورۃ الزخرف' آیت:۷۷) کہ ہمارا کام تمام ہی کر دے جان ہی ہماری نکل جائے۔ تو فرشتے کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا ﴿قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ۝﴾ (ایضاً) تم نے اس جہنم کے اندر ہی رہنا ہے۔ پھر کہیں گے ﴿يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝﴾ (سورۃ المؤمن' آیت:۴۹) فرشتوں سے کہیں گے کہ اللہ سے کہو کہ ایک دن ہمارا عذاب ہی ہلکا کر دے رہائی اور نجات نہیں ملتی تو نہ سہی۔ ایک دن عذاب ہلکا ہی ہو جائے۔ فرشتے آگے سے جواب دیں گے ﴿قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَادْعُوا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝﴾ (ایضاً' آیت: ۵۰) ''تمہارے پاس اللہ کا پیغام پہنچانے والے پہنچے اللہ کے پیغمبر آئے اور جو ان کے جانشین تھے ان کے ذریعے تم تک اللہ کے احکام پہنچے۔'' پہنچے کہ نہ پہنچے؟ کہیں گے پہنچے۔ پھر کہیں گے خود ہی اپنے لیے دعا کرو ہم تمہارے لیے دعا بھی نہیں کر سکتے۔ وہ فرشتے دعا کرنے سے بھی انکار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پھر خود دعا کریں گے ﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝﴾ (ایضاً) ''ان بے دینوں اور کافروں کی دعا رائیگاں ہی جائے گی۔'' فائدہ ان کو نہیں پہنچا سکے گی۔ تو ابھی وقت ہے اس موقع کو غنیمت جانو اور اس دن کے لیے تیاری کرو بعد میں پچھتانا پڑے گا اللہ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۷) بروز جمعرات

لفظ ''دین'' کے لغوی معانی

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے اس مقام پر اپنی چوتھی صفت ذکر فرمائی ہے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ جزا سزا کے دن کا مالک ہونا۔ مَالِكِ اور يَوْمِ کے متعلق کچھ عرض کیا جا چکا ہے تیسرا لفظ اس صفت کے اندر ''اَلدِّیْن'' ہے۔

دین کا پہلا معنی ملت اور مذہب: دین کے عربی زبان اور لغت میں کئی معانی ہوتے ہیں ایک معنی تو مشہور ومعروف ہے۔ دین، ملت اور مذہب کے معنی میں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:۱۹) کہ دین اللہ کے ہاں صرف اور صرف اسلام ہے۔ تو اس آیت کریمہ کے اندر دین کا لفظ ملت اور مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ ﴾ (ایضاً، آیت:۸۵) ''جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اور مذہب اختیار کرے گا ہرگز اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہوگا۔'' اس مقام پر بھی دین ملت اور مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت:۳) ''فرمایا آج تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل بنا دیا اور تمہارے او پر اپنی نعمت تام، کامل اور پوری کر دی اور تمہارے لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔''

اس آیت کے اندر بھی دین ملت اور مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اس دین کے لفظ کو اس معنی میں کئی مقاموں پر استعمال فرمایا ہے۔ حدیث کے اندر بھی اس کا ذکر آتا ہے چنانچہ قبر کے حساب اور سوال جواب میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتے پوچھتے ہیں ((مَا دِيْنُكَ؟)) فوت ہونے والے کو اٹھا کر بٹھا لیتے ہیں تو پوچھتے ہیں تمہارا دین کونسا ہے؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مؤمن ہو تو جواب دیتا ہے، (دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ) میرا دین اسلام ہے۔ تو دین ملت اور مذہب کے معنی میں اس حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اذان کے بعد جو کلمات تعلیم فرمائے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ ((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ . رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا نَّبِيًّا)) اس طرح بھی آیا ہے کہ ((رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا)) کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد آدمی یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر میں راضی ہوں اور محمد ﷺ کے رسول اور نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں اور اسلام کے دین ہونے پر میں راضی اور خوش ہوں۔ یہاں بھی دین کا لفظ ملت اور مذہب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

یہ دین کا معنی عام مشہور و معروف ہے جتنے بھی ادیان ہیں ان سب میں سے اللہ کے ہاں جو دین معتبر ہے اور قابل قبول ہے وہ صرف اور صرف اسلام ہے جو اسلام کے علاوہ کوئی دین اور مذہب اختیار کرے گا وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دین کا دوسرا معنی جزا و سزا: دوسرا معنی دین کا جزا و سزا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ○ يَّقُوْلُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ○ ءَ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ إِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ○﴾ (سورۃ الصافات' آیت: ۵۱۔۵۳)

''جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم فوت ہو جائیں گے ہڈیاں خاک میں مل جائیں گی تو پھر ہم جزا سزا دیے جائیں گے یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟'' لفظ ''لَمَدِيْنُوْنَ'' استعمال کیا ہے۔ اور یہ لفظ دین سے بنا ہے۔ تو معنی اس کا جزا سزا والا ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ○﴾ (سورۃ الواقعہ' آیت: ۸۶) اگر جزا سزا سمجھتے ہو کوئی نہیں تو اس روح کو واپس لے آؤ اس کو نکلنے ہی نہ دو۔ جب روح تمہاری نکال کر فرشتے چلے جاتے ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ہستی تم سے اوپر ہے جو تمہارے حساب کتاب پر قادر ہے۔ تو یہاں بھی ''غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ'' کہا ہے جو کہ ''غَيْرَ مَجْزِيِّيْنَ'' کے معنی میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ دین کا معنی محاسبہ' جزا سزا عام استعمال ہوتا ہے۔ ترمذی میں حدیث ہے "اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" کہ دانا اور حکیم آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے' سوچ بچار ہر وقت کرتا رہتا ہے کہ کون کون سا کام مجھے کرنا چاہیے اور کون کونسا کام مجھے نہیں کرنا چاہیے۔ پھر جو کرنے والے کام ہیں ان پر نفس کو لگاتا ہے اور دوسرے کاموں سے نفس کو روکتا ہے۔ اس قسم کا جو انسان ہے وہ دانا اور حکیم ہے فرمایا ﴿وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ﴾ موت کے بعد جو جہاں ہے عالم قبر عالم برزخ عالم آخرت اس کے لیے وہ تیاری کرتا ہے اور جو اس کے لیے مفید اعمال ہیں ان کو اختیار کرتا ہے۔

اس حدیث میں بھی لفظ "دان" استعمال ہوا ہے کہ جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے ایک شاعر نے بھی کہا ہے

وَلَمْ يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَا . نِ دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا کہ جب پانی سر پر سے گزر گیا ہر طریقے سے مخالف کو سمجھایا گیا اور وہ نہ سمجھا تو کہا دِنَّا هُمْ كَمَا دَانُوْا کہ جس قسم کا سلوک انہوں نے ہمارے ساتھ کیا اس قسم کا سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا۔ اسی طرح کی جزا سزا ہم نے ان کو بھی دی۔ تو یہاں بھی "دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوْا" لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ جزا سزا کے معنی ہیں۔

عرب کے اندر عام مشہور محاورہ ہے۔ "كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ" جس قسم کا معاملہ اور سلوک دوسرے سے کرو گے اس قسم کا سلوک تمہارے ساتھ بھی کیا جائے گا۔ تو گزارش کرنے کا یہ مقصد تھا کہ دین کا ایک معنی جزا سزا ہے۔

دین کا تیسرا معنی قانون: دین کا لفظ عربی زبان میں "قانون" کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے انسانوں نے اپنے طور پر جو قانون بنائے ہوں ان پر بھی یہ لفظ استعمال ہو جاتا ہے جس طرح اللہ کے بنائے ہوئے قانون نازل کردہ اصول پر دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ سورۃ یوسف میں ہے ﴿مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ﴾ (سورۃ یوسف' آیت:٧٦) فرمایا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا سبب اس کا یہ بنا کہ ٹوپہ اس کے سامان میں سے برآمد ہو گیا اس بادشاہ کا یہ قانون تھا کہ جس کے سامان سے چیز برآمد ہو جائے اس کو قابو کر لیا جاتا تھا اور اس کو رکھ لیا جاتا تھا۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سبب بنا دیا یوسف کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنے کے لیے کہ وہ ٹوپہ اس کے سامان میں رکھ دیا تو برآمد ہو گیا اور بھائی کو رکھ لیا۔ لفظ "فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ" استعمال کیا ہے۔ کہ اس وقت کا جو حکمران اور بادشاہ تھا اس کے دین میں تو دین اس کا وہ قانون ہی تھا جو اس نے بنایا تھا اور لاگو کیا تھا تو قانون پر بھی لفظ دین بول لیتے ہیں وہ قانون وضعی ہوں خود ساختہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اصول اور ضابطے ہوں۔ چنانچہ دین کی تعریف یہ کی جاتی ہے "وَضْعٌ إِلٰهِيٌّ يَسُوْقُ الْعِبَادَ بِاخْتِيَارِهِمُ الْمَحْمُوْدِ إِلٰى سَعَادَةِ الدَّارَيْنِ" کہ دین اللہ تعالیٰ کے بنے ہوئے اصول اور ضابطے کا نام ہے جو اصول و ضابطے انسانوں اور اللہ کے بندوں کو ان کے اختیار کے ساتھ دنیا اور آخرت کی سعادت کی طرف لے جاتے ہیں۔

اصل قانون اللہ تعالیٰ کا ہے: تو اصل قانون وہ اللہ تعالیٰ ہی کا قانون ہے۔ اللہ کی مخلوق کا یہ فرض ہے کہ جو اصول اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ان اصولوں کو اپنائیں۔ فرشتے بھی جن بھی اور انسان بھی اور دوسری جو مخلوق ہے۔ ساری مخلوق اللہ کے اصولوں کی پابند ہے فرشتے بھی پابند ہیں فرمایا ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○﴾ (سورة التحريم' آيت: ٦) "کہ رب تعالیٰ کی طرف سے جو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے وہ اس کی خلاف ورزی کرتے ہی نہیں۔" نافرمانی کا ادھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوتا ہے انہوں نے وہی کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام سے یہ بات کہی کہ جتنا تم ہمارے پاس آتے ہو اس سے ذرا زیادہ آجایا کرو۔ زیارت زیادہ کرلیا کرو۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے یوں فرمایا ﴿وَ مَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ○﴾ (سورة مريم' آيت: ٦٤) "فرمایا کہ ہم تو رب تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں اور رب تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان میں ہے اور اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں۔" کہ رب تعالیٰ نے بھیجنا ہو کسی تاریخ پر کسی وقت پر تو وہ بھول جائے۔ نسیان کا تو وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو فرشتے بھی اللہ کی مخلوق ہے ان کے متعلق اللہ کا جو قانون ہے اس کا ذرا برابر بھی خلاف نہیں کرتے۔ ﴿يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○﴾ (سورة الأنبياء' آيت ٢٠) "دن رات اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تسبیح اور تقدیس اور ذکر کے اندر مشغول اور مصروف ہیں اور وہ تھکتے بھی نہیں اور اکتاتے بھی نہیں اور نافرمانی بھی اللہ کی نہیں کرتے۔'' اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے آسمان ہے' زمین ہے سورج ہے' چاند ہے' ستارے ہیں' درندے ہیں' پرندے ہیں' چرندے ہیں اور یہ پہاڑ الغرض جتنی بھی یہ چیزیں ہیں' اللہ نے جوان کے متعلق قانون وضع کر دیے ہیں اس کے مطابق سب چل رہے ہیں۔ اللہ کی دو مخلوقیں اس قسم کی ہیں کہ ان میں کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان' یہ جن اور انسان ہیں۔

فرمایا: جتنے بھی ہیں زمین و آسمان کے اندر سب اللہ کے لیے سجدے کرتے ہیں۔ انسانوں کی جس وقت باری آئی تو فرمایا ﴿وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ (سورة الحج' آیت:۱۸) بہت سارے لوگ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اس کی عبادت کرتے ہیں تو بہت ساروں پر عذاب حق ہو گیا ہے ﴿وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ (ایضاً) ایسے کام کرتے ہیں کہ جو عذاب کو دعوت دیں اور ان کو اللہ کے عذاب کی طرف لے جائیں۔ نیکی انہوں نے کرنا ہی نہیں۔ جنوں کا بھی حال ہے ﴿وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ﴾ (سورة الجن' آیت:۱۱) دوسرے مقام پر ہے ﴿وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ﴾ (ایضاً' آیت:۱٤) جنوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجن میں فرمایا کہ وہ کہتے ہیں ہمارے اندر کچھ نیک ہیں اور کچھ بد اور کچھ مسلم ہیں اور کچھ ظالم۔ ان کے متعلق ہی اللہ نے فرمایا ﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝﴾ (سورة السجدة' آیت:۱۳) ''کہ جنوں اور انسانوں میں سے میں جہنم بھروں گا۔'' ان میں سے جو باغی سرکش قسم کے ہیں تو وہ جہنم دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

سورۃ الفاتحہ کی پہلی چار آیات پر ہی آدمی غور کر لے تو اس کے دل و دماغ سے بغاوت نکل جائے گی: تو یہ جو چار آیتیں ہیں ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝﴾ تک اگر آدمی ان ساری آیتوں پر غور کرے تو یہ انسان کے دل و دماغ میں بغاوت کو نکال کے رکھ دیتی ہیں۔ پہلے فرمایا: ﴿رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کہ اللہ وہ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے خالق بھی ہے مالک بھی ہے رازق بھی ہے' ان کی تربیت بھی اللہ ہی کرتا ہے۔ اب جو خالق' رازق اور مالک ہے تو اس کی فرمانبرداری کرنا ہے کہ نافرمانی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً گھر کے اندر ایک سربراہ ہوتا ہے حالانکہ اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے' اسی کا مملوک ہے' جو کچھ اس کے پاس مال ہے' دولت ہے' مکان ہے' وہ بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ اگر گھر کے افراد میں سے اس کی کوئی بات نہ مانے تو وہ اپنی سربراہی جتلاتا ہے' کہ میں نے تمہیں فلاں چیز دی ہے اور فلاں چیز دی ہے اور تم میری ہی نہیں سنتے۔ میری نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کو دے رہا ہے تو کیا اس کی خلاف ورزی ہونا چاہیے؟ نہیں قطعاً نہیں۔

اسی طرح ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝﴾ پر بھی آدمی غور کرے کہ رحمت عامہ اور رحمت خاصہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔ جتنے انعامات ہیں دنیاوی ہیں اخروی ہیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ اب جو منعم ہے اس کا شکر بھی لازمی ضروری ہے۔ دنیا میں کسی پر کوئی تھوڑا سا احسان کر دے تو وہ ہمیشہ کے لیے اس کا شکر گزار اور ممنون ہوتا ہے اس کے سامنے وہ سرتابی نہیں کرتا۔ اس انتظار میں ہوتا ہے کہ یہاں سے مجھے کوئی حکم آئے تو میں مان لوں اور شکر ادا کروں۔

اللہ تعالیٰ تو ساری نعمتیں عطا کرنے والا ہے تو کیا اس کا شکر انسان کو نہیں کرنا چاہیے؟ یہ ''اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' وصف بھی تقاضا کر رہا ہے کہ انسان اللہ کے حکموں پر چلے اور زندگی کے ہر شعبے میں دین کو اپنائے۔

﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝﴾ جزا سزا کے دن کا مالک ہے ہی اللہ تعالیٰ۔ دنیا میں عارضی طور پر کسی کو ملکیت یا ملک تھوڑا بہت دے دیا ہے جبکہ آخرت میں تو کسی کو وہ ملنا ہی نہیں تو یہ اللہ کا وصف بھی تقاضا کر رہا ہے کہ جب جزا سزا اور آخرت کے دن کا مالک اور ملک ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے قانون اور اس کی بات کے سوا کسی کی بات چلتی نہیں تو یہ اب اللہ کے حکموں پر عمل کرے گا تو پھر ہی نجات پا سکتا ہے۔

جتنی صفات اللہ نے ذکر فرمائی ہیں سب کا یہ تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں انسان اور جن اللہ کے حکموں اور اصولوں پر چلیں اور جو لوگ برسر اقتدار ہیں' ان کا یہ فریضہ ہے اور ان کی یہ ذمہ داری ہے یہ صفات ان سے تقاضا کر رہی ہیں کہ اپنے ماتحت اور رعیت پر اللہ تعالیٰ کے اصولوں کو لاگو کریں اور نافذ کریں۔ کیونکہ رب العالمین وہ ہے' رحمٰن وہ ہے' رحیم وہ ہے' اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ وہ ہے' یہ زمین اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور جو انسان اس پر رہ رہے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں' ان کا خالق' مالک' رازق' اللہ تعالیٰ ہے اور یہ حکمران جو ہیں' ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ ان کا خالق' مالک' رازق ہے۔

اصل بادشاہ اللہ ہے دنیا کے بادشاہ اور رعایا اللہ کے قانون پر چلیں: اور یہ جو عارضی طور پر ان کو ملک ملا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے۔ جب چاہے تو ان سے وہ ملک اور حکمرانی چھین سکتا ہے۔ تم نے دیکھا ہے اور تمہارے مشاہدے میں ہے کہ لوگوں نے ووٹ بھی دیئے' کامیاب بھی ہو گئے۔ پھر عدالت نے فیصلہ بھی کیا کہ یہ وزیر اعظم رہے مگر وزیر اعظم رہا نہیں۔ فوج نے اتار دیا' جب چاہے وہ ملک چھین سکتا ہے اور جب چاہے عطا کر سکتا ہے یہ چیز آدمی ذہن میں رکھے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پھر وہ اپنی چلائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی چلائے گا۔ پھر اپنی بھی نہیں چلا سکتا اور کسی دوسرے کی بھی نہیں چلا سکتا۔ تو دوسرے بھی وہ ہوں' جو دین سے ہی دور ہوں ان کی کس طرح چلانے کی گنجائش ہو سکتی ہے' اللہ نے اپنے بندوں کی یہ صفت ذکر کی ہے ﴿ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ﴾ (سورۃ الحج' آیت: ٤١) ''کہ جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں قدرت عطا فرماتے ہیں وہ خود نمازیں قائم کرتے ہیں اور ماتحتوں سے نمازیں قائم کرواتے ہیں' زکوٰۃ کا نظام چلاتے ہیں' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر وہ کام جو شرع کے مطابق ہے' وہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ہر وہ کام جو شرع کے خلاف ہے' اس سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔''

اللہ والوں کی خوبی اور ان کی خصوصیت یہ ہے یہ جو آیتیں ہیں' ان سب پر آدمی غور کرے تو وہ آدمی کو اس طرف لگاتی ہیں کہ آدمی اللہ کے حکموں پر عمل کرے۔ نجی انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کیونکہ فرد کا خالق' مالک' اللہ ہی ہے تو پوری قوم اور اجتماعیت کا خالق' مالک اور رب بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ کے اصولوں سے وہ سرتابی کرے گا اور منہ موڑے گا تو وہ مجرم بھی بہت بڑا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ○﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ٤٤) ایک مقام پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝﴾ (ایضاً' آیت:۴۵) پھر فرمایا﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾ (ایضاً' آیت:۴۷) ''کہ جو اصول اور ضابطے اللہ نے نازل فرمائے ہیں ان پر جو فیصلے نہیں کرتے یہ کافر ہیں' یہ ظالم ہیں' یہ فاسق ہیں۔'' تین لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمائے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق بہت زیادہ ہے تو جتنا اس کو کوئی پامال کرے گا اتنا بڑا ظالم اور مجرم بنے گا۔

گزارش یہ کر رہا تھا کہ دین کے کئی معانی ہیں ایک معنی ہے ان میں سے جزا سزا اور محاسبہ ہے۔ دوسرا معنی ملت اور مذہب ہے اور تیسرا معنی لوگوں کے وضعی قانون پر بھی دین کا لفظ بول لیتے ہیں۔ اس مقام میں ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۝﴾ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ملک بھی اس دن کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اتنا مُلک اور مِلک اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا ہوگا کہ کوئی وہاں بات بھی نہیں کر سکے گا فرمایا﴿یَوْمَ یَاْتِ لَا تَکَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (سورۃ ھود' آیت:۱۰۵) ''کوئی نفس کلام بھی نہیں کر سکے گا حتیٰ کہ فرشتے بھی کلام نہیں کر سکیں گے اللہ کی اجازت کے بغیر۔''

کوئی وہاں سفارش نہیں کر سکے گا جتنی دیر تک اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ملے گی رسول کریم ﷺ سید الاولین والآخرین فرماتے ہیں کہ میں بھی سفارش نہیں کروں گا۔ جتنی دیر تک اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ملے گی۔ سجدے میں گر جاؤں گا اور ایسی ایسی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا کہ وہ اس وقت ہی میرے دل میں القاء کی جائے گی' تو پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوگا' سجدے میں سے سر اٹھاؤ اور سفارش کرو' تمہاری سفارش قبول کی جائے گی' تو اجازت ملے گی پھر میں سفارش کروں گا۔ اس قسم کا وہ دن ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دم وہاں نہیں مار سکے گا۔ کیا پیغمبر اور کیا پیغمبروں کے علاوہ دوسری مخلوق اور کیا فرشتے۔ تو فرمایا ''مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۝''

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۹) بروز ہفتہ

''یَوۡمِ الدِّیۡنِ'' سے مراد قیامت کا دن ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی چوتھی صفت کا تذکرہ ہورہا تھا ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ کہ اللہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ ''یوم الدین'' سے کیا مراد ہے؟ کئی لوگ اس طرف چلے گئے ہیں کہ یوم الدین موت سے شروع ہوجاتا ہے۔ عالم قبر عالم برزخ پھر قبروں سے اٹھنا اور پھر حشر ونشر' پھر میزان' آگے حساب کتاب' جنت' دوزخ' یہ سب ''یوم الدین'' کے اندر شامل ہیں۔

اور دوسرے کئی ایک اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ ''یَوْمِ الدِّيْنِ'' قیامت کا دن ہے قبروں سے جب لوگ اٹھیں گے اس وقت سے لے کر جزا سزا کا دن شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی دوسری آیتیں جن میں ''یوم الدین'' قیامت پر بولا گیا ہے وہ دلائل کے طور پر آیتیں انہوں نے پیش کی ہیں۔ فرمایا ﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝﴾ (سورۃ الانفطار' آیات: ۱۷-۱۹) ''تمہیں کیا معلوم کہ وہ جزا سزا کا دن کیا ہے؟ پھر تمہیں کیا معلوم کہ وہ جزا سزا کا دن کیا ہے؟ فرمایا وہ دن وہ ہے کہ اس دن کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے لیے کسی شے کا مالک نہیں ہوگا اور امر اور معاملہ سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا۔'' تو یہ آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ''یَوْمِ الدِّيْنِ'' سے مراد قیامت کا دن ہے۔ قبروں سے اٹھنے سے لے کر جو دن شروع ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ﴿فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الزمر' آیت: ٦٨) قیامت کے دن کے متعلق ہی فرمایا کہ لوگ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔'' تو کھڑے کا لفظ اللہ نے استعمال فرمایا ہے۔ قبروں سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ اور بھی قرآن مجید کے اندر کئی مقامات پر ''یَوْمُ الدِّيْنِ'' کا لفظ قیامت پر بولا گیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِيْنُ ۝﴾ (سورۃ المدثر' آیات:٤٦-٤٧) اللہ نے جہنمیوں کی جنتیوں کے ساتھ گفتگو ذکر کی ہے کہ وہ جہنمی لوگ جنتیوں سے کہیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے۔ مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور دین کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی دین کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ (ایضاً' آیت:٤٦) اور ہم اس قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے۔ اس کی تکذیب کرتے تھے۔ ﴿حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِيْنُ ۝﴾ (ایضاً' آیت:٤٧) حتیٰ کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔ موت آ گئی یعنی موت تک ہم قیامت کو جھٹلاتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝﴾ (سورۃ التین' آیت:٧) ''اس کے بعد کوئی تمہاری تکذیب کیوں کرے گا جزا سزا کے بارے میں۔''

ہمارے استادوں کے استاد حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے کہ اس مقام پر ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ جزا سزا کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

انسان کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا حساب کتاب اور جزا سزا شروع ہو جاتی ہے

عذاب قبر برحق ہے: ویسے یہ بات اپنی جگہ پر ٹھیک ہے کہ انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو فوت ہونے کے بعد حساب کتاب اس کا شروع ہو جاتا ہے۔ قبر کے اندر سوال ہوتے ہیں۔ ان میں پاس ہو جائے تو اس کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر قبر کے سوالوں میں ناکام ہو جائے تو عالم قبر اور عالم برزخ کے اندر اس کو عذاب ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی لمبی حدیث ہے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تشریف لائے نبی کریم ﷺ کو اٹھا کر پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ بہت ساری چیزیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دکھائیں صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے اور اس کے پاس ایک آدمی کھڑا ہے وہ ایک پتھر پکڑ کر زور سے اس کے سر میں دے مارتا ہے۔ اس کا سر چور چور ہو جاتا ہے۔ پتھر لڑک کر دور چلا جاتا ہے وہ اس پتھر کو لاتا ہے۔ لاتے ہوئے دوبارہ اس کا سر صحیح سالم ہو جاتا ہے پھر اس کو وہ پتھر مارتا ہے۔ پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور یہ سزا اس کو کیوں ملتی ہے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ آپ ﷺ آگے چلیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آگے دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی ہے آپ کے ساتھ اس کی باچھیں چیری جارہی ہیں ایک باچھ اس کی چیری جاتی ہے وہ سالم ہو جاتی ہے پھر دوسری چیری جاتی ہے۔ وہ چیرتے تک پہلی سلامت ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہ سزا اس کو مل رہی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ آپ ﷺ آگے چلیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آگے ہم گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خون کا دریا ہے اس کے اندر ایک آدمی کھڑا ہے جبکہ ایک آدمی کنارے پر کھڑا ہے اور اس کے پاس پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دریا والا باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے کنارے کے قریب جس وقت آتا ہے تو وہ کنارے والا شخص ایک پتھر زور سے اس کے منہ پر مارتا ہے وہ واپس چلا جاتا ہے پھر وہ کوشش کرتا ہے تو وہ دوبارہ اس کو پتھر مارتا ہے۔ یہ سزا اس کو مل رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ تو فرشتوں نے کہا کہ آگے چلیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آگے ہم گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گڑھا تنور کی طرح ہے۔ اوپر سے اس کا منہ تنگ ہے اور نیچے والا حصہ اس کا فراخ ہے اور کھلا ہے۔ اس گڑھے کے اندر مرد اور عورتیں بالکل ننگے ہیں۔ آگ اس کے اندر جل رہی ہے۔ جس وقت وہ آگ جوش مارتی ہے بھڑک اٹھتی ہے تو وہ اوپر آجاتے ہیں اور جس وقت مدھم ہو جاتی ہے تو نیچے چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ فرمایا: آگے چلیں بعد میں آپ ﷺ کو بتادیں گے۔

اور بھی بہت ساری چیزیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دکھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو چیزیں میں نے دیکھی ہیں ان کے متعلق کچھ سمجھا دو۔ جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام نے فرمایا کہ وہ آدمی جو آپ ﷺ نے دیکھا کہ جس کی باچھیں (باچیاں) چیری جارہی ہیں تو وہ جھوٹا آدمی تھا۔ کذاب تھا۔ اپنی مجلس میں بیٹھ کر جھوٹ بولتا۔ اس کے جو مجلسی تھے آس پاس بیٹھنے والے، وہ اس جھوٹ کو آگے پھیلاتے اور دنیا کے کونے کونے میں وہ جھوٹ پھیل جاتا او

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ جاتا۔ اس وجہ سے اس کو یہ سزا مل رہی ہے ساتھ ہی فرمایا (وَيُفْعَلُ بِهٖ مَارَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) یہ سزا اس کو قیامت کے دن تک ملتی رہے گی۔ یہ سزا عالم برزخ میں ہے اور عالم قبر میں ہے قیامت سے پہلے پہلے۔ دوسرا آدمی جو آپ نے دیکھا تھا جس کا سر پتھروں کے ساتھ کچلا جارہا تھا وہ وہ آدمی تھا جس کو اللہ نے قرآن مجید کا علم عطا فرمایا تھا (فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَافِيْهِ بِالنَّهَارِ) رات تو اس نے سو کر گزار دی قرآن مجید کی تلاوت کی ہی نہیں (حتیٰ کہ فرض نماز بھی اس نے نہیں پڑھی جس میں تھوڑی بہت تلاوت ہو جائے) اور دن کے وقت قرآن کے احکام پر عمل کرنے کا موقع تھا اس نے دن میں قرآن مجید پر عمل نہیں کیا۔ اس وجہ سے اسے یہ سزا مل رہی ہے۔ (وَيُفْعَلُ بِهٖ مَارَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) قیامت کے دن تک یہ سزا اسے ملتی رہے گی۔ (اور یہ سزا اسے عالم قبر اور عالم برزخ میں مل رہی ہے فوت ہونے کے بعد جہاں وہ پہنچا ہے۔ وہاں اسے یہ سزا مل رہی ہے اور قیامت کے دن تک یہ سزا ملتی رہے گی۔

جبرائیل ومیکائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ آدمی جو آپ نے دیکھا تھا کہ خون کے دریا میں ہے اور باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہے اور اسے باہر نہیں نکلنے دیا جارہا تو فرمایا وہ سود خور تھا۔ سودی کاروبار کرتا تھا سودی لین دین کرتا تھا (وَيُفْعَلُ بِهٖ مَارَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) قیامت کے دن تک اس کو یہ سزا ملتی رہے گی۔ اور وہ لوگ جو تنور کی طرح گڑھے میں ننگے جل رہے تھے جبرائیل اور میکائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں ہیں۔ برائی اور بے حیائی کا ارتکاب کرتے تھے تو یہ سزا ان کو مل رہی ہے۔ (وَيُفْعَلُ بِهِمْ مَارَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)

تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ برزخ کے اندر اور قبر کے اندر حساب برحق ہے۔ پھر عالم برزخ اور عالم قبر کے اندر جزا اور سزا بھی برحق ہے اس کے اندر کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بھی یہ ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ﴾ (سورۃ المومن' آیت:۴٦) "فرعون اور فرعون کی قوم صبح شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔" ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ (ایضاً) "جب قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ ان فرعونیوں کو شدید ترین عذاب کے اندر داخل کر دو۔" پتہ چلا کہ یہ آگ اور دوزخ پر ان کی جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشی ہے یہ قیامت کے دن سے پہلے پہلے ہے۔ کیونکہ فرمایا ﴿ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ (ایضاً)

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتے ہیں ﴿ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۹۴) فرشتے جس وقت ظالم لوگوں کی جان نکالتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کہ اپنی جانیں اور اپنے نفس باہر نکال دو۔ آج تمہیں رسوائی والا عذاب دیا جائے گا۔ ''اَلْیَوْمَ'' جس دن وہ فوت ہو رہے ہیں اس دن کی بات ہے تو یہ قیامت سے پہلے کی بات ہے۔ اور فرشتے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں ''عَذَابِ هُوْن'' رسوائی کا عذاب' آج تمہیں دیا جائے گا۔ جو تم نافرمانیاں کرتے رہے' ہو تکبر کرتے رہے ہو' اللہ تعالیٰ کے ذمے جو غلط باتیں لگاتے رہے ہو اور تمہارے جو جرم ہیں ان کی سزا آج تمہیں ملے گی۔ تو کتاب وسنت سے برزخ کا عذاب وثواب اور قبر کا عذاب وثواب ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ (سورۃ ابراھیم' آیت:۲۷) ''اللہ تعالیٰ ''قول ثابت'' کے ساتھ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے دنیا کے اندر بھی اور آخرت کے اندر بھی۔'' ﴿ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ ﴾ (ایضاً) ''جو ظالم ہیں ان کو راہ راست سے ہٹا دیتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔''

یہ سورۂ ابراہیم علیہ السلام کی آیت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو ایمان والے ہیں وہ ثابت قدم رہتے ہیں' پاس ہو جاتے ہیں' ان کو عذاب نہیں ملتا بلکہ ثواب ملتا ہے جو ظالم ہیں' دین اور ایمان سے دور ہیں' تو وہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ قبر کے حساب میں ان کو عذاب ہوتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ خود ہر نماز کے اندر عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) بعض روایتوں میں ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ)) ہے۔ ''یا اللہ! میں جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر قبر کا عذاب ہو ہی نہ تو رسول اللہ ﷺ کس چیز سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ کتاب و سنت سے قبر کا عذاب وثواب ثابت ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ اپنی جگہ پر برحق ہے مگر اس جگہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝﴾ میں حافظ سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کا دن مراد ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کہ اللہ تعالیٰ جزا سزا کے دن کا مالک ہے قیامت کے دن کا مالک ہے۔ دوسری آیات سے اس کی تائید ہوتی ہے اس تفسیر سے یہ تاثر نہیں لینا چاہیے کہ عذاب قبر اور ثواب قبر کوئی نہیں کیونکہ وہ ہے دوسری آیات سے اور احادیث سے ثابت ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ پر ایک نحوی سوال اور اس کا جواب: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝﴾ کی ترکیبی حیثیت پر سوال کیا جاتا ہے کہ یہ "مَالِكِ" اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور "يَوْمِ الدِّينِ" کی طرف اس کی اضافت ہے۔ اور "يَوْمِ الدِّينِ" اس کا معمول ہے تو یہ اضافتِ لفظی بنتی ہے نہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ تخصیص کا تو قانون کے مطابق یہ صفت کس طرح بن سکتا ہے۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے اندر اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اسم فاعل کا جو صیغہ ہوتا ہے اس کے عمل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ حال کے معنی میں ہو یا استقبال کے معنی میں ہو۔ اس مقام پر "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" کا حال اور استقبال والا معنی نہیں بلکہ استمرار والا معنی ہے۔ تو "يَوْمِ الدِّينِ" "مَالِكِ" کا معمول نہیں اضافت معنوی ہے، اور وہ تعریف کا بھی فائدہ دیتی ہے اور تخصیص کا بھی فائدہ دیتی ہے۔ اس لیے یہ لفظ اللہ کی صفت بن سکتا ہے۔ قانون کے مطابق ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ کی تفسیر: اللہ تعالیٰ کی یہ چار صفتیں جس وقت قاری سورۃ الفاتحہ میں بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعَالَمِينَ ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو وہ مخاطب کر کے کہتا ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ اپنے آپ کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کر کے کہتا ہے "تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔" تیرے علاوہ ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ کا ترجمہ بہت سارے مفسرین نے ﴿وَلَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ﴾ کیا ہے۔ اور کئی نے "نَخُصُّكَ بِالْعِبَادَةِ" کے ساتھ اس کی تفسیر کی ہے۔ یا اللہ! تیری عبادت ہم کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ مدد طلب کرنے کے ساتھ تجھے ہم خاص کرتے ہیں تیرے علاوہ ہم کسی اور سے مدد طلب نہیں کرتے۔

عبادت بڑا اہم فریضہ ہے: عبادت بڑا اہم فریضہ ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان و جن کو پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾ (سورۃ الذاریت' آیت:٥٦) ''اور جن و انسان کو پیدا کیا ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے۔'' تو جن و انس کی تخلیق کا مقصد اور غرض و غایت اللہ کی عبادت ہے۔ اور لوگوں کو عبادت پر لگانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ جتنے بھی پیغمبر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے سب نے اپنی اپنی قوم سے یہی کہا ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾ (سورۃ الأعراف' آیت:٥٩) ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ اور معبود نہیں۔'' ایک مقام پر فرمایا ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝﴾ (سورۃ الأنبیاء' آیت:٢٥) ''فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کو ہم نے یہ وحی کی۔ کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔''

(یہ لفظ کہ ''رسول کریم ﷺ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ان کو ہم نے یہ وحی کی۔'' بتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی رسول نے نہیں آنا۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی رسول اور پیغمبر نے آنا ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتے کہ تم سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے اور جو تمہارے بعد پیغمبر بھیجنے ہیں سب کو یہ وحی کی) بلکہ یہی فرمایا کہ تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ان سب کو یہی وحی کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ اور معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے عبادت کی طرف دعوت عام دی ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:٢١) اور مکی زندگی کے اندر نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر زور دیتے رہے اور اللہ کی توحید پر زور دیتے رہے۔ احکام کا اکثر حصہ مدینہ منورہ جا کر نازل ہوا ہے۔ مکی زندگی کے اندر نبی کریم ﷺ کا زور اسی بات پر تھا کہ اللہ کی عبادت کرو کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ تو انسان اور جن کی تخلیق کا جو مقصد ہے اور جو غرض و غایت ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پابندی کرتے ہوئے اہل ایمان اور قاری سورۃ الفاتحہ وہ نمازی ہیں خواہ غیر نمازی ہیں اللہ کے سامنے اپنی عبادت پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ کی حمد و ثناء، تمجید و تقدیس کے بعد اپنا عمل انہوں نے پیش کیا اپنا توکل پیش کیا۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ اس وجہ سے اس سورۃ کو اہل علم "تعلیم المسئلہ" کا نام دیتے ہیں۔ کہ یہ سورۃ انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کس طرح کرنا ہے پہلے اللہ کی حمد و ثناء اور تعریف کرے بعد میں اپنا ایمان اپنا توکل اور اپنی عبادت پیش کر کے دعا مانگے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۱۰) بروز اتوار

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" میں حصر ہے

سورۃ الفاتحہ کی پانچویں آیت میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے رب تعالیٰ کو مخاطب کر کے اپنی دو حالتوں کا تذکرہ کرتے ہیں ان میں سے پہلی حالت ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ ہے کہ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ یہ عربی زبان کا قانون ہے اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کا عبارت اور لفظوں میں بعد میں آنا حق ہو اس کو اگر پہلے ذکر کر دیں تو تخصیص پیدا ہو جاتی ہے' حصر پیدا ہو جاتا ہے۔ إِيَّاكَ کا مقام نَعْبُدُ کے بعد تھا تو اللہ نے اس کو "نَعْبُدُ" سے پہلے ذکر کر دیا تو اب اس کے اندر حصر پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے ہیں اللہ کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ یہ جو مفہوم اور معنی اس جملہ میں پیدا ہوا ہے وہ ایاک کے نعبد سے پہلے آنے کی وجہ سے ہے۔

عبادت کا لغوی معنی: عبادت کیا چیز ہے عربی زبان کے اندر عبادت کا معنی تذلل کیا جاتا ہے۔ کمزوری اور انتہائی قسم کا عجز۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے:

تَبَارِيْ وَظِيْفًا وَظِيْفًا عَلٰى مَوْرٍ مُعَبَّدٍ

"مور معبد" اور "طریق معبد" اس راستے کو کہا جاتا ہے جس پر گزرنے والوں کی آمد و رفت عام ہو چکی ہو اور وہ راستہ مسافروں کے چلنے کی وجہ سے چل چل کر تابع ہو چکا ہو۔ گرد و غبار اور دھوڑ اس کے اندر دھم گئی ہو۔ اس قسم کے راستہ کو عربی زبان میں مُعَبَّد کہا جاتا ہے۔ اور یہ لفظ عبادت سے بنا ہے۔ اور ایسا کپڑا جو انتہائی بوسیدہ ہو چکا ہو اور وہ بھرنے لگ جائے بوسیدگی کی وجہ سے۔ اس کو بھی عربی لوگ "عَبَدَ الثَّوْبُ" کہتے ہیں کہ یہ کپڑا انتہائی بوسیدہ ہو گیا ہے کمزور ہو گیا ہے۔ تو عربی زبان میں یہ عبادت کا معنی ہے۔ اور عبادت کرنے والا وہ بھی معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی کمزور اور عاجز سمجھتا ہے۔ اس لیے عبادت کو اس معنی میں عبادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا جاتا ہے۔

عبادت اور اطاعت میں فرق ہے: عبادت کا یہ معنی عربی زبان کے اندر اور لغت کے اندر تھا شریعت اور عام عرف کے اندر عبادت کا معنی بہت سارے لوگ اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں بھی لکھتے ہیں کہ عبادت اطاعت اور فرمانبرداری کو کہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ عبادت کا مطلب ہے۔ مگر کتاب وسنت پر آدمی غور کرے تو سمجھ میں آتا ہے کہ عبادت کا یہ معنی درست نہیں۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ قرآن مجید کا ترجمہ جاننے والے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا تھوڑا بہت مطالعہ کرنے والے اور تھوڑی بہت حدیث جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس عبادت کے لیے جن وانس کی تخلیق ہوئی ہے اور اللہ کے علاوہ شریعت کے اندر عبادت کسی کی جائز نہیں' حرام ہے' بلکہ شرک ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ بتائیں کہ کیا حق ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے بندوں پر کہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں اور کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنائیں یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر پوچھا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آپ ﷺ بتائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق ہے کہ جب وہ اللہ کی ہی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو پھر وہ ان کو معاف کر دے' بخش دے اور جنت میں داخل کر دے۔

تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے عبادت کا حکم اللہ نے دیا ہی نہیں۔ غیروں کی جو عبادت کی جاتی ہے یہ لوگ از خود کرتے ہیں یا شیطان کے پیچھے لگ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ نہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نہ اس کے کسی پیغمبر کا یہ حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور تمام رسولوں کا حکم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ جبکہ اطاعت کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ دوسروں کی بھی اطاعت کرو۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے ﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (سورة النساء' آيت: ٥٩) فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے امر والے ہیں ان کی اطاعت کرو۔'' اب یہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے رہے ہیں اپنی اطاعت کا بھی حکم دے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دے رہے ہیں اور امر والوں کی اطاعت کا بھی حکم دے رہے ہیں' جبکہ عبادت کو صرف اپنے ساتھ خاص کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میری ہی عبادت کرو۔ دوسرے کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا بلکہ دوسروں کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔ ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ ﴾ (سورة بنی اسرائیل' آيت:٢٣) ''رب تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔'' ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ﴾ (سورة النساء' آيت: ٣٦) ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ۔''

مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ تو دوسروں کی عبادت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے خواہ وہ پیغمبر ہوں' خواہ فرشتے ہوں' خواہ اللہ کے نیک' متقی اور پرہیزگار بندے ہوں' کسی کی عبادت جائز نہیں۔ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور اطاعت کے بارہ میں خود اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور امر والوں کی اطاعت کرو۔ تو پتہ چلا کہ عبادت اور اطاعت دونوں میں فرق ہے۔ عبادت کی تفسیر اگر اطاعت کر لی جائے تو یہ صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ اطاعت رسولوں کی بھی ہے۔ اولوالامر کی بھی ہے پھر والدین کی بھی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ وَ إِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ﴾ (سورة لقمان' آيت: ١٥) فرمایا ''کہ تمہارے والدین اگر یہ کوشش کریں کہ شرک کرو' تو ان کی اطاعت نہ کرو۔''

اس سے آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر والدین آدمی کو شرک پر نہیں لگاتے اور کفر پر نہیں لگاتے اور نافرمانی کے کام پر نہیں لگاتے بلکہ فرمانبرداری کے کاموں پر لگاتے ہیں' دین اور شریعت کے مطابق وہ کوئی بات کہہ رہے ہیں' تو پھر ان کی بات مان لے۔ فرمایا ﴿ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ (سورة النساء' آيت:٣٦) ''کہ والدین کے ساتھ احسان کرو' اچھا برتاؤ کرو۔'' تو آدمی اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی کرتا جائے تو ان کے ساتھ یہ کوئی اچھا برتاؤ تو نہیں۔ تو والدین کی بھی اطاعت ہے (مشروط ہی سہی اطاعت تو ہے)

پھر استاد کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے گئے تو ان سے کہنے لگے کہ میں تمہاری بات مانوں گا۔ ﴿ وَ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ۝ ﴾ (سورۃ الکھف' آیت: ۶۹) ''اور جو تم مجھے حکم دو گے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔''

تو استاد کی بھی اطاعت ہے' شاگرد اپنے استاد کی اطاعت کرتا ہے اور استاد کی عبادت اور والدین کی عبادت تو جائز ہی نہیں۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور نہ ہی اللہ کے کسی پیغمبر نے اس کا حکم دیا ہے۔ ان ساری چیزوں کو آدمی ملائے تو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اطاعت اور عبادت دونوں ایک نہیں اور عبادت کی تفسیر اطاعت کرنا صحیح نہیں کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور اطاعت دوسروں کی بھی ہے۔ تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! ہم عبادت تیری کر رہے ہیں تیرے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت ہم نہیں کرتے۔ تو یہاں بات عبادت کی ہو رہی ہے نہ کہ اطاعت کی۔

عبادت کا معنیٰ اگر اَقْصٰی غَایَاتِ الذُّلِّ کیا جائے تو پھر یہ صرف سجدے پر صادق آتی ہے دوسری تمام عبادتیں اس سے نکل جائیں گی: عبادت کا دوسرا معنیٰ ''اَقْصٰی غَایَاتِ الذُّلِّ'' کیا جاتا ہے۔ اور بعض نے ''اَقْصٰی غَایَاتِ الْخُضُوْعِ'' کے ساتھ عبادت کا معنیٰ بیان کیا ہے۔ کہ جھکنے کی جو انتہا ہے اس کا نام عبادت ہے۔ اور یہ ''اَقْصٰی غَایَاتِ الذُّلِّ'' والی حالت سجدہ میں ہوتی ہے۔ کہ سجدے کے اندر اپنا ماتھا بھی زمین پر لگا لیتا ہے۔ تو جو عضو اس کے بدن میں سب سے بلند تھا یعنی چہرہ۔ وہ بھی اس نے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے نیچے تو لیجا ہی نہیں سکتا۔ تو یہ سجدہ جھکنے کی انتہا ہوگئی۔ اگر یہ تعریف کی جائے تو یہ صرف سجدے پر صادق آئے گی جبکہ عبادت صرف سجدہ ہی نہیں بلکہ رکوع بھی عبادت ہے نماز کے اندر قیام بھی عبادت ہے۔ پھر عبادت مالی بھی ہوتی ہے جیسے زکوۃ والی عبادت ہے۔ اس میں کوئی ماتھا زمین پر تو نہیں رکھا جاتا اور بھی عبادات ہیں۔ پھر حج بھی عبادت ہے اور حاجی آدمی جو کام کرتا ہے'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیت اللہ کا طواف کرتا ہے' پھر صفا مروہ کی سعی کرتا ہے' درمیان میں کچھ ذکر واذکار اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے' پھر منیٰ چلا جاتا ہے' وہاں سے عرفات چلا جاتا ہے۔ عرفات سے مزدلفہ اور وہاں سے منیٰ۔ اس کے بعد قربانی کرتا ہے۔ احرام کھولتا ہے' حجامت بنواتا ہے۔ مکہ آ کر طواف کرتا ہے۔ منیٰ جا کر پھر باقی کنکریاں مارتا ہے۔ حج کے اندر یہ ساری چیزیں ہیں تو ''أَقْصىٰ غَايَاتِ الْخُضُوْعِ'' سجدے والی صورت بنتی تھی وہ تو اس کے اندر کوئی بھی نہیں آئی۔ اگر عبادت کی یہ تعریف کر لی جائے تو اس کے ساتھ حج' زکوٰۃ' قیام' رکوع' صدقہ خیرات اور روزہ ساری چیزیں عبادت سے نکل جائیں گی۔ حالانکہ یہ سارے کام عبادت ہیں۔ اب روزے میں کیا ہے؟ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک اس نے کوئی چیز کھانا نہیں' پینا نہیں اور بیوی کے پاس نہیں جانا۔ اور نیت کرنا ہے۔ تو ''أَقْصىٰ غَايَاتِ الْخُضُوْعِ'' والی صورت روزے پر صادق نہیں آتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جھکنے کا معنی مادی اور جسمانی نہ کیا جائے بلکہ روحانی کر لیا جائے یعنی روحانی طور پر عبادت کرنے والا اپنے آپ کو اتنا جھکا ہوا سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنا نیچا سمجھے کہ اور کوئی اتنا ہے ہی نہیں۔ تو پھر یہ تعریف ان مذکورہ چیزوں پر بھی صادق آ جائے گی۔

سجدہ کبھی عبادت ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا اور مذکورہ تعریف کی بنا پر جو سجدہ عبادت نہیں وہ بھی عبادت بنتا ہے: بہرحال بظاہر یہ تعریف صرف سجدے پر ہی صادق آتی ہے۔ پھر سجدے کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ہمیشہ سجدہ بھی عبادت نہیں بنتا۔ بلکہ کسی وقت وہ عبادت ہوتا ہے اور کسی وقت وہ عبادت نہیں ہوتا جیسے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ پھر فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اب یہ سجدہ کوئی عبادت تو نہیں تھا۔ کہ فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی عبادت کا حکم دیا۔ کیونکہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی جائز ہی نہیں۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ اور خود یوسف علیہ السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کا پرچار کرتے رہے ہیں۔ ﴿ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ﴾ (سورۃ یوسف' آیت: ۴۰) ''کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کی عبادت کرو' اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔''

تو یوسف علیہ السلام کو جو ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا ہے اگر وہ عبادت والا سجدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو یوسف علیہ السلام اپنے آپ کو یہ سجدہ کیسے کروا سکتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام بھی اللہ کے پیغمبر ہیں۔ وہ بھی ہمہ وقت یہی تبلیغ کرتے رہے کہ اللہ کی ہی عبادت کرو کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یوسف علیہ السلام ہی کا بیان اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے ﴿ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ (سورۃ یوسف، آیت:۳۸) کہ ہمیں یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بنائیں۔''

تو وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور سجدہ تو قرآن مجید میں آ رہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اور والدین نے سجدہ کیا۔ اور انہوں نے خواب بھی دیکھا تھا کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ سورج، چاند والدین تھے اور گیارہ ستارے بھائی تھے۔ یوسف علیہ السلام نے ان کے سجدہ کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے خواب کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا۔

تو مقصد یہ تھا کہ سجدہ کسی حالت میں عبادت ہوتا ہے اور کسی حالت میں عبادت نہیں ہوتا۔ اگر ہر ہر حالت میں وہ عبادت ہی ہو تو یہ لازم آتا ہے کہ فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا وہ عبادت ہو، اسی طرح یوسف علیہ السلام کو جو والدین اور بھائیوں نے سجدہ کیا تھا وہ بھی عبادت ہو۔ اس سے پھر نعوذ باللہ یہ بات لازم آئے گی کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی عبادت کی تھی۔ تو غیر اللہ کی عبادت کا تو اللہ نے حکم ہی نہیں دیا اور نہ اس کے پیغمبروں نے حکم دیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو برداشت کرتا ہے۔ اس لیے جو سجدہ عبادت ہو گا اس پر مذکورہ تعریف تو صادق آجائے گی تو جو سجدہ عبادت نہیں بلکہ جس کو سجدہ کیا گیا ہے اس کی تعظیم ہی مقصود ہے تو اس مذکورہ تعریف کی رو سے پھر اس کی تعظیم نہیں ہو گی بلکہ اس کی عبادت ہو گی۔ جو کہ بالکل جائز نہیں۔

تو یہ بھی تعریف صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

ہماری شریعت میں سجدہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں: ہاں اتنی بات ہے کہ سجدہ اللہ کے علاوہ دوسرے کے لیے بھی جائز رہا ہے لیکن ہماری شریعت میں اللہ کے [illegible] جائز نہیں [illegible] خواہ وہ سجدۂ عبادت ہے خواہ وہ سجدۂ تعظیم ہے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی سجدہ دوسرے کے لیے جائز نہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو یہ حکم دے دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے (کیونکہ خاوند کا بیوی پر بڑا حق ہے) چونکہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے واسطے سجدہ جائز نہیں اس لیے عورت کو بھی رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝﴾ (سورة حٰمٓ السجدة' آيت: ٣٧) ''کہ سورج کو سجدہ نہ کرو اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے یہ سورج چاند پیدا فرمائے ہیں اگر تم اسی کی ہی عبادت کرتے ہو۔'' تو سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کرو۔ جو ان چیزوں کا خالق ہے۔ تو سجدہ اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے جائز نہیں۔ حرام ہے۔ عبادت بنے یا نہ بنے' دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ ہر سجدہ عبادت کے زمرے میں نہیں آتا۔ تو پتہ چلا کہ یہ تعریف محل نظر ہے۔ جس طرح عبادت کا معنی اطاعت کرنا محل نظر تھا۔

اطاعت اور عبادت کی صحیح تفسیر: تو اطاعت اور عبادت کی صحیح تفسیر کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کی حدیث اور سنت میں کوئی جچے تلے لفظوں میں نہیں آئی اور نہ ہی قرآن مجید میں عبادت کی تفسیر اور تعریف اس طرح آئی ہے جس طرح علماء اپنی کتابوں میں کرتے رہتے ہیں کہ جامع اور مانع تعریف ہو۔

البتہ کچھ چیزیں کتاب وسنت میں ایسی آئی ہیں جن کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ ان کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱/۵/۱۹۹۸) بروز پیر

عبادت اور اطاعت میں فرق

عبادت کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی کہ عبادت کس چیز کا نام ہے اس سلسلے میں بعض اہل علم کی یہ بات سن چکے ہو کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ عبادت اطاعت کا نام ہے۔ مگر واقع کے اندر اطاعت اور عبادت میں فرق ہے۔ ہر عبادت اطاعت نہیں اور ہر طاعت عبادت نہیں۔ مثال کے طور پر مکے والے اللہ کے علاوہ لات' منات' ھبل' عزی اساف اور نائلہ کو پوجتے تھے۔ نوح علیہ السلام کی قوم ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کی پوجا کرتے تھے۔ اب ان چیزوں کی عبادت تو وہ کرتے تھے مگر طاعت نہیں تھی۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ نافرمانی تھی اور گناہ تھا اور شرک تھا تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح طاعت کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جو عبادت کے زمرے میں نہیں آتیں۔ کل کی فرصت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت ہے' والدین کی بھی اطاعت ہے اور اپنے اساتذہ کی بھی اطاعت ہوتی ہے۔ اب یہ اطاعت عبادت کے زمرے میں تو نہیں آتی کہ ان کی اطاعت ان کی عبادت بن جائے۔ تو عبادت کی بعض صورتیں طاعت کے اندر شامل ہیں اور طاعت کی بعض صورتیں عبادت میں شامل ہیں اور بعض صورتیں ایک دوسرے کے اندر شامل نہیں۔ تو یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے کہ طاعت اور عبادت دونوں ایک ہی ہیں بلکہ ان میں فرق ہے۔

اور بعض نے عبادت کی تعریف خضوع اور جھکاؤ کا جو انتہائی درجہ ہے یہ کی ہے یہ حقیقت عبادت کی جو بیان کی گئی ہے صرف سجدے پر صادق آتی ہے۔ دوسری صورتیں اس تعریف سے نکل جاتی ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بعض اہل علم نے عبادت کی حقیقت مَا يَجْمَعُ كَمَالَ "الْمُحَبَّةِ وَالْخُضُوْعِ وَالْخَوْفِ" بیان فرمائی ہے: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں اس تعریف کو نقل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ مطلب ہے کہ اعلیٰ اور کمال درجے کی محبت اور خضوع خشوع اور خوف کو جو چیز جمع کر رہی ہے اس کا نام عبادت ہے۔ وہ عقیدہ ہو' عمل ہو یا قول ہو ان تین چیزوں کے لیے جو چیز جامع بنے گی اس کا نام عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال درجے کی محبت ایسی چیز ہے کہ جس کے بغیر آدمی ایمان والا ہی نہیں بن سکتا: ایمان کی حلاوت اور لذت کمال درجے کی محبت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین چیزیں جس میں موجود ہوں اس نے ایمان کی حلاوت اور لذت کو پا لیا۔ ان تین چیزوں میں ایک چیز رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے ((وَ أَنْ یَّکُوْنَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا)) کہ اس کو سب چیزوں سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَ أَبْنَاءُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ ﴾ (سورۃ التوبۃ' آیت: ٢٤) ''فرمایا کہ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں اور تمہارے خاندان قبیلے' تو میں اور مال جو تم کماتے ہو' تجارت اور کاروبار جس کے خسارے کا تمہیں ہر وقت ڈر لگتا ہے اور یہ رہائش گاہیں جن پر تم بڑے خوش ہو اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے پیغمبر اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے امر کا انتظار کرو۔''

اس آیت کریمہ سے بھی یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ اللہ کے ساتھ محبت' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت اور جہاد کے ساتھ محبت ان چیزوں سے زیادہ ہوگی تو پھر اللہ کے امر و عذاب سے یہ لوگ محفوظ رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ آدمی اعلیٰ درجے کی محبت رکھے تو وہ صحیح ایمان والا بنتا ہے۔

خضوع اور جھکاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہو تو پھر وہ ایمان والا بنتا ہے: اسی طرح خضوع اور جھکاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی ہو تو پھر وہ ایمان والا بنتا ہے اور اس کے اندر عبادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتی ہے ترمذی میں ہے کہ رسول کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرتا ہے تو کیا ملاقات کرتے وقت وہ جھک سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ نہیں (کیونکہ یہ جھکنا اللہ کے واسطے ہے) رسول اللہ ﷺ نے کسی دوسرے کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح مت کرو۔ نماز کے اندر قیام فرض ہے مگر جہاں یہ شبہ پڑے کہ یہ لوگ شاید دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہیں تو اس صورت میں رسول اللہ ﷺ نے قیام سے منع فرمایا۔ صحیح بخاری شریف کے اندر ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے نماز میں کھڑے ہونے کی عدم قدرت کی وجہ سے بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے تو وہ کھڑے ہو گئے کیونکہ وہ معذور نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کے اندر اشارہ کیا "اَنِ اجْلِسُوْا" کہ بیٹھ جاؤ۔" صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کا اشارہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ نماز سے جس وقت آپ ﷺ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے ((اِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا)) "امام کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہا ہے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔" ((وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ)) "جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو" تو رسول اللہ ﷺ نے اس صورت میں منع فرما دیا کہ امام صاحب آگے بیٹھے ہوں پیچھے سارے مقتدی کھڑے ہوں تو چونکہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ امام کی تعظیم ہو رہی ہے، اس لیے آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ پہلے پہلے حکم تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا مگر یہ نسخ والی بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری نماز پڑھائی تھی آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اور پیچھے مقتدی بھی کھڑے تھے۔ اس میں دو امام تھے اور یہ صورت ہی الگ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور آپ کے بالکل بازو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ تو ایسی صورت میں امام بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر ایسی صورت ہو کہ آگے امام اکیلا ہی بیٹھا ہوا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتدی پیچھے کھڑے ہو جائیں تو ایسی صورت میں مقتدی کو بیٹھ کر ہی نماز پڑھنا چاہیے رسول اللہ ﷺ کا یہی حکم ہے۔ پھر اس حدیث سے یہ چیز بھی ثابت ہو رہی ہے کہ نماز کے اندر آدمی اشارہ کر سکتا ہے۔ اور اس کا اشارہ دیکھ کر اگر اس پر دوسرا کوئی عمل کر لے تو اس کی وجہ سے نماز خراب نہیں ہوتی۔ نہ اشارہ کرنے والے کی نماز خراب ہوتی ہے۔ اور نہ اشارہ کو دیکھ کر عمل کرنے والوں کی نماز خراب ہوتی ہے۔ یہ جو بات کی جاتی ہے کہ نماز کے اندر اگر ایسا اشارہ کیا جائے جس سے کچھ سمجھا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی بے بنیاد ہے۔

بہر حال یہ بات ضمناً آ گئی۔ گزارش کر رہا تھا کہ دوسرے کی تعظیم کی خاطر دوسرے کے لیے کھڑے ہونا بھی ٹھیک نہیں۔ تعظیم کی خاطر جھکنا اور کھڑے ہو رہنا یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

ہاں قیام کی ایک صورت درست ہے وہ یہ کہ آدمی باہر سے آ رہا ہے تو تم نے کھڑے ہو کر دو چار قدم استقبال کے لیے جانا ہے تو وہ ٹھیک ہے۔

یا آدمی کوئی آیا ہے اور وہ قابل احترام ہے تو تم نے اٹھ کر کوئی چیز اس سے پکڑنا ہے تو اٹھ کر اس سے وہ چیز پکڑ سکتے ہو۔ یا اٹھ کر معانقہ کرنا ہے وہ بھی کر سکتے ہو۔ ایسی صورت میں قیام درست ہے اور یہ بات کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے تعظیم کے لیے۔ اور جس وقت وہ کہے کہ بیٹھ جاؤ تو پھر بیٹھ جائے شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔ تو گزارش کر رہا تھا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ "مَا يَجْمَعُ كَمَالَ الْمَحَبَّةِ وَالْخُضُوعِ وَالْخَوْفِ" کہ عبادت وہ چیز ہے جو تین چیزوں کی جامع ہو۔ اس کے اندر اعلیٰ درجے کی محبت ہو اور اعلیٰ درجے کا خضوع ہو اور اعلیٰ درجے کا خوف ہو۔ عبادت کرنے والا جس کی عبادت کر رہا ہے اس سے انتہائی خوف رکھتا ہو۔ اور خوف کے اس مرتبے پر پہنچا ہو کہ اس کے آگے خوف کا مرتبہ ہو ہی نہ اس طرح خضوع اور جھکاؤ کے اس مرتبہ پر پہنچا ہو کہ اس کے آگے خضوع اور جھکاؤ کا مرتبہ ہی نہ ہو۔ محبت کے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہو کہ اس پر اوپر محبت کا درجہ کوئی نہ ہو۔ یہ تین چیزیں جمع ہو جائیں تو پھر اس کا نام عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو یہ چیزیں درست ہیں لیکن غیر اللہ کے لیے اس کی محبت اس مقام پر پہنچے جس پر اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس مقام پر خضوع پہنچ جائے جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع ہے اسی طرح کسی سے اتنا خوف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھائے جتنا اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے تو یہ چیز اس کے لیے درست نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۶۵) ''فرمایا کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں اور پھر ان کے ساتھ اتنی محبت کرتے ہیں جتنی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور ایمان والوں کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی سب چیزوں سے زیادہ ہے۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بعض لوگوں کو اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی ان کو اپنے لیڈروں اور پیشواؤں اور بزرگوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اور اگر لیڈر' پیشوا اور جن کے ساتھ عقیدت ہے ان کی بات آجائے تو پھر خون کا آخری قطرہ بہانے تک تیار ہوتے ہیں۔ تو اس قسم کی جو محبت ہوتی ہے یہ عبادت کے درجے میں پہنچ جاتی ہے تو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق عبادت اس چیز کا نام ہے۔ جس کے اندر یہ تین چیزیں کمال درجے کی پائی جائیں۔ وہ عقیدہ ہو خواہ قول ہو خواہ عمل ہو احتیاط پھر بھی اسی میں ہے کہ یہ تفسیر نہ کی جائے کیونکہ اس قسم کی جچی تلی تعریف دو چار لفظوں میں یا ایک دو جملوں میں قرآن مجید اور سنت و حدیث کے اندر نہیں آئی۔ جو قرآن اور سنت و حدیث کا طریقہ ہے وہ یہی ہے کہ کچھ چیزیں بتا دی گئی ہیں کہ یہ عبادت کے زمرے میں آتی ہیں وہ کام اگر اللہ کے علاوہ دوسرے کے لیے کیے جائیں گے تو دوسرے کی عبادت بن جائیں گے۔ ان میں سے ایک چیز دعا ہے۔

دعا عبادت ہے: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (سورۃ المومن' آیت: ۶۰) ''رب تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ تم رب تعالیٰ سے دعا کرو وہ تمہاری دعا کو قبول کرے گا پہلے دعا کا حکم دیا اور اس کی قبولیت کا ذکر کیا بعد میں فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ (ایضاً) کہ جو لوگ اللہ کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں ﴿سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دَاخِرِيْنَ ○﴾ (ایضاً) وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہونگے۔ سیاق وسباق کا تقاضا یہ تھا کہ اس مقام پر دعا کا لفظ بولا جائے کہ جولوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں رب تعالیٰ کو پکارنے سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں وہ جہنم رسید ہوں گے۔ تو دعا والے مقام پر عبادت کا لفظ بولا ہے۔ اشارہ اس طرف فرمایا ہے کہ دعا بھی عبادت ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کے اندر بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں ﴿سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ○ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ○﴾ (سورة مريم' آيات: ٤٧ ـ ٤٨) اپنے باپ کو مخاطب کر کے ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ میں تم سے علیحدگی اختیار کرلوں گا اور اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو اور جن سے دعائیں کرتے ہو ان سے بھی میں علیحدگی اختیار کرلوں گا۔ اور صرف اور صرف اپنے رب تعالیٰ کو پکاروں گا اور اسی سے دعا کروں گا۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ﴾ (ایضاً آیت: ٤٩) ابراہیم علیہ السلام نے جب فی الواقع ان سے اور اللہ کے علاوہ جن کی وہ عبادت کرتے تھے ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ تو پہلے ﴿تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ (ایضاً' آیت: ٤٨) بولا ہے اور اب اس کی جگہ ﴿وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ (ایضاً' آیت: ٤٩) اللہ تعالیٰ نے لفظ استعمال کیا ہے یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے تو ہم نے اسحٰق و یعقوب اس کو عطا کردیے (ہجرت کے بعد) تو ان آیتوں سے بھی یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ کسی سے دعا کرنا یہ اس کی عبادت ہے۔ کیونکہ دعا کی جگہ عبادت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے بولا ہے۔

چھبیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ○ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ○﴾ (سورة الأحقاف' آيات: ٥ ـ ٦) ”فرمایا کہ اس انسان سے زیادہ کون گیا گزرا اور (بھرا ند) ہوسکتا ہے جو اللہ کے علاوہ ان کو پکار رہا ہے اور ان سے دعائیں کر رہا ہے جو قیامت کے دن تک ان کی پکار کو قبول ہی نہیں کرتے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی دعا و پکار سے وہ غافل ہیں۔'' (قبول کرنا تو بعد کا مرتبہ ہے فرمایا کہ ان کی دعا و پکار سے وہ ہیں ہی غافل) ﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝﴾ (سورۃ الفاطر' آیت: ١٤) فرمایا کہ اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جارہا ہے اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار و دعا کو وہ سنتے ہی نہیں تو بالفرض وہ سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے اور قیامت والے دن تمہارے اس شرک کا وہ انکار کر دیں گے۔ کہ یہ ہماری کوئی پوجا نہیں کرتے تھے۔'' ﴿مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝﴾ (سورۃ القصص' آیت: ٦٣) ﴿مَا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝﴾ (سورۃ یونس' ایت: ٢٨)

تو اس مقام پر بھی اللہ نے لفظ عبادت کا بولا ہے۔ فرمایا ﴿وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝﴾ (سورۃ الأحقاف' آیت: ٦) ''فرمایا یہ لوگ ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔'' یہ آیتیں کہ جن میں دعا کی جگہ عبادت کا لفظ بولا گیا ہے اسطرف توجہ دلا رہی ہیں کہ یہ دعا و پکار عبادت کے زمرے میں داخل ہے ترمذی شریف میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ) دعا و پکار عبادت ہے۔ جس سے دعا کی جائے گی جس کو مشکل وقت اور سخت وقت میں مافوق الاسباب پکارا جائے گا تو یہ اس کی عبادت اور اس کی پوجا بن جائے گی۔

''مَافَوْقَ الْاَسْبَاب'' کسی کو پکارنا شرک ہے: تو رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً اس چیز کو بیان فرما دیا جس کو قرآن مجید نے اشارے اور مفہوم کے انداز میں سمجھایا تھا۔ تو دعا و پکار چونکہ عبادت کے زمرے میں آتے ہیں اس لیے یہ اللہ تعالیٰ سے ہی کی جائے گی۔ اللہ کے علاوہ دوسروں سے کوئی دعا کرے مثلاً کسی قبر والے سے یا کسی اور سے تو یہ اس کی پوجا بن جائے گی۔ تو اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت اور پوجا شرک ہے اور ناجائز ہے۔ اور یہ دعا و پکار بھی شرک اور ناجائز ہے کیونکہ غیر اللہ سے دعا و پکار یہ اس کی عبادت ہے۔ اس لیے جب بھی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے ہی کرے۔

قرآن مجید کے اندر انبیاء کرام کی دعائیں پڑھتے ہو۔ نبی کریم ﷺ کی دعائیں حدیث وسنت کے اندر موجود ہیں۔ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکار رہے ہیں۔ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا﴾ یا اللہ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے ہمارے پروردگار! ہمارا فلاں کام کر دے۔ ہمارے گناہ بخش دے۔ وہ رب تعالیٰ ہی کو پکار رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دعا کے اندر کسی کا وسیلہ طفیل اور کسی کا صدقہ یہ بھی کہیں نہیں آیا۔ قرآن مجید اور حدیث و سنت کے اندر جو دعائیں آئی ہیں ساری پڑھ جائیں ان کے اندر "رَبَّنَا" آرہا ہے یا "اَللّٰهُمَّ" آرہا ہے یا "رَبُّ النَّاسِ" آرہا ہے اس قسم کے الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی ہے۔

تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے زمرے میں جو جو چیزیں آرہی ہیں ان میں سے ایک چیز دعا اور پکار ہے۔ مشکل اور آڑے وقت میں مَافَوْقَ الْاَسْبَاب کسی سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا اور اس کو پکارنا اور اس سے دعا کرنا یہ اس کی عبادت کے زمرے میں آئے گا۔ اللہ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲/۵/۱۹۹۸) بروز منگل

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ والی روایت صحیح نہیں

سورۃ الفاتحہ کی پانچویں آیت ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝﴾ کی تفسیر وتشریح ہورہی تھی اس ضمن میں عبادت کا مسئلہ بیان ہورہا تھا کہ عبادت کی بہت ساری صورتیں ہیں اور ان میں سے ایک صورت کے متعلق بیان کیا جاچکا ہے کہ دعا کرنا' کسی کو پکارنا آڑے وقت اور مشکل وقت میں مافوق الاسباب چیزوں میں یہ بھی اس کی عبادت ہے اور پوجا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا صریح فرمان بھی پیش کیا گیا کہ (اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ) دعا وپکار عبادت ہے۔ یہ حدیث رسول عام لوگوں میں (اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ) لفظوں کے ساتھ گردش کرتی رہتی ہے۔ مگر یہ لفظ صحیح نہیں۔ بلکہ "هُوَ الْعِبَادَةُ" کے لفظ درست ہیں اور مُخُّ والے لفظ رسول اللہ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔

ہاتھ اٹھائے بغیر بھی دعا ہوجاتی ہے: پھر عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اتنی دیر تک دعا نہیں ہوتی جتنی دیر تک ہاتھ اس طرح نہ کیے جائیں (یعنی اٹھائے نہ جائیں) لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ دعا ہوتی ہی نہیں۔ عام لوگ تو ایک طرف رہے' اچھے بھلے' پڑھے لکھے' عام قسم کے لوگ بھی' کئی یہ ذہن رکھتے ہیں کہ جتنی دیر تک ہاتھ نہ اٹھائے جائیں' تو دعا ہوتی ہی نہیں۔ مگر یہ بات کتاب وسنت کی روشنی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ آدمی ہاتھ نہ بھی اٹھائے تو دعا پھر بھی ہوجاتی ہے۔ اور بہت ساری دعائیں ایسی ہیں کہ ہاتھ اٹھائے بغیر کی جاتی ہیں۔ آدمی وضوء کرتا ہے اور فارغ ہوکر کلمہ شہادت ((أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) پڑھتا ہے اس کے بعد ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ)) دعا پڑھتا ہے۔ اور ہاتھ کوئی بھی نہیں اٹھاتا۔ تو یہ دعا ہے اور ہاتھ اٹھانے کے بغیر ہوگئی۔ مسجد کے اندر داخل ہونے والا دعا کرتا ہے ((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَحْمَتِک))ہاتھ نہیں اٹھاتا اور دعا یہ بھی ہو جاتی ہے۔اسی طرح مسجد سے نکلتا ہے تو یہ دعا کرتا ہے ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ))اور ہاتھ کوئی نہیں اٹھاتا۔ بلکہ نماز کے اندر بہت ساری دعائیں ہیں۔تکبیر تحریمہ کے بعد شروع میں ہی ﴿اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ دعا پڑھتا ہے اور ہاتھ کوئی نہیں اٹھاتا۔ بلکہ ہاتھ باندھے ہوتے ہیں۔ رکوع کے اندر دعا ہے سجدے کے اندر دعا ہے۔تشہد کے اندر دعا ہے۔ اور نمازی یہ ساری دعائیں پڑھتا ہے۔ مگر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ رکوع میں اور سجدوں میں ((سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ))تسبیح اور دعا پڑھتا ہے۔ اسی طرح دوسجدوں کے درمیان دعا ہے۔

تو دعا ہاتھ اٹھائے بغیر بھی ہو جاتی ہے۔ یہ ہاتھ اٹھانے دعا کا نہ حصہ ہیں' نہ جزء ہیں' نہ رکن ہیں اور نہ ہی دعا کے واسطے یہ شرط ہیں۔جس طرح رکوع اور سجدہ مثلاً نماز کا حصہ ہیں اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی دعا کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کا تعلق اس طرح نہیں' جس طرح رکوع وسجود کا نماز کے ساتھ تعلق ہے۔یعنی جزء' حصے اور رکن والا تعلق نہیں۔

اسی طرح شرط والا تعلق بھی نہیں مثلاً وضوء نماز کے لیے شرط ہے بغیر وضوء کے نماز نہیں ہوگی۔تو دعا کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کا تعلق اس طرح بھی نہیں جو وضوء کا تعلق نماز کے ساتھ ہے۔ کہ ہاتھ اٹھانا دعاء کے لیے شرط ہو۔اور بغیر ہاتھ اٹھائے دعا نہ ہو ایسی کوئی حدیث' رسول اللہ ﷺ کی نہیں اور نہ ہی اس قسم کی کوئی آیت ہے کہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا نہیں۔مگر یہ عام ذہن بن گیا ہے کہ جتنی دیر تک ہاتھ نہ اٹھائے جائیں سمجھا جاتا ہے کہ دعا کی ہی نہیں گئی۔ اور اگر ہاتھ اٹھا لو اور زبان سے ایک حرف بھی نہ کہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز طلب کرو۔ صرف تھوڑی دیر ہاتھ اٹھا کر پھر منہ پر پھیر دو لوگ سمجھ لیں گے کہ دعا ہو گئی ہے۔

تو اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ ہاتھ اٹھائے بغیر بھی دعا ہو جاتی ہے۔مکہ والے جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارتے تھے تو ان کے سامنے وہ کوئی ہاتھ تو نہیں اٹھاتے تھے۔صرف ان سے دعائیں کرتے تھے اور مانگتے تھے۔ اس کو بھی دعا کہا گیا ہے۔اور اس کو غیر اللہ کی عبادت بنایا گیا ہے۔اور مشرک ان کو قرار دیا گیا ہے اسی طرح انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھر سے نکلتا ہے تو دعا کرتا ہے' واپس آ کر گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس وقت بھی دعا کرتا ہے۔ بیت الخلاء کے اندر جاتا ہے تو دعا کرتا ہے' جب وہاں سے نکلتا ہے تو دعا کرتا ہے۔ سوتے وقت دعا کرتا ہے۔ فجر کے وقت اٹھ کر دعا کرتا ہے۔ جگہ جگہ اسلام نے دعائیں سکھائی ہیں تو ان سارے مقاموں میں کوئی ہاتھ اٹھاتا ہے؟

ہاں جن جن مقاموں پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے ہیں وہاں آدمی ہاتھ اٹھالے۔ مثلاً بارش کی دعا رسول اللہ ﷺ نے کی تو ہاتھ اٹھالیے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے مطالبہ کیا اور ایک صحابی کے لیے بھی دعا کے لیے مطالبہ کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ یہ بھی اپنے مقام پر ٹھیک ہے اور حدیث صحیح ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ اور یہ حدیث بھی حسن لغیرہ کے درجے تک پہنچتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تو منہ پر پھیرنے سے پہلے ہاتھوں کو نیچے نہیں کرتے تھے۔ منہ پر پھیرتے تھے۔ تو ہاتھ اٹھانا وقتاً فوقتاً دعا کے لیے درست ہے' ہاتھ اٹھا کر دعا آدمی کر سکتا ہے۔ حرج اس میں کوئی نہیں۔ اس کو دعا کے آداب میں شامل کر سکتے ہیں۔ تو بات یہ ضمناً آ گئی اصل مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ دعا عبادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)

اللہ اور اس کے رسول کی مقابلے میں کسی کی اطاعت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے:

عبادت کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے انداز میں کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے کہ اس کے مقابلے میں کسی کی بات سنی ہی نہ جائے حتیٰ کہ اللہ کی بات آ جائے اور رسول اللہ ﷺ کی بات آ جائے تو اس کی بھی پرواہ نہ کی جائے۔

مستقل طور پر کسی کو مطاع سمجھ لیا جائے یعنی بالاستقلال کسی کی اطاعت کی جائے۔ ایسے طریقے پر کہ اس کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے فرمان کی بھی پرواہ نہ کی جائے۔ تو یہ اطاعت اس کی عبادت بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام اپنی قوموں کو آ کر تبلیغ کرتے۔ تو وہ لوگ ﴿ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ۝ ﴾ سورۃ الزخرف آیت: ۲۳ کے ساتھ جواب دیتے۔ کہ ہمارے آباواجداد ایک مذہب اور طریقے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تھے اور ہم نے اپنے آباء واجداد کے نقوش پاء پر چلنا ہے۔ ان کی اقتدا کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے آباء واجداد کے مقابلے پر ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۱۰۴) ''کہ جس وقت ان کو کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو وہ آگے سے جواب دیتے کہ ہمارے لیے وہی چیز کافی ہے جس پر ہم نے آباء واجداد کو پایا ہے۔''

کافی ہونے سے اشارہ ادھر تھا کہ تمہاری بات پر ہم عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ﴿مَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ (ایضاً) پر ہم اپنا عقیدہ بنانے کے لیے تیار نہیں اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے واسطے آباء واجداد کا طریقہ ہی کافی ہے۔ ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۷۰) ''کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مَا أَنزَلَ اللَّهُ کی پیروی کرو تو وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے ہم اس کی ہی پیروی کریں گے۔'' ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۱۰۴) ''فرمایا کہ جس وقت ان کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ مَا أَنزَلَ اللَّهُ کی طرف آؤ اور رسول کریم ﷺ کی طرف آؤ ان کی بات کو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ تو جواب یہ دیتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ کافی ہے جس پر ہم نے آباء واجداد کو پایا ہے۔ تو اس قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اگر کسی کی کوئی کرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کے فرمان کو بھی اس کے مقابلے میں' آباء واجداد کے مقابلے میں یا اپنے کسی لیڈر اور پیشوا کے مقابلے میں ہیچ سمجھا جائے اور پرواہ ہی نہ کی جائے یہ ان کی عبادت بن جاتی ہے۔

ان آیتوں کے اندر عبادت کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی شرک کا لفظ آیا ہے۔ ہاں دوسری ایک آیت کے اندر عبادت اور شرک دونوں کا لفظ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○﴾ (سورۃ التوبۃ' آیت:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) ''فرمایا ان لوگوں نے اپنے عالموں اور بزرگوں کو رب تعالیٰ کے علاوہ رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی رب بنالیا ہے۔ فرمایا کہ حکم ان کو صرف اور صرف یہی تھا کہ یہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔'' دیکھو پہلے یہ فرمایا کہ انہوں نے اپنے عالموں اور بزرگوں کو رب بنالیا ہے اور مسیح علیہ السلام کو انہوں نے رب بنالیا ہے حالانکہ حکم ان کو یہ تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ تو پتہ چلا کہ اپنے عالموں اور بزرگوں اور مسیح کو انہوں نے رب بنالیا الٰہ بنالیا تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی پوجا انہوں نے شروع کر دی۔ اب وہ کیا پوجا کرتے تھے وہ یہ کہ ان کی بات کو حرفِ آخر قرار دیتے تھے۔ ان کی بات کے مقابلے میں اپنے پیغمبروں کی بات بھی چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوا تھا ان کو بھی چھوڑ دیتے تھے۔ اس کی مثال! تورات کے اندر رجم کا مسئلہ موجود تھا۔ کہ شادی شدہ مرد عورت بدکاری کریں تو دونوں کو پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے۔ مگر ان کے علماء نے اور بزرگوں نے اس رجم والی سزا کی جگہ منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر گلی کوچے میں پھیرلو یہ سزا مقرر کر لی۔ اب انہوں نے یہ سزا اپنالی اور رجم والی سزا کو ترک کر دیا۔

دوسرے لفظوں میں اس طرح سمجھ لو کہ قومی اسمبلی نے جو کچھ پاس کیا وہ انہوں نے مان لیا اور جو اصول اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے تھے ان اصولوں کو چھوڑ دیا۔ اس انداز میں وہ اپنے علماء کے پیچھے لگ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارہ میں فرمایا کہ یہ انہوں نے ان کو رب بنالیا ہے اور انہوں نے ان کی پوجا کی۔ حالانکہ حکم ان کو صرف اور صرف یہ تھا کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ فرمایا﴿ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (ایضاً) ''کہ اللہ تعالیٰ بے عیب ہے ہر قسم کے عیوب سے منزہ ہے اور جو کچھ یہ شرک کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا ہے۔''

تو پتہ یہ چلا کہ ایسے انداز میں کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی جائے کہ اس کے مقابلے میں قرآن کی آیت' رسول کریم ﷺ کی حدیث بھی ترک ہو جائے' تو یہ پوجا اور عبادت کے اندر شامل ہے۔

بالاستقلال اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے باقی سب کی اطاعت مشروط ہے: اس قسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بالاستقلال اطاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اللہ کی بات کے سامنے باقی ہر ایک کی بات چھوڑی جا سکتی ہے۔ مگر اللہ کی بات نہیں چھوڑی جا سکتی۔ تو کوئی کسی کی بالاستقلال اطاعت کرے تو یہ اس کی عبادت بن جاتی ہے۔ اور یہ شان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کے جو پیغمبر ہیں ان کی اطاعت کا قرآن مجید میں حکم ہے مگر ساتھ فرمایا ہے ﴿بِـاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الرعد' آیت:۳۸) ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ٦٤) ''جو بھی پیغمبر اور رسول ہم نے بھیجا ہے تو اس لیے کہ اللہ کے حکم اور اس کے اذن سے ان کی اطاعت کی جائے۔'' اور نبی کریم ﷺ یا جو بھی اللہ کا پیغمبر آیا ہے تو وہ دین کی جو بھی بات کرتے رہے ہیں وہ اپنی خواہش کے ساتھ نہیں کرتے رہے۔ اللہ کی بات کرتے رہے ہے۔ وہ اپنی بات نہیں کرتے۔ جس وقت بھی انہوں نے اپنی بات کی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی یا اس کی تائید کر دی تو وہ بات اللہ تعالیٰ کی بن گئی اور اگر تائید نہیں کی تو وہ بات ختم ہوگئی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں شہد نہیں پیوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (سورۃ التحریم' آیت:۱) ''اللہ تعالیٰ نے یہ شہد حلال کیا ہے تو تم کیوں کہتے ہو کہ میں نہیں پیوں گا۔''

تو انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ فرمایا ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ۸۰) ''اور وہ بھی اللہ کے حکم اور اذن کے ساتھ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہیں۔''

اسی طرح اولی الامر' والدین اور استاد کی اطاعت بالاستقلال نہیں جب اللہ اور اس کے پیغمبر کے ساتھ ان کی بات ٹکرا جائے گی تو پھر مقدم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ہوگی۔ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (سورۃ النساء' آیت:۵۹) ''کہ اگر کسی شے میں تمہارا تنازع ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی طرف رد کر دو۔'' ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○﴾ (سورۃ الحجرات' آیت:۱) ''فرمایا اے ایمان والو! کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ سے آگے نہ بڑھو ان کے سامنے تقدیم سے کام نہ لو۔'' تو تقدیم کی یہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت ہے کہ اپنی بات کو یا اپنے لیڈر اور راہنما کی بات کو اللہ تعالیٰ یا اس کے پیغمبر کی بات سے مقدم سمجھا جائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے اندر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا یہ اقرار کرتا ہے اور اپنی عبادت اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور اس عبادت کے اندر دعا و پکار بھی شامل ہے اور کسی کی مستقل اطاعت بھی شامل ہے۔

آڑے وقت اور مشکل وقت میں یا اللہ تعالیٰ! تجھے ہی پکارتے ہیں اور مستقل مطاع بھی صرف یا اللہ! تجھ کو ہی سمجھتے ہیں۔ اللہ کی بات کے سوا کسی کی بات کو مقدم نہیں سمجھتے۔ نہ ہی اپنی بات کو اور نہ ہی کسی اور کی بات کو مقدم سمجھتے ہیں۔ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کے اندر یہ چیزیں بھی شامل ہیں۔ اور بھی عبادت کی صورتیں ہیں ان شاء اللہ آئندہ وہ بیان کی جائیں گی۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۳/۵/۱۹۹۸) بروز بدھ

ہر حال میں انسان اللہ کا محتاج ہے

انسان کی تین حالتیں ہیں ماضی' حال اور استقبال والی حالتیں۔ ان تینوں حالتوں میں انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ چنانچہ ماضی والی حالت میں یہ مٹی تھا پھر پانی کی گندی بوند تھا۔ پھر جما ہوا خون تھا۔ پھر گوشت کی بوٹی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ہڈیاں پیدا فرمائیں۔ پھر اس کے اندر جان ڈالی اور اس کے بعد دنیا میں آ گیا۔

اور ظاہر بات ہے کہ ماضی والی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اس کے بس اور اختیار میں کوئی بھی چیز نہیں۔

دنیا میں آنے کے بعد زمانہ حال میں بھی یہ اللہ تعالیٰ کا ہی محتاج ہے۔ اپنی بقاء اور خوراک میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ کام کاج کر سکتا ہے۔ مگر اصل اختیارات اللہ کے پاس ہیں۔ وہ چاہے تو اچھے بھلے کام کاج کرنے والے سے قوت ہی سلب کر لے۔ اس کے حواس ہی سلب کر لے۔ وہ سوچ' سمجھ اور بصیرت سے تہی دست ہو جائے۔ تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اسے یہ قوت دے دی ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہی محتاج ہے۔

اور استقبال میں جب یہ فوت ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لیے پیش ہو جائے گا تو پھر تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کا محتاج۔ ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ○﴾ (سورة الفاطر' آيت:١٥) ''فرمایا اے لوگو اور انسانو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے' غنی ہے۔'' وہ کسی کا محتاج نہیں اور تمام حمد و ثناء کا مالک وہی ہے۔ تو جب انسان تینوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جاتا ہے جب وہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○﴾ پڑھتا ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○﴾ پڑھتا ہے کہ وہ رحمٰن رحیم ہے اور ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کی نعمتیں اس کو اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے۔ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝﴾ پڑھتا ہے کہ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ آخرت کے دن کا ملک وہی ہے کوئی اس دن ملک نہیں ہوگا اور نہ مالک ہوگا وہ وحدہ لاشریک' اس دن کا بھی مالک ہے۔ تو اپنی تینوں حالتوں میں اللہ کا محتاج ہونے کو انسان بخوبی سمجھ جاتا ہے۔ تو بلا ساختہ اس کی زبان پر یہ الفاظ آ جاتے ہیں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کہ یا اللہ! جب ہر حالت میں ہم تیرے محتاج ہیں ہمارے اختیار میں کوئی چیز نہیں تو پھر عبادت ہم تیری ہی کرتے ہیں تیرے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ مختص ہونے کو ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ'' کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اسی طرح اپنی محتاجی کو ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے لفظوں کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ کہ تجھ سے ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ہر حالت اور ہر وقت ہم تیرے ہی محتاج ہیں۔

کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ مجھے اللہ کے عذاب اور غضب سے چھڑا لے گا اور میری سفارش کرے گا خواہ اس کو اللہ کی طرف سے اجازت ملے یا نہ ملے تو یہ بھی اس کی عبادت ہے: تو عبادت کا ذکر ہو رہا تھا کہ عبادت کیا چیز ہے؟ اس سلسلے میں بہت ساری چیزیں بیان ہو چکی ہیں عبادت کی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی اصل سفارش کرنے والا سمجھے۔ اور ہمہ قسم کی سفارش اللہ تعالیٰ کے اختیار میں سمجھے۔ باقی جو اللہ کے علاوہ دوسرے ہیں پیغمبر' بزرگ' صالح لوگ اور فرشتے وغیرہ اگر سفارش کریں گے تو اللہ کی اجازت کے ساتھ سفارش کریں گے۔ فرمایا ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۵۵) ''کہ کون ہے جو اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔'' فرمایا کہ ایسا کوئی بھی نہیں جو بغیر اس کی اجازت کے کسی کی سفارش کر سکے۔

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضٰى ۝﴾ (سورۃ النجم' آیت:۲۶) ''فرمایا آسمانوں کے اندر کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ بھی کفایت نہیں کر سکتی جتنی دیر تک اللہ کی طرف سے ان کو اجازت نہ ملے۔'' اسی طرح انبیاء کرام اور دوسرے لوگوں کو اللہ کی اجازت ملے گی تو سفارش کریں گے تو کسی کے متعلق کوئی سمجھنا شروع کر دے کہ یہ میری سفارش کرے گا اور اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غضب اور عذاب سے مجھے چھڑا لے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجازت ملے خواہ نہ ملے۔ تو یہ اس کو اللہ کا شریک بنانے والی بات ہے۔ اور یہ اس کو الٰہ سمجھنے والی بات ہے اور اس کی یہ عبادت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ﴾ (سورۃ یونس' آیت: ۱۸) ''فرمایا کہ اللہ کے علاوہ ان کی یہ عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' اللہ نے ان کا اپنے شریکوں کو سفارشی سمجھنا عبادت قرار دیا ہے۔ فرمایا ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ (سورۃ الزمر' آیت: ٤٤) ''کہ جتنی سفارش ہے وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا۔'' کچھ لوگ ایسے پائے گئے ہیں جنہوں نے پیری فقیری کا لبادہ اوڑھا ہے اور اپنے مریدوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں کہ تمہیں نمازیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ روزے رکھنے اور حج کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح زکوٰۃ صدقات کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ تم نے ہماری بیعت کر لی ہے۔ ہم تمہیں چھڑا لیں گے۔ اور مرید بھی ایسے ہیں کہ ان کی باتوں میں آ کر واقعی عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

تو اس قسم کے نظریات دراصل اللہ کے علاوہ دوسروں کو الٰہ بنانے کے مترادف ہیں۔ اور یہ ان کی عبادت ہے اور یہ چیز شرک کے زمرے میں آتی ہے۔

نبی ﷺ بھی اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گی: اللہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مقام اور وقار کس کا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اگر اللہ کے علاوہ کسی کو خلیل بنانا ہوتا (لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا) تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ (وَلٰكِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ اللّٰهِ) لیکن میں اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوں۔ میں نے اللہ کو ہی خلیل بنایا ہے۔ کتنا مقام ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے خاص الخاص اور قریبی رشتے داروں فاطمہ رضی اللہ عنہا' عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ' صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا' اپنی پھوپھی کو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں عمل کر لو۔ (لَآ أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا) کہ اللہ کے پاس میں تم سے کسی قسم کی کچھ بھی کفایت نہیں کرسکوں گا۔ تو اب دوسرا کون ہے؟ جو اپنے مریدوں اور رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹکارا دلائے۔ یہ سفارش ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی ہوگی۔

رسول کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش کریں گے۔ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا ایسی ایسی حمد وثناء کروں گا جو اس وقت ہی اللہ تعالیٰ میرے دل میں القاء فرمائیں گے۔ پھر مجھے حکم ہوگا کہ سر اٹھاؤ اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور میں سمجھنا اس کی عبادت ہے: عبادت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے میں سمجھنا شروع کر دے تو یہ اس کی عبادت ہوگی۔ مثال کے طور پر حیات ذاتی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کہ ازل سے اللہ حی ہے اور ابد تک اللہ نے حی رہنا ہے۔ فرمایا ﴿ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ ﴾ (سورۃ الفرقان' آیت:۵۸) ''کہ اس پر موت ہے ہی نہیں۔'' موت تو بعد کی بات ہے نیند اور اونگھ سے بھی اللہ تعالیٰ منزہ اور مبرا ہیں۔ فرمایا ﴿ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۵۵) ''کہ اللہ پر نہ اونگھ طاری ہوتی ہے اور نہ ہی نیند طاری ہوتی ہے۔'' اب یہ صفت' آدمی کسی اور میں سمجھنا شروع کر دے کہ اس کی زندگی بھی ازلی اور ابدی ہے اور موت اس پر بھی نہیں آئے گی۔ تو یہ اس کی پوجا اور عبادت ہو جائے گی۔ اور اس کو یہ انسان وصف حیات کے اندر اللہ کا شریک سمجھ رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب فوت ہوئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہنا شروع کر دیا کہ نبی کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زمین سُنُخ مقام میں تھے جب ان کو پتہ چلا تو تشریف لائے مسجد کے اندر لوگوں کی حالت بھی دیکھی اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حالت بھی دیکھی رسول کریم ﷺ کے کمرے میں گئے تو دیکھا کہ واقعی آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ فرمانے لگے کہ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھی تھی وہ موت آپ ﷺ پر آ گئی ہے۔ اور دو موتیں اللہ تعالیٰ آپ کو نہیں دے گا۔ مسجد کے اندر تشریف لائے۔ دوسری جانب عمر رضی اللہ عنہ کسی کی بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر خطاب شروع کر دیا۔ سارے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی متوجہ ہو گئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیتیں سنائیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو سمجھایا فرمایا ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ ﴾(سورۃ آل عمران' آیت:۱۴۴) پھر دوسری آیت تلاوت فرمائی ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ﴾(سورۃ الزمر' آیت:۳۰) کہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور آپ کے جو مخالف ہیں وہ بھی فوت ہونے والے ہیں۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○ ﴾(ایضاً' آیت:۳۱) پھر قیامت والے دن رب تعالیٰ کے پاس جھگڑا ہوگا اور اللہ تعالیٰ وہاں عدل و انصاف فرمائیں گے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اس کا امتیاز ہو جائے گا۔ جس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی بات کی سمجھ آ گئی۔ اور یقین ہو گیا کہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ فرماتے ہیں " وَتَيَقَّنْتُ اَنَّهُ قَدْمَاتَ "

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے تھے ﴿ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ ﴾ "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتے تھے وہ یقین جان لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور موت ان پر آ چکی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے تو ان کو یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حی ہے زندہ اس پر موت آنا ہی نہیں۔ اور نہ موت کبھی آئی ہے اور نہ موت کبھی آئے گی۔ ﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾ (سورۃ القصص' آیت:۸۸) دوسرے مقام میں یوں فرمایا ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ ﴾(سورۃ الرحمن' آیات:۲۶-۲۸) تو جو لوگ یہ عقیدہ اور یہ نظریہ رکھنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت نہیں۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ والی تھی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھنا شروع کر دی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرار دیا کہ یہ ان کی عبادت کر رہے ہیں۔ "مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم" تو اس قسم کا عقیدہ رکھنا کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں وہ کسی اور میں موجود ہیں تو یہ اس کی عبادت ہے اور یہ اس کو الٰہ سمجھ رہا ہے۔ تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کے اندر اعتراف کرتا ہے کہ جتنی صفات اللہ تعالیٰ کی اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مختص ہیں واقعی اور حقیقت میں ان کو میں اللہ کے ساتھ مختص سمجھتا ہوں۔ اور اسی کی عبادت کرتا ہوں اور ان صفات میں سے کسی دوسرے میں کوئی صفت بھی نہیں سمجھتا۔ تو جو سمجھے گا وہ دوسروں کی عبادت کرنے والا بن جائے گا۔

کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدبر اور متصرف سمجھنا اس کی عبادت ہے:

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کائنات کے اندر تدبیر اور تصرف ہے یہ کوئی کسی اور کے اندر سمجھے تو وہ بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو الٰہ بنا رہا ہے اور دوسروں کی عبادت کر رہا ہے۔ بے شک اپنی جگہ وہ یہی سمجھے کہ میں ان کا مقام پہچان رہا ہوں اور میں ان کی تعظیم کر رہا ہوں' حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کر رہا ہے۔ چنانچہ کائنات کے اندر تدبیر وتصرف کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے اور جو مکہ کے مشرک تھے' ان کے اس اعتراف کو ذکر کیا کہ واقعی وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کے اندر تدبیر اور تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ زندہ کرنا' مارنا' امر کی تدبیر کرنا' کانوں کا مالک ہونا' آنکھوں کا مالک ہونا وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں آسمان وزمین کی ملکوت ہے۔ اور وہ پناہ دیتا ہے' اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح کی ساری وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں وہ ذکر فرما کر اور ان کا اعتراف نقل کر کے فرمایا ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود اور الٰہ بھی نہیں۔'' تو اشارہ ادھر فرمایا کہ لوگوں نے جو تدبیر اور تصرف دوسروں کے سپرد کر دیا ہے یہ انہوں نے اللہ کے ساتھ الٰہ بنا لیا ہے۔ وہ ۳۶۰ بت جو انہوں نے خانہ کعبہ میں رکھے تھے ان کو بھی وہ سمجھتے تھے کہ ان کو بھی کچھ اختیار ہے۔ اگرچہ عطائی اختیار ہے۔ اس طرح کہا کرتے تھے ﴿لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ ''یا اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں ہاں وہ شریک ہیں جن کا مالک تو ہے اور ان کے جو اختیارات ہیں ان کا بھی تو مالک ہے' تو نے ہی ان کو عطا کیے ہیں۔'' تو وہ ان چیزوں کو عطا کردہ ہی سمجھتے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کو اللہ کے ساتھ الٰہ بنا رہے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رہے ہیں۔ سورۃ یونس میں بھی اللہ نے اپنے تصرف اور تدبیر کا تذکرہ کر کے فرمایا ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاعْبُدُوْہُ﴾ (سورۃ یونس' آیت:۳) ''یہ اللہ تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو۔''

پتہ چلا کہ کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدبر اور متصرف سمجھنا یہ ان کو الٰہ اور معبود بنانے والی بات ہے۔

جس طرح آج کل بھی بعض لوگ بڑے معصومانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ۳۶۰ بزرگ ہیں جو اس کائنات کا نظام چلا رہے ہیں۔ اصل میں یہ ذہنیت مکے والوں کی ہی ذہنیت ہے۔ انہوں نے بھی ۳۶۰ بت بنائے تھے۔ اور بت بھی نیکوں اور پیغمبروں کے بنائے ہوئے تھے۔ یہ نہیں کہ انہوں نے گول مول پتھروں کی پوجا شروع کر دی تھی۔ بلکہ باقاعدہ شکل اس کی بناتے تھے۔ اگر صرف پتھروں کو پوجنا ہوتا تو پھر شکل بنانے کی کونسی ضرورت تھی۔ دراصل جس کی شکل وصورت پر وہ بت بناتے تو اس کو مدبر اور متصرف سمجھتے اور اس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی دوسرے کو تدبر و تصرف کا مالک سمجھنا یہ اس کی عبادت ہے اور اس کی پوجا ہے خواہ عطائی طور پر ہی اس کو مدبر و متصرف سمجھے۔ تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ جب کہتا ہے تو اعتراف کرتا ہے کہ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کائنات کے اندر یہ تدبیر اور تصرف والا معاملہ تیرے ساتھ ہی مختص ہے اور ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ یہ سارا نظام تو ہی چلا رہا ہے اور کوئی اس نظام کو چلانے والا نہیں۔

تو اگر کسی دوسرے کو بھی اس نظام کا مدبر و متصرف سمجھے تو وہ عبادت کو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ مختص نہیں سمجھ رہا بلکہ وہ دوسروں کی بھی عبادت کر رہا ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۱۴) بروز جمعرات

www.KitaboSunnat.com

کسی کو اللہ کا بیٹا، بیٹی، یا اللہ ہی سمجھنا اس کی عبادت ہے

عبادت کی متعدد صورتیں بیان ہو رہی تھیں کئی صورتیں بیان ہو چکی ہیں۔ مزید عبادت کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لیا جائے، بیٹی سمجھ لیا جائے۔ یا کسی کو اللہ ہی سمجھ لیا جائے۔ تو یہ بھی اس کی عبادت اور پوجا ہے۔ چنانچہ بہت سارے لوگوں میں یہ بیماری پائی جاتی تھی۔ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نصرانیوں میں بھی بہت سارے لوگ تھے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝﴾ (سورۃ التوبۃ، آیت: ۳۰) ”کہ یہودیوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانیوں نے یہ بات کہی کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں فرمایا کہ ان کی یہ بات ان کے منہ کے ساتھ ہے“ (یعنی یہ منہ کی باتیں ہیں حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں کہ نہ تو کوئی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نہ ہی کوئی بیٹی ہے) مکے والے جو مشرک تھے ان میں سے بہت سارے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتوں اور جنوں کا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبی رشتہ اور تعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۝﴾ (سورۃ الزخرف، آیت: ۱۹) ”فرمایا کہ فرشتے جو اللہ کے بندے ہیں ان لوگوں نے انہیں اللہ کی لڑکیاں بنا لیا ہے۔ کیا یہ فرشتوں کی تخلیق کے وقت کوئی موجود تھے کہ ان کی شہادت تحریر میں لائی گئی؟“

مقصد ہے کہ یہ بھی منہ کی بات بنا رہے ہیں کوئی ان کو پتہ نہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر ان کے اس نظریے اور عقیدے کا رد کر دیا فرمایا ﴿اَلَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ایضاً) ''کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔'' تو جو عبد ہو وہ اللہ کا عین بن جائے یا اللہ کا بیٹا بن جائے اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ الوہیت اور عبدیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جو عبد ہے وہ الٰہ نہیں اور جو الٰہ ہے وہ عبد نہیں۔

ایک مقام پر فرمایا ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الأنبیاء' آیت: ۲٦) ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے (فرشتے اللہ کی اولاد ہیں) فرمایا: اللہ بے عیب ہے اور ہر قسم کے نقص سے منزہ اور مبرا ہے۔ بلکہ فرشتے باعزت بندے ہیں یہ اللہ کے عبد ہیں اور جو عبد ہو وہ اللہ کا بیٹا بھی نہیں ہو سکتا اور اللہ کی بیٹی بھی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اللہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ عبدیت اور الوہیت دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنوں کے متعلق ان کا عقیدہ ذکر کیا۔ فرمایا ﴿وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ﴾ (سورۃ الصافات' آیت: ۱۵۸) ''فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسبی رشتہ قائم کر دیا ہے۔'' اللہ نے مختلف مقامات پر اس عقیدے کی تردید کی فرمایا ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝﴾ (سورۃ الاخلاص' آیت: ۳) ''اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ ہی وہ جنا گیا ہے نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے۔''

﴿ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ ﴾ (سورۃ المؤمنون' آیت: ۹۱) ''فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے ہی نہیں نہ لڑکا اور نہ ہی لڑکی۔'' ﴿ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت: ۱۰۲) ''کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے اس کی تو بیوی ہی کوئی نہیں؟''

تو یہ جو عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے یا وہ کسی کے اندر آ جاتا ہے یا کوئی اللہ بن گیا ہے تو یہ عقیدہ رکھنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔ فرمایا ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الزخرف' آیت: ۸۱) اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ ''فرما دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں پہلا عبادت کرنے والا بنتا۔ اور اس کو تسلیم کرتا۔'' کیونکہ وہ اللہ ہی بنے گی۔ جس طرح انسان کی اولاد انسان تو پھر اللہ کی اولاد اللہ ہی بنے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کہنے والا اعتراف کر رہا ہے اور اقرار کر رہا ہے کہ یا اللہ! میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نفی کے ضمن میں یہ بات بھی آ جاتی ہے کہ فرشتوں کی عبادت بھی نہیں کرتا۔ جن کی عبادت بھی نہیں کرتا' کسی پیغمبر اور درخت کی عبادت بھی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی دریا سمندر کی عبادت کرتا ہوں۔ اسی طرح کسی بت اور قبر کی عبادت بھی نہیں کرتا۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنے میں یہ چیز بھی آ جاتی ہے کہ اللہ کے علاوہ میں کسی کو الٰہ نہیں سمجھتا اور نہ ہی کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھتا ہوں اور نہ ہی کسی کو اللہ کی بیٹی سمجھتا ہوں۔ کسی کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی سمجھا جائے تو یہ اس کی پوجا بن جاتی ہے۔ تو اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کی خود نفی کر رہا ہے۔

یہ پہلے لوگوں کا حال تھا۔ اب بھی اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے لوگ موجود ہیں کہ فلاں کے اندر اللہ تعالیٰ آ گیا ہے۔ ایک شعر بنا ہے:

چاچڑ وانگ مدینہ دسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدوں تے باطن دے وچ اللہ

کہ ظاہر میں تو پیر صاحب ہیں اور باطن میں اللہ تعالیٰ۔ نعوذ باللہ من ذلک

اور عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام ظاہر میں تو انسان ہیں اور اندر سے اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور بشریت کا جامہ اوڑھ کر دنیا میں آ گئے ہیں۔ فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۷۲) ''فرمایا کہ انہوں نے کفر کیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ مسیح ہیں۔'' ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۷۳) ''وہ لوگ بھی کفر کر رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تینوں میں سے تیسرا ہے۔''

تو انہوں نے مسیح علیہ السلام کو اللہ بنایا تھا۔ ظاہر میں بشر و انسان سمجھتے تھے اور باطن میں اللہ سمجھتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی بہت سارے اسلام کا نام لینے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ باطن میں اللہ ہی ہیں اور ظاہر میں بشریت کا جامہ اوڑھ کر آئے ہیں۔ جو عرش پر اللہ بن کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستوی تھے وہ مدینہ میں اور مکہ میں مصطفیٰ بن کر آ گئے ہیں۔ تو دراصل یہ عقیدہ ان لوگوں کا ہے اسلام والوں کا یہ عقیدہ نہیں۔

مکے والوں نے ۳۶۰ بت بنائے تھے اور یہ لوگ ہر شے بزرگ نیک پیر سب کو اللہ بنائے ہوئے ہیں۔ نیک بزرگ تو ایک طرف یہ بھی عقیدہ چلتا ہے ہمہ اوست کہ ہر شے اللہ ہی ہے' ہر کے اندر ہر۔ تو ہر شے کو اللہ بنا دیا۔ اس طرح تو کروڑوں اربوں الٰہ بن گئے تو توحید کس طرح قائم رہے گی۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ تلاوت کرنے والا اللہ کے علاوہ تمام دوسروں کی الوہیت اور معبودیت کی نفی کر دیتا ہے۔ اور کسی کے اللہ کا بیٹا اور بیٹی اور اس کے ساتھ نسبی تعلق ہونے کی بھی نفی کر دیتا ہے۔ تو اس نفی کو سمجھنا چاہیے۔ کہ نماز کے اندر تو اعتراف کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے اور جس وقت نماز سے فارغ ہو کر خارج ہو تو دوسروں کو پوجنا شروع کر دے۔ تو ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ اور ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے اقرار کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟

عبادت کا مزید مفہوم سمجھنے کیلئے کتب کا مطالعہ ضروری ہے: عبادت کے معنی و مفہوم کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کئی ایک صورتیں گوش گزار کر دی گئی ہیں۔ مزید اس کی تفصیل کوئی معلوم کرنا چاہے تو وہ ہمارے شیخ اور استاد حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تنقید المسائل'' کا مطالعہ کر لے۔ اس کے اندر عبادت پر کافی مواد انہوں نے مہیا کر دیا ہے اور عبادت کی حقیقت کو خوب کھولا ہے۔ پھر ہمارے شیخ اور استاد مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ علیہ نے سورۃ الفاتحہ کی جو تفسیر لکھی ہے اس میں عبادت کے موضوع پر قرآن مجید کی کافی آیتیں اور رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری حدیثیں جمع کر دی ہیں۔ اسی طرح مفسرین اور محدثین اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں عبادت کے مفہوم کو کافی اجاگر کیا ہے۔ عبادت کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔

"إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝" کی تفسیر: ﴿وایاک نستعین ۝﴾ ''اور تجھ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔''

گویا کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنے والا اقرار کرتا ہے کہ میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں اور کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مدد طلب نہیں کرتا ہوں۔ جس طرح ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کا ترجمہ ﴿نَعْبُدُكَ وَلَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ﴾ بنتا تھا اسی طرح ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۝﴾ کا ترجمہ ﴿نَسْتَعِينُكَ وَلَا نَسْتَعِينُ غَيْرَكَ﴾ بنتا ہے کہ یا اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور کسی سے مدد طلب نہیں کرتے۔"

"إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۝" میں حصر اور قصر ہے: یہ حصر اور قصر والا مفہوم "نَسْتَعِينُ" پر "إِيَّاكَ" کی تقدیم سے نکل رہا ہے۔ کیونکہ علمائے بلاغت نے اپنی کتابوں میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ جس لفظ کا حق بعد میں آنا ہو اور وہ پہلے آ جائے تو وہاں حصر اور قصر والا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿إِيَّاكَ﴾ چونکہ ﴿نَسْتَعِينُ﴾ کا مفعول ہے اور مفعول کا مقام فعل کے بعد ہوتا ہے اور فعل سے پہلے آ گیا ہے تو اس کے اندر قصر اور حصر پیدا ہو گیا ہے۔

مَافَوْقَ الْأَسْبَابِ اور مَاتَحْتَ الْأَسْبَابِ مدد: اس مقام پر جو مدد کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ کے علاوہ ہم کسی سے مدد طلب نہیں کرتے یہ "مَافَوْقَ الْأَسْبَاب" مدد ہے۔ جبکہ ایک مدد وہ ہے جو انسان ایک دوسرے کی کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ فرمایا ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:۲) "کہ نیکی اور تقویٰ کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔" ﴿وَ إِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ (سورۃ الأنفال' آیت:۷۲) "کہ اگر تمہارے بھائی دین کے سلسلے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے۔" ضروری ہے اور فرض ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ إِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ۝﴾ (ایضاً' ایت:۷۳) تمہارے مؤمن اور مسلمان بھائی دشمنانِ اسلام کے خلاف تم سے مدد طلب کرتے ہیں اگر تم ان کی مدد نہیں کرو گے تو زمین کے اندر فتنہ عام ہو جائے گا اور فساد بپا ہو جائے گا۔ اس لیے تم پر لازم ہے کہ ان کا تعاون کرو اور ان کی مدد کرو۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَنْ أَنْصَارِيْ إِلَى اللّٰهِ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۵۲) کہ اللہ کی طرف دعوت کے سلسلے میں میرے مددگار کون ہیں؟ تو حواریوں نے کہا تھا کہ ہم مددگار ہیں۔

تو یہ مدد اور تعاون اسباب کے تحت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: (إِنَّ اللّٰهَ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ) "کہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جتنی دیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔" تو یہ اپنے بھائی کی مدد اور ایک دوسرے کا نیکی کے معاملات میں تعاون یہ اسباب کے ماتحت مدد اور تعاون ہے۔ دوسروں سے یہ مدد لے بھی سکتا ہے اور دوسروں کی مدد کر بھی سکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مدد کرتے تھے اور خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کی مدد کر لیتے تھے۔

تو ﴿اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝﴾ کے اندر جو تخصیص ہے یہ وہ مدد ہے جہاں اسباب کی دنیا جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو زندہ کرنے کا مسئلہ ہے کسی کو مارنے کا مسئلہ ہے۔ اولاد کا مسئلہ ہے جہاں اسباب جواب دے جاتے ہیں یہ مافوق الاسباب جو مدد اور تعاون ہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور سے طلب نہیں کی جائے گی۔

مافوق الاسباب معاملات میں اللہ کے علاوہ غیروں سے مدد طلب کرنے والوں کے متعلق حکم ربانی: جو لوگ مافوق الاسباب معاملات میں بھی اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرتے ہیں اللہ نے قرآن مجید کے اندر ان کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ۝﴾ (سورۃ النحل' آیت: ۲۰) "کہ اللہ کے علاوہ ان کو پکارتے ہیں جنہوں نے کوئی شے نہیں بنائی وہ خود بنائے گئے ہیں۔" ﴿ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۝﴾ (ایضاً' آیت: ۲۱) "کہ وہ فوت ہو چکے ہیں زندہ نہیں ان کو اتنا بھی شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے؟"

فرمایا ﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ﴾ (سورۃ فاطر' آیت: ۱۴) "کہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے نہیں۔" ﴿ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا استجابوا لَكُمْ ﴾ (ایضاً) "فرمایا کہ وہ اگر سن بھی لیں تو پھر وہ قبول نہیں کر سکتے۔" وہ تمہارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر سکتے اور اس شرک کا وہ قیامت کے دن انکار کر جائیں گے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۱۶) بروز ہفتہ

اصل مدد اللہ کی طرف سے ہی ہے

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اقرار و اعتراف کرتا ہے کہ یا اللہ! ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی اور سے مدد طلب نہیں کرتے۔

اصل مدد اللہ کی طرف سے ہی ہے۔ قرآن مجید کے اندر ہے ﴿ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۱۲۶) "مدد صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے۔"

ماتحت الاسباب جو تعاون دوسروں سے حاصل کرتے ہیں درحقیقت یہ مدد اللہ کی طرف سے ہی ہے۔ مدد کرنے والے کو اگر اللہ تعالیٰ مدد کرنے کی توفیق ہی نہ دے۔ یا اگر مدد کرنے لگ جائے اور اللہ کوئی ایسی رکاوٹ پیدا کرے کہ وہ مدد کر ہی نہ سکے ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

تو اللہ کا اس کو مدد کی توفیق دے دینا دراصل یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے۔ ﴿ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۰۷) "کہ اللہ کے علاوہ کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ اور کوئی تمہارا تعاون کرنے والا نہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کی دی ہوئی توفیق سے تمہاری مدد کر رہا ہے۔"

ماتحت الاسباب مدد "إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کے منافی نہیں ہے: تو بہرحال ماتحت الاسباب کوئی کسی سے مدد طلب کرلے اور وہ اس کی مدد کر دے تو یہ ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے منافی نہیں۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام جس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو اسماعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر ان کو پکڑا رہے تھے اور ان کا تعاون کر رہے تھے تو اب یہ تو نہیں کہا جا سکتا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ کہ وہ شرک کر رہے تھے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے شرک کے رد کے لیے مبعوث فرمایا تھا اور شرک کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے بڑا جہاد کیا ہے۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کر رہے تھے تو صحابہ کرام بھی اینٹیں اٹھا اٹھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لا رہے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی اینٹیں لا رہے تھے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو اینٹیں لا رہے تھے۔ ایک دوسرے کا تعاون کر رہے تھے اور ایک دوسرے کا تعاون حاصل کر رہے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ خود بھی خندق کھود رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خندق کھود رہے تھے ایک زبردست پتھر آیا جو ٹوٹتا نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ پتھر نہیں ٹوٹتا رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اس پتھر کو توڑا۔ ایک دوسرے سے تعاون حاصل کر لیتے تھے۔ اور یہ ماتحت الاسباب تعاون "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے منافی نہیں۔

مثلاً آدمی بیمار ہو جائے تو دوائی لے لیتا ہے تو یہ ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ اور توکل علی اللہ کے منافی نہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ﴿ تداوَوا عِبَادَ اللّٰہ ﴾ یہ بھی فرمایا کہ ﴿ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ دَآءٍ اِلَّا وَ اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً ﴾ "کہ جو بھی بیماری ہے اس کا کوئی نہ کوئی علاج اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ ایسی کوئی بیماری نہیں جو لاعلاج ہو۔ ماسوائے موت اور بڑھاپے کے۔"

ہاں وہ علاج کسی کے علم میں ہے یا کسی کے علم میں نہیں ہے یہ دوسری بات ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر اور طبیب یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بیماری لاعلاج ہے ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس بیماری کے علاج کا علم نہیں۔

تو دوائی اور علاج سے تعاون حاصل کرنا ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝﴾ کے منافی نہیں اس لیے کہ یہ چیزیں ماتحت الاسباب ہیں۔

اعمال صالحہ کے ذریعے مدد طلب کرنا "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے منافی نہیں: اسی طرح اگر کوئی آدمی اپنے اعمال صالحہ سے مدد حاصل کر لے تو یہ بھی ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝﴾ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۴۵) "اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو۔" دوسرے مقام پر فرمایا ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۵۳) "اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اپنے نیک اعمال' ایمان' تقویٰ' نماز اور صبر وغیرہ سے مدد حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے تو یہ ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے خلاف نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ اگر خلاف ہوتا تو اللہ دوسری آیتوں کے اندر حکم کیوں دیتا یہ تو نہیں کہ ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ اور ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ﴾ (سورۃ الأنفال' آیت: ۱۰) وغیرہ آیتیں اللہ بھول گیا ہے دوسرا حکم دے دیا اللہ کے اندر تو بھول ہے ہی نہیں فرمایا ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ (سورۃ مریم' آیت: ٦٤) ﴿لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ۝﴾ (سورۃ طٰہ' آیت: ٥٢) نیکیوں سے مدد حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکیاں کرے۔ صبر سے کام لے' نماز پڑھے اور تقویٰ اختیار کرے تو اللہ کی مدد اس کو شامل حال ہوگی۔ مادی طور پر بھی اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور روحانی طور پر بھی اللہ اس کی مدد فرمائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝﴾ (سورۃ الأعراف' آیت: ۹٦) ''اگر یہ آبادی والے اور بستی والے صحیح معنوں میں مؤمن بن جائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین سے برکتیں کھول دیں گے اور لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کی بدعنوانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔'' پہلی قوموں کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے۔ کہ انہوں نے تکذیب کی تو کسی کو اللہ نے زمین کے اندر دھنسا دیا تو کسی کو سمندر میں غرق کردیا۔ کسی پر زلزلہ اور زبردست قسم کی چیخ مسلط کردی گئی۔ کسی کے اوپر زبردست طوفان اور آندھی آئی تو ختم ہوگئے۔ اور کسی پر کنکریوں کی بارش برسادی تو ان کو بھسم کردیا۔ تو یہ سب ان کی تکذیب کی وجہ سے ہے۔

اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی مادی مدد بھی کرتا ہے: آدمی اپنے اندر ایمان پیدا کرے اور تقویٰ پیدا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ آسمان اور زمین سے برکتیں نازل فرمادیتے ہیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے باغ لگایا تھا پیداوار کے تین حصوں میں ایک حصہ باغ پر خرچ کرلیتا اور پیداوار کا دوسرا حصہ گھر رکھ لیتا اور پیداوار کا تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر لیتا تو بادل آکر اس کے باغ پر بارش برساتے' دور بھی کہیں بارش برستی تو نالے میں پڑ کر پانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے باغ میں پہنچ جاتا۔ ایک آدمی نے بادلوں سے اس کے نام کی آواز سن لی تو یہ اس کے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ نے اس کی مدد کی۔

تقویٰ اور نیکی اگر آدمی اپنے اندر پیدا کر لے تو اللہ اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ فرمایا ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (سورۃ الطلاق، آیات: ۲۔۳) "جو آدمی متقی اور پرہیزگار بن جائے تو اللہ اس کے لیے خلاصی کی کوئی راہ پیدا کر دیتے ہیں اس کی تکالیف اور مشکلات، دکھ اور مصائب سے نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اس کو اس مقام سے رزق عطا کرتے ہیں جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔"

اگر آدمی صحیح معنوں میں متقی اور پرہیزگار بنے تو مادی امداد بھی ملتی ہے جیسے مریم علیہا السلام کا واقعہ قرآن کے اندر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ○ ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۳۷) "جب بھی زکریا علیہ السلام مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کمرے میں گئے تو ان کے پاس رزق موجود پایا۔ پوچھا کہ یہ رزق کہاں سے آیا ہے تو مریم رضی اللہ عنہا فرماتی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔"

ان کی نیکی اور تقویٰ کا اللہ تعالیٰ نے یہ صلہ دیا کہ بے موسم پھل اور رزق وہاں پہنچ جاتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کافروں نے خبیب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لیا۔ اکیلے کمرے میں قید کر لیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ جس گھر قیدی تھے اسی گھر والے کی ایک لڑکی تھی وہ خبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھتی تھی کہ کمرے میں بند ہیں۔ بعد میں وہ لڑکی مسلمان ہو گئی وہ کہتی ہے کہ مکہ کے اندر کوئی پھل نہیں ہوتا تھا مگر خبیب رضی اللہ عنہ اندر کمرے میں پھل کھا رہے ہوتے تھے۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر میں سمجھتی تھی کہ یہ رزق ہے جو اللہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو پہنچا دیا۔

اعمال صالحہ سے اللہ بندے کی روحانی مدد بھی کرتے ہیں: یہ تو مادی امداد کی بات تھی رہ گئی روحانی امداد تو انسان نیکی کرے۔ تقویٰ اختیار کرے تو اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کے اندر دین کو سمجھنے کا ملکہ اور آخرت کی طرف سفر طے کرنے کا عزم اور جذبہ عطا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں جو بالآخر اس کو صالح بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَآمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ﴾ (سورۃ الحدید' آیت:۲۸) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول کریم ﷺ پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت دگنی عطا فرمائے گا۔ اور تمہاری لغزشیں معاف کر دے گا۔'' ایک مقام پر فرمایا ﴿یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ﴾ (سورۃ الأحزاب' آیت:۷۱) ''کہ متقی اور پرہیزگار بنو گے اور ''قول سدید'' کو اپناؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

گزارش کر رہا تھا کہ جس طرح ماتحت الاسباب کوئی انسان دوسرے سے تعاون حاصل کر سکتا ہے اور مدد حاصل کر سکتا ہے اسی طرح نیک اعمال' تقویٰ' ایمان کے ساتھ بھی مدد حاصل کر سکتا ہے کہ یہ چیزیں اپنا کر اللہ تعالیٰ کی مدد اس کو شامل حال ہو جائے گی۔ یہ دونوں چیزیں ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۝﴾ کے منافی نہیں ہیں۔

کسی زندہ نیک بزرگ سے دعا کرانا ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کے منافی نہیں: جس طرح یہ دونوں کام ﴿اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۝﴾ کے منافی نہیں اسی طرح کوئی آدمی کسی نیک بزرگ سے دعا کرا لے تو یہ بھی اس کے منافی نہیں ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ دعا ان سے کرائے جن میں دعا کرنے کی صلاحیت ہے یہ نہیں کہ جو دعا کر ہی نہیں سکتے اور کسی کی سن ہی نہیں سکتے ان سے دعاؤں کی درخواستیں شروع کر دے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ سے دعا کرا لیتے تھے۔ مشہور واقعہ اور حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ستر (۷۰) ہزار آدمی میری امت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اے رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے ان ستر ہزار میں شامل فرما دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ اس کو ان ستر ہزار آدمیوں میں شامل فرما۔ اور ساتھ ہی اس کو بشارت بھی سنا دی کہ تم ان میں شامل ہو۔

اسی طرح ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہنے لگی کہ مجھے مرگی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماری ہے' گر جاتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری اس بیماری کو ہٹا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو صبر کرے تو تجھے جنت مل جائے گی۔ کہنے لگی میں صبر کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرنے لگی کہ جس وقت مجھے دورہ پڑتا ہے تو پھر میرے کپڑے اتر جاتے ہیں اور مجھے پتہ ہی نہیں چلتا۔ تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ننگا نہ ہونے دے۔ تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! یہ ننگے ہونے سے محفوظ رہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی زخمی ہو گئے تو مجھے کہنے لگے کہ شاید میں نہ بچوں آپ جب نبی کریم ﷺ کے پاس جائیں تو میرے لیے دعا کی درخواست کرنا میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفر سے واپس آیا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کی درخواست پیش کی۔ آپ ﷺ نے وضوء کر کے ہاتھ اٹھائے اور اس صحابی کے لیے دعا کی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میں نے بھی درخواست کی کہ میرے لیے بھی دعا کریں تو نبی کریم ﷺ نے میرے لیے بھی مغفرت اور بخشش کی دعا کی۔

اب اس طرح دعا کرانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۝﴾ پر عمل نہیں کر رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ایک دوسرے سے دعا کرا لیتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کروائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی۔

عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمرے کے لیے جا رہے تھے تو خود نبی کریم ﷺ نے ان سے کہا کہ مجھے بھی دعا میں یاد رکھو مگر یہ روایت کمزور ہے۔ تو شریعت کے مطابق اگر دعا ہو اور ماتحت الاسباب ہو تو ایک دوسرے سے کروانے میں کوئی حرج نہیں اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ یہ ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۝﴾ کے منافی ہے اور مخالف ہے۔

دعا میں مدد اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے: ویسے اگر آدمی غور کرے تو چاہے خود دعا کرے یا کسی سے دعا کروائے تو وہ مدد در حقیقت اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہے کیونکہ دعا تو اللہ ہی سے کرنا ہے۔ اسی طرح دعا کے اندر اگر اپنی نیکیاں ذکر کر کے دعا کرے کہ یا اللہ! میں نے فلاں عمل کیا ہے' فلاں عمل کیا ہے' تو میری حالت پر رحم فرما یعنی اپنی نیکیاں پیش کر کے اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دعا کر لے تو اس میں بھی حرج والی کوئی بات نہیں ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ تین آدمی سفر پر جا رہے تھے بارش آ گئی' بارش سے بچنے کے لیے ایک غار کے اندر چلے گئے ایک پتھر گرا تو غار کے منہ کے آگے آ کر رک گیا اور غار کا منہ بند ہو گیا۔

آپس میں سوچنے لگے کہ اس مقام پر اب ہمیں اللہ ہی بچا سکتا ہے' نجات دلا سکتا ہے۔ کہنے لگے کہ اپنے نیک اعمال جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے گئے ہیں ان کو ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ ان میں سے ایک بولا کہ یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور میں نے بکریاں رکھی ہوئی تھیں' چرانے کے لیے لے جاتا تھا' شام کو جب واپس آتا تو بکریوں کا دودھ دوھ کر پہلے والدین کو پلاتا تھا اور پھر بیوی بچوں اور خادموں کو پلاتا تھا۔

ایک دن بکریاں چراتے چراتے کہیں دور نکل گیا۔ دیر ہو گئی۔ جس وقت واپس آیا اور دودھ دوھ کر والدین کو پلانے کے لیے حاضر ہوا تو وہ سو چکے تھے میں نے سوچا کہ اگر ان کو جگا دوں تو ان کی نیند میں خلل آ جائے گا۔ اور یہ بھی طبیعت نہ چاہے کہ بیوی بچوں کو دودھ پہلے پلاؤں جبکہ بچے بھوک کی وجہ سے میرے پاؤں (قدموں) میں گر گر کر رو رہے تھے۔ اور دودھ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن میں نے اسی سوچ میں کہ اگر ان کو جگا دوں تو ان کو بے زاری ہو گی اور بے آرامی ہو گی اور اگر بچوں کو پہلے پلاؤں تو والدین کا حق مقدم ہونے کی وجہ سے ساری رات گزار دی۔ طبیعت میری نہیں چاہتی تھی۔ صبح جس وقت وہ جاگ گئے تو دودھ ان کے سامنے پیش کیا۔ اور بچے بھی بعد میں سو گئے تھے اٹھا کر ان کو بھی دودھ پلایا۔ یا اللہ! یہ کام خاص تیری رضا کے لیے میں نے کیا ہے کہ یہ میرے والدین ہیں اور ان کا مجھ پر حق ہے۔ اس لیے یا اللہ! اس غار میں سے ہمیں نجات دلا دے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پتھر تھوڑا سا غار کے منہ کے آگے سے کھسک گیا لیکن ابھی نکل نہیں سکتے تھے۔

(بعض اہل علم اس موقع پر لکھتے ہیں کہ آدمی تو یہ بڑا نیک تھا مگر تھوڑا سا دماغ اس کا ہلکا تھا۔ یعنی کم عقل تھا اتنی بات نہیں سمجھ سکا کہ والدین کا حصہ رکھ دو اور دوسروں کو پلا دو۔ یہ تبصرہ کوئی اچھا تبصرہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو اس کی تعریف کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی اس درجہ قدر کی کہ پتھر کو تھوڑا سا ہٹا دیا۔ تو ابھی اس کا دماغ ہی ہلکا تھا۔ دماغ اس کا کم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تھا بلکہ خود تبصرہ کرنے والوں کا دماغ ذرا کم ہے

کیونکہ والدین کا حق بیوی بچوں سے مقدم ہے اس پر وہ آدمی ڈٹا رہا۔ تو اگر بچوں کو وہ پہلے پلا دیتا تو اس کی ساری عمر کا جو عمل تھا والدین کو مقدم کرنے والا عمل وہ رہ جاتا۔ تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کو بڑا پسند آیا اور پتھر کو تھوڑا سا کھسکا دیا۔ بہر حال اس قسم کے تبصرے کرتے ہوئے سوچنا چاہیے۔

دوسرا آدمی کہنے لگا: یا اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی تو مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی۔ لیکن جو میں چاہتا تھا وہ میرا مطالبہ مان نہیں رہی تھی۔ قحط سالی پڑ گئی۔ مجبور ہو کر مجھ سے رقم کا مطالبہ کرنے لگی۔ تو میں نے مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شرط لگائی کہ رقم تب دوں گا کہ تو میرا مطالبہ پورا کرے۔ مجبوراً وہ مان گئی۔ میں نے رقم اس کو دے دی۔ اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے میں تیار ہو گیا۔ وہ کہنے لگی کہ اوہ اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر جا! اللہ سے ڈر جا! فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے میں نے وہ بدکاری بھی نہیں کی اور وہ رقم بھی اس کو دے دی۔ یا اللہ! یہ سارا کام خاص تیری رضا ہی کے لیے کیا تھا۔ تو نجات دلا دے۔ اللہ نے پتھر کو تھوڑا سا اور ہٹا دیا۔ تیسرے آدمی نے بھی اپنے عمل کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ اور غار کے منہ کے آگے سے پتھر ہٹ گیا۔ اور وہ تینوں باہر نکل آئے تو عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر اپنے نیک اعمال' دعا کے وقت یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو یہ بھی ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے منافی نہیں ہے۔

ہاں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کے اندر جو عبادت ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے وہ جائز ہی نہیں۔ البتہ ماتحت الاسباب مدد اور تعاون دوسروں سے حاصل کر سکتا ہے۔ صبر' نماز اور باقی نیکیوں کے ساتھ مدد حاصل کر سکتا ہے۔ کسی سے دعا بھی کرا سکتا ہے۔ اور دعا مانگتے ہوئے اپنی نیکیاں بھی ذکر کر سکتا ہے یہ ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کے خلاف نہیں ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۱۷) بروز اتوار

سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○ میں ہے

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ الخبیر نے اپنی تفسیر کے اندر بعض سلف کی یہ بات نقل کی ہے کہ قرآن مجید کا خلاصہ سورۃ الفاتحہ ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کا راز اور خلاصہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○﴾ پانچویں آیت ہے۔ کیونکہ تلاوت کرنے والا ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کے اندر توحید کا اقرار کرتا ہے اور ہر قسم کے کفر و شرک سے براءت کا اظہار کرتا ہے۔ اور ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○﴾ کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے اور تمام مخلوق کے محتاج ہونے کا اعتراف کرتا ہے، اپنی قوت اور تدبیر اور دوسری مخلوق کی قوت اور تدبیر کی براءت کا اظہار کرتا ہے۔ سارے کا سارا دین اس کے اندر آ جاتا ہے۔ عبادت اور اللہ تعالیٰ پر ہی توکل یہی دین کا خلاصہ اور راز ہے چنانچہ قرآنِ مجید کی اور بہت ساری آیتیں ہیں جن میں ان دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اکٹھا بیان کیا ہے۔ جیسے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (سورۃ ھود' آیت:۱۲۳) ''رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی پر ہی توکل کرو۔'' ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ○﴾ (سورۃ المزمل' آیت:۹) ''اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کا رب ہے وہی عبادت کے لائق ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کو کارساز اور وکیل بناؤ اور اسی ہی پر توکل کرو۔''

عبادت کی استعانت پر تقدیم کی وجہ: اس مقام پر عام طور پر دو سوال کیے جاتے ہیں ایک سوال تو یہ ہے کہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○﴾ دو جملے ہیں پہلے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کو ذکر کیا پھر ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○﴾ کو ذکر کیا تو اس کے برعکس بھی اللہ تعالیٰ ذکر کر سکتے تھے۔ (یعنی عبادت کی استعانت پر تقدیم کی کیا وجہ ہے)

اہلِ علم نے اس سوال کے دو جواب ذکر کیے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ عبادت کا مسئلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعانت کے مسئلہ سے اہم ہے اور بلاغت کا یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز اہم ہو اس کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ دوسرا جواب اہل علم نے یہ دیا ہے کہ اگر بالعکس ذکر کرتے ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کو مقدم ذکر کرتے اور ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کو بعد میں تو آیتوں کے فواصل میں مناسبت قائم نہیں رہتی۔ کیونکہ بسم اللہ کے آخر میں بھی مدہ ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ کے آخر میں بھی مدہ ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝﴾ میں بھی۔ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝﴾ کے آخر میں بھی مَدّہ ہے پھر اس کے بعد جو آیت آ رہی ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝﴾ اور آخری آیت کے اختتام ﴿وَلَا الضَّآلِّينَ ۝﴾ کے آخر میں بھی مَدّہ ہے۔ تو آیات کے فواصل کی مناسبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ﴿إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کو بعد میں ذکر فرمایا ہے۔

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝" میں جمع کے صیغے کیوں ہیں؟ دوسرا سوال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ تلاوت کرنے والا تو اکیلا ہے جبکہ لفظ نَعْبُدُ اور نَسْتَعِينُ جمع والا بولتا ہے۔

اہل علم نے اس کے کئی جواب دیے ہیں۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ پڑھنے والا ہمیشہ اکیلا تو نہیں ہوتا۔ امام بھی ہوتا ہے اور پیچھے مقتدی بھی ہوتے ہیں اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت ہو رہی ہوتی ہے۔ تو اکیلا نہیں ہے۔ اسی طرح مقتدی کے ساتھ صف میں کئی اور کھڑے ہوتے ہیں تو مقتدی بھی اکیلا نہیں ہے۔ پھر بسا اوقات مجمع کے اندر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت ہوتی ہے۔

اس واسطے کہ ہمیشہ تلاوت کرنے والا اکیلا نہیں ہوتا تو دوسرے ساتھیوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ بندوں کی زبان سے ہے: اس تفصیل سے یہ بات بھی آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ بندوں کی زبان پر ہے۔ یعنی بندے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾ کہہ رہے ہیں۔

کیونکہ اللہ کے حق میں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ تو ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس کی عبادت کرنا ہے اور کس سے استعانت حاصل کرنا ہے اللہ تعالیٰ تو کسی کا محتاج ہی نہیں بلکہ وہ معبود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یہ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کے لفظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ بندوں کی زبان پر ہے۔

چنانچہ مشہور قدسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ تو اس کے اندر بھی یہی آتا ہے ﴿إِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾ کہ بندہ جب کہتا ہے......... کہ بندہ جب کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ...... کہ بندہ جب کہتا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ...... بندہ جب کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ......

تو اس حدیث کے اندر بار بار یہی آ رہا ہے کہ بندہ جب کہتا ہے تو پتہ چلا کہ بندوں کی زبان پر یہ کلمات ہیں۔ اس لیے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کہا گیا ہے۔ بندہ خواہ اکیلا ہی ہے اس نے دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اکیلا بھی اگر تلاوت کر رہا ہے تو دوسروں کو بھی ساتھ شامل کر لیتا ہے۔ اس لیے کہ دوسرے بھی اللہ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور اللہ ہی سے استعانت حاصل کرتے ہیں گویا کہ اس نے دوسرے مسلمان اور مؤمن کے اقرار اور اعتراف کو ساتھ ذکر کر لیا۔ اس لیے جمع کے صیغے بول لیے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آدمی اللہ ہی کی عبادت کر رہا ہے اور اللہ ہی سے استعانت حاصل کر رہا ہے توکل بھی صرف اللہ ہی پر ہے تو اس کا مقام عظیم بن جاتا ہے۔ تو شان کی اس عظمت اور مقام کی رفعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے صیغہ احترام اور تعظیم والا استعمال کر رہا ہے۔

عبدیت اور عبودیت والا مقام بہت عظیم ہے: اور یہ چیز قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص اور اہم مقامات پر نبی کریم ﷺ کا تذکرہ فرمایا ہے تو وہاں آپ ﷺ کی صفت عبدیت کو بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کے نزول کے سلسلے میں فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝﴾ (سورۃ الفرقان' آیت: ۱)

پتہ چلا کہ عبد والا وصف اللہ کے ہاں بڑا بلند ہے اور بڑا رفیع اور عظیم ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (سورۃ الکہف' آیت ۱) ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ (سورۃ البقرۃ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت:۲۳) اسی طرح اسراء اور معراج کے واقعہ میں آپ ﷺ کی شان بڑی بلند ہوئی ہے وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس وصف عبد کو ذکر کیا ہے۔ ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى ﴾ (سورة بنی اسرائیل' آیت:۱) ''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات سیر کرائی مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک۔'' سورة النجم میں فرمایا ﴿ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ ﴾ (سورة النجم' آیت:۱۰) آسمانوں والا سفر سورۃ النجم میں مذکور ہے۔ وہاں بھی آپ کی صفت عبدیت کو ذکر کیا گیا ہے۔ مقام تبلیغ بھی چونکہ بڑا رفیع ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا رہے ہیں تو اس موقع پر بھی آپ کے وصفِ عبدیت کو ذکر فرمایا ہے۔ ﴿ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ ﴾ (سورة الجن' آیت:۱۹) ''کہ جب رسول کریم ﷺ کھڑے ہوئے اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں تو لوگ آپ ﷺ پر امڈ آتے ہیں۔''

تبلیغ کے سلسلے میں کافر مشرک آپ کی مخالفت کرتے اور آپ کو اذیت پہنچانے کی کوشش کرتے۔ اور اس کی وجہ سے آپ کو پریشانی لاحق ہوتی سینے میں تنگی محسوس کرتے۔ تو اللہ نے اس مقام پر بھی آپ کو یہی حکم دیا ہے ﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ﴾ (سورة الحجر' آیات:۹۸-۹۹) یہاں بھی آپ ﷺ کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عبدیت اور عبودیت والا مقام بڑا اعلیٰ اور عظمت والا ہے۔ تو انسان کو جب یہ مقام حاصل ہوتا ہے تو پھر وہ سمجھتا ہے کہ اب میرا مقام اونچا ہو گیا ہے۔ اور دوسروں سے میرا مقام الگ تھلگ ہو گیا ہے تو پھر جمع کا صیغہ وہ استعمال کر لیتا ہے۔

ولیوں اور عابدوں کے مقابلے میں پیغمبر کا تعلق اللہ کے ساتھ کئی گنا زیادہ ہوتا ہے:

عبدیت وعبودیت اور ولایت کے مقام کو اس قدر عظیم سمجھا گیا ہے کہ کئی افراط کا شکار ہو گئے ہیں اور اتنا افراط کا شکار ہوئے ہیں کہ انہوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ ولایت عبدیت اور عبودیت کا مقام رسالت کے مقام سے اونچا مقام ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقام کی عظمت اور رفعت نے ان کے دماغ کو ٹھکانے ہی نہیں رہنے دیا۔ چنانچہ ایک شعر بنایا گیا ہے:

مُقَامُ الْوِلَايَةِ فِيْ بَرْزَخٍ
فُوَيْقَ الرَّسُوْلِ وَدُوْنَ النَّبِيِّ

"کہ ولایت کا مقام برزخ میں ہے رسول سے تھوڑا سا اونچا ہے اور نبی سے کم ہے۔

لیکن یہ بات بے بنیاد اور غلط ہے۔ قرآن مجید اور حدیث وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔

یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسالت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ملتی ہے۔ جبکہ ولایت' عبدیت اور عبودیت انسان کی طرف سے اللہ تک پہنچتی ہے۔ ولی اور عابد کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حق کے ساتھ۔ اور رسول کا تعلق خلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے مخلوق کو تبلیغ کرنا ہے اور ان کو سمجھانا ہے۔

حالانکہ سوچنے پر اس دلیل کی کچھ حیثیت نہیں رہتی۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ کے پیغمبر کا تعلق مخلوق کے ساتھ بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس کا تعلق اللہ کے ساتھ منقطع ہو گیا ہے۔ بلکہ ولیوں اور عابدوں کے مقابلہ میں اللہ کے ساتھ پیغمبر کا تعلق کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ بلکہ عبادت میں بھی پیغمبر ولیوں سے بہت آگے ہوتے ہیں۔ وہ تو ان کی عبادت تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔

تو ولایت کے مقام کو سامنے رکھتے ہوئے صوفی آدمی کا ذہن رسول اور پیغمبر کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا جو تعلق ہے اس سے غافل ہو گیا اور یہ بات بنانا شروع کر دی۔

رسول کے اندر دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور لوگوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے اور یہ تعلق بھی اعلیٰ درجے کا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی' کمی اور خلل نہیں۔

جبکہ عابد صرف عبادت گزار ہے اور اللہ اللہ کر رہا ہے کائنات کا اسے پتہ ہی نہیں کوئی گمراہ ہو رہا ہے تو ہو' کوئی شرک کر رہا ہے تو کرے۔ اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ صرف وہ عبادت کرنے لگا ہے۔ اس کا تعلق صرف عبادت والا ہے۔ دوسرا کام جو لوگوں کی اصلاح والا کام تھا وہ تو یہ کرتا ہی نہیں۔ تو مقام اس کا کیسے بلند ہو گیا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ولی اتنی دیر تک ولی نہیں بن سکتا اور عبادت گزار کی عبادت اتنی دیر تک قابل قبول نہیں ہو سکتی جتنی دیر تک رسول کی رسالت پر ایمان نہ لے آئے۔ تو جب رسول کی رسالت پر ایمان کے بغیر اس کی عبادت کا اعتبار ہی نہیں تو رسالت سے اس کا مقام اونچا کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر جتنی دیر پیغمبر کی اطاعت نہ کرے آپ کے طریقے کے مطابق زندگی بسر نہ کرے اتنی دیر تک تو وہ ولی بن ہی نہیں سکتا اب پیغمبر سے افضل کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ یونس' آیت ۶۲) ''کہ اللہ کے جو ولی ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔'' ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ ﴾ (ایضاً' آیت:۶۳) ''ولی وہ ہیں جن کے اندر ایمان ہے اور تقویٰ ہے۔'' ایمان نہیں تو ولی نہیں۔ تقویٰ نہیں تو ولی نہیں۔ تو ایمان اور تقویٰ کے بغیر جو اعمال ہیں ان کا تو سرے سے اعتبار ہی کوئی نہیں وہ اب اونچا کس طرح ہو جائے گا اس لیے یہ خام خیالی ہے اور غلط نظریہ ہے۔

ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور خضر علیہ السلام ولی تھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام سفر کر کے خضر کے پاس گئے۔ تو پیغمبر علیہ السلام سفر کر کے ولی کے پاس جاتا ہے تو پھر ولیوں کا مقام پیغمبروں سے اونچا ہوا؟

لیکن اس قسم کی دلیل پیش کرنے والے دراصل سمجھے نہیں کیونکہ خضر علیہ السلام بھی اللہ کے پیغمبر تھے۔ قرآن کے اندر آرہا ہے ﴿ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ﴾ (سورۃ الکھف' آیت:۸۲) ''وہ تین کام جو انہوں نے کیے تھے ان کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے اختیار اور اپنی طرف سے نہیں کر رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں کر رہا ہوں۔ تو اللہ کی طرف سے ان پر وحی نازل ہوتی تھی۔ صحیح بخاری کے اندر ہے خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک علم عطا فرمایا ہے وہ تمہیں نہیں عطا فرمایا۔ اور تمہیں بھی اللہ نے علم عطا فرمایا ہے وہ مجھے نہیں عطا فرمایا۔ تو پتہ چلا کہ دونوں اللہ کے نبی تھے۔ دونوں پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوتی تھی۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ایسا علم عطا فرمایا جو خضر علیہ السلام کے پاس نہیں تھا اور خضر علیہ السلام کو ایسا علم عطا فرمایا جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں تھا' اس سے یہ بات نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلتی کہ ولی کا مقام اونچا ہے۔

ہاں یہ بات نکلتی ہے کہ ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر سے بسا اوقات فضیلت رکھتا ہے۔ اور خضر علیہ السلام کی اس بات سے یہ بات نکل رہی ہے کہ مِنْ وَجْہٍ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے افضل تھے۔ اور مِنْ وَجْہٍ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام سے افضل تھے۔ قرآن مجید کے اندر ہے ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۲۵۳) ''کہ پیغمبروں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دے دی ہے۔ ان میں سے بعض سے اللہ ہم کلام ہوا ہے اور بعض کے درجات بلند فرما دیئے ہیں۔'' دوسرے مقام پر فرمایا ﴿وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝﴾ (سورۃ بنی سرائیل' آیت:۵۵) تو انبیاء کرام کے درمیان درجات کا یہ تفاوت ہے کہ ایک کا مقام زیادہ' دوسرے کا اس سے زیادہ اور بلند اور تیسرے کا اس سے بھی بلند۔ یہ فرق تو ہے لیکن یہ بات کہ کسی ولی کا' کسی امتی کا مقام' پیغمبر سے اونچا ہو جائے کتاب وسنت میں اس کی دلیل کوئی نہیں۔ صوفیوں نے از خود اپنی دکان چمکانے کے لیے یہ بات بنالی ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۱۸) بروز پیر

عبادت میں جنت کے حصول اور جہنم سے بچنے کی نیت کرنا اخلاص کے منافی نہیں۔ بلکہ جائز اور درست ہے

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اپنی عبادت اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور اپنا توکل پیش کرتا ہے۔ ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝﴾
اس مقام پر صرف عبادت کا ذکر ہے۔ آگے تلاوت کرنے والے کی اس عبادت سے کیا غرض ہے اس جگہ اس کا ذکر نہیں آیا۔ دوسری آیتوں اور احادیث کے اندر اغراض کا بھی ذکر ہے۔ کئی اپنے آپ کو پارسا سمجھنے والے اور تصوف کی منزلیں طے کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر عبادت کرنے والے کی غرض عبادت کرنے سے یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے ثواب عطا فرمائے۔ جنت میں داخل کر دے اور جنت کے انعامات مجھے عطا کر دے تو اس کی عبادت (نماز یا کوئی اور عبادت) باطل ہو جائے گی۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ
اسی طرح لکھتے ہیں کہ اگر عبادت گزار کا یہ مقصد ہو کہ اللہ کے عذاب سے میں بچ جاؤں، جہنم اور دوزخ سے میں محفوظ ہو جاؤں۔ دوزخ کی آگ اور وہاں جو طرح طرح کے دکھ ہیں اللہ مجھے ان سے بچالے۔ عبادت کرتے ہوئے اگر یہ غرض وہ رکھے گا تو پھر بھی اس کی عبادت کالعدم ہی ہے۔

اور اگر عبادت کرنے سے یہ غرض ہو کہ اللہ کے ہاں میرا مقام بلند ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ مجھے شرف عطا فرمائیں گے تو پھر بھی اس کی عبادت میں خلل آ جائے گا۔ بزعم خویش اس نظریے کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝﴾ (سورۃ الکوثر، آیت:۲) ''اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''
نماز، قربانی یا دوسری کوئی عبادت ہو تو غرض یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ اگر اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ ہو تو پھر اس کی عبادت صحیح ہوگی۔ ایک اور آیت پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۱۶۳) ''فرمادیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

ان ساری عبادات کے اندر مقصود صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ذات گرامی ہو تو کہتے ہیں کہ پھر عبادت صحیح ہوگی وگرنہ عبادت کے اندر خلل ہے یا بالکل ختم ہو جائے گی۔

نمازی جس وقت تشہد کے لیے بیٹھتا ہے تو ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ'' کہتا ہے۔ کہ بدنی' زبانی اور مالی عبادتیں سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ تو یہاں بھی ''لِلّٰهِ'' آ رہا ہے اس لیے اللہ رب العالمین کی ذات گرامی اس کا مقصود ہونا چاہیے۔

ان چند آیتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات کہہ دی گئی اور دوسری آیات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ جن کے اندر دوسری چیزوں کا بھی ذکر آ رہا ہے۔

اگر عبادت گزار اس بات کا ارادہ کر لے اور نیت بنا لے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے اللہ مجھے دوزخ و جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائے اور مجھ سے خوش ہو جائے اور اللہ کے ہاں میرا مقام بن جائے نیک لوگوں میں مجھے شامل کر دے اور ان کا ساتھ مجھے نصیب ہو جائے تو ان چیزوں سے بھی اس کی عبادت میں خلل نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی عبادت اس کی باطل ہو گی۔ اور نہ ہی یہ چیزیں اللہ کے مقصود ہونے کے منافی ہیں۔ بلکہ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ ہی اس کا مقصود ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کے اندر اللہ رب العالمین فرماتے ہیں ﴿ وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:۱۳۳) ''کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔'' دوسرے مقام میں ہے ﴿ سَابِقُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ ﴾ (سورۃ الحدید' آیت:۲۱) ''کہ اللہ کی بخشش اور جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو سبقت لے جاؤ'' ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝﴾ (سورة التوبة' آیت: ۱۱۱) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اور عوض میں مومنوں کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں۔ اللہ کی راہ میں وہ قتال کریں گے اور دشمنان اسلام کو وہ قتل کریں گے اور خود شہید ہو جائیں گے۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے' تورات اور انجیل اور قرآن کے اندر۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ جو تم نے سودا کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور یہ بڑی عظمت والی اور شان والی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جان مال اور اللہ کی راہ میں شہادت کا بدلہ' عوض' جنت کو قرار دے رہے ہیں' ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ وعدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں اللہ کی راہ میں لڑ کر شہید ہو جاؤں' تو جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ کھجوریں ہاتھ میں تھیں یہ سوچ کر کہ اس کو کھاتے کھاتے وقت لگ جائے گا' وہیں کھجوریں پھینک کر دشمن پر حملہ کر کے اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔

اب وہ صحابی جنت کے بارہ میں مسئلہ پوچھ کر لڑا ہے جنت کے حصول کے لیے ہی وہ لڑا ہے اور آپ ﷺ نے جنت کی بشارت بھی سنائی ہے تو کیا اس کی شہادت اور اس کا جہاد باطل ہو گیا؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

اگر اس طرح کا ارادہ کوئی کر لے' تو عبادت میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ ہی یہ اس بات کے منافی ہے کہ للّٰہیت اس میں نہیں پائی جاتی۔ یا مقصود اب اللہ تعالیٰ نہیں رہے۔ کیونکہ ثواب دینا' جنت میں داخل کرنا' عذاب سے بچانا' یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے۔ تو یہ بے سمجھی ہے کہ اگر یہ اغراض ہوں تو مقصود اللہ تعالیٰ نہیں رہتا۔ ایمان والوں کی دعا اللہ رب العالمین نے قرآن میں نقل کی ہے (اور دعا بھی تو عبادت ہی ہے) ﴿رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۱۹۴) ''اے ہمارے پروردگار! کہ ہمارے ساتھ جو وعدہ تو نے اپنے پیغمبروں کی زبان پر فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت والے دن ہمیں رسوائی سے بچا۔'' اب دعا جو کہ عبادت ہے مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ہم سے وعدہ فرمایا وہ ہمیں عطا کر۔ اور وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ جنت کا ہے' راضی ہونے کا ہے۔ وعدہ یہ کیا ہے کہ جہنم اور دوزخ کے عذاب سے بچالوں گا۔﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ (سورة التوبة' آیت:٧٢) یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝﴾(سورة الكهف' آیت:١٠٧) اور کئی مقامات پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص باقاعدگی کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتا ہے تو اللہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

تو کیا دعا میں جو کچھ طلب کر رہے ہیں اور دعا ہے بھی عبادت تو کیا خیال ہے کہ ان کی دعا اور عبادت باطل ہو گئی؟ نعوذ باللہ من ذلک

دعا اور عبادت باطل نہیں ہوتی بلکہ دراصل یہ ان لوگوں کی نادانی اور بے سمجھی ہے کہ کتاب وسنت کو صحیح معنوں میں سمجھ نہیں سکے۔ قرآن کے اندر دعا ہے﴿ رَبَّنَآ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾(سورة البقرة' آیت:٢٠١) رسول کریم ﷺ عام طور پر یہ دعا کرتے رہتے' اور طواف کرتے ہوئے جس وقت رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔

تو کیا یہ سب کچھ باطل ہو گیا ہے کہ چونکہ اس میں جہنم کے عذاب سے بچاؤ کی دعا کر رہا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق اللہ نے نقل فرمایا ہے﴿ يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۔ وَّكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ ۝﴾(سورة الأنبياء' آیت:٩٠) ''پیغمبر ہم سے دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ کے عذاب کا ان کو ڈر بھی ہے اور اللہ کی رضا اور اس کے انعامات میں ان کو رغبت بھی ہے۔

رغبت رکھتے ہوئے اور اس ڈر کی خاطر ہم سے دعا کرتے تھے۔ تو کیا ان کی یہ دعائیں رائگاں ہوئیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ﴾ (سورۃ الزخرف' آیت: ۷۲) ''جنتیوں سے کہا گیا ہے کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے عملوں کے باعث ہے۔'' ابن ماجہ کے اندر حدیث ہے کہ ایک بدوی آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا کہ اے اللہ کے پیغمبر ﴿ أَمَا إِنِّي لَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ ﴾ کہ آپ اور معاذ نماز کے اندر کچھ گن گن کرتے ہیں تو وہ گن گن میں اچھی طرح نہیں کر سکتا۔ ہاں اتنا ہے کہ اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿حَوْلَهُمَا نُدَنْدِنُ﴾ کہ ہم دونوں بھی جنت اور دوزخ کے ارد گرد گن گن کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ہم بھی جنت کا ہی سوال کرتے ہیں اور جہنم اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نماز کے اندر اور دعاؤں میں یہ چیزیں ذکر کر رہے ہیں تو کیا یہ نماز یا دعا نعوذ باللہ باطل ہوگئی؟

سورۃ الفرقان کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات کثیرہ بیان کی ہیں۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ﴿ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ ﴾ (سورۃ الفرقان' آیت: ۶۵) ''کہ رب ہمارے ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے اور دور کر دے۔'' رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ آخری تشہد سے جب فارغ ہو جاؤ تو چار چیزوں سے پناہ طلب کیا کرو۔ جہنم و دوزخ کے عذاب سے' قبر کے عذاب سے' موت اور زندگی کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز کے اندر قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

نماز کے اندر یہ دعا مانگ رہے ہیں تو نماز بھی عبادت ہے اور دعا بھی عبادت ہے۔ جہنم و دوزخ سے پناہ طلب کر رہے ہیں اور جنت طلب کر رہے ہیں تو کیا خیال ہے کہ اس نماز اور دعا میں کوئی خلل اور نقصان تھا جس طرح یہ پارسا اور صوفی لوگ کہہ رہے ہیں۔ نہیں کوئی خلل اور نقصان نہیں بلکہ خلل ان کے حواس اور دماغ میں ہے۔

عبادت میں ریاکاری نہیں ہونا چاہیے: ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ عبادت یا کوئی بھی نیکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہو تو ریا کاری اس میں نہ آئے۔ اللہ کے علاوہ دوسروں کو خوش کرنا' اپنی نیکی کی لوگوں پر دھاک بٹھانا' یا لوگوں میں مشہور بننے کی غرض رکھنا۔ اس قسم کی میلی نیتیں صحیح نہیں۔ اگر اس طرح کی نیتیں رکھے گا تو پھر واقعی اس کی عبادت میں خلل آئے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کی عبادت رائیگاں ہی چلی جائے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ﴾ "کہ اعمال نیتوں اور اخلاص کے ساتھ ہیں۔" للّٰہیت اور اخلاص اگر ہے تو عمل ہے اور اگر اخلاص اور للّٰہیت نہیں تو پھر عمل کوئی نہیں تو جنت کا حصول' جہنم و دوزخ سے پناہ وغیرہ' للّٰہیت اور اخلاص کے منافی نہیں۔ اگر یہ چیزیں منافی ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ نہ ان کا ارادہ کرتے اور نہ نیت میں یہ چیزیں رکھتے۔ اور نہ اللہ کے نیک بندے یہ چیزیں نیت میں رکھتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ تمہارے دلوں اور عملوں پر ہے۔ اس لیے دل کی کیفیت کو درست بناؤ۔ کہ اس میں للّٰہیت ہو اور رضا ہو اور اللہ کے حکم کی تعمیل ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ عمل نیک ہو کہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کے رسول ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت: ۲۷) "مخلص اور متقی لوگوں کی نیکیاں ہی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر فرمایا ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝ ﴾ (سورۃ الکہف' آیت: ۱۱۰) "جو تم سے اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے وہ نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔" بہت سارے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ریا کاری ہے یعنی اللہ کی عبادت میں ریا کاری سے بچے۔ کیونکہ اگر دکھلاوا اس کا مقصد ہو گا اور دوسروں کو خوش کرنا مقصد ہو تو دوسرے اللہ کے شریک بن جائیں گے۔ حافظ منذری رحمہ اللہ نے "ترغیب و ترہیب" کے اندر ایک حدیث ذکر کی ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں پوچھا ((مَا يُبْكِيكَ؟ يَا مُعَاذُ)) تو فرمانے لگے (حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ) کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی وہ یاد آ گئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو رونے لگا ہوں۔ وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿اَلْیَسِیْرُ مِنَ الرِّیَآءِ شِرْکٌ﴾ ”معمولی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔“

چند ایسی نیتیں جو اخلاص کے منافی نہیں: تو عبادت گزار ریاکاری سے بچے اس لیے کہ اس سے للّٰہیت اور اخلاص الٰہی والی صفات ختم ہو جاتی ہیں۔ تو اگر جنت، ثواب، اور جہنم سے بچنے کی نیت کرے گا۔ تو یہ چیزیں اخلاص اور للّٰہیت کے منافی نہیں ہیں۔

حج بہت بڑی عبادت ہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حج مبرور کی جزا جنت ہے۔ اور جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی بات، اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو شریعت کے خلاف ہو اور احرام کی پابندیوں کے خلاف ہو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ شخص گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جس طرح آج اس کو ماں نے جنا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (سورۃ البقرۃ، آیت:۱۹۸) ”کہ اگر حج کرنے گئے ہو اور تجارت بھی کر لو خرید و فروخت بھی کر لو تو تم پر کوئی حرج نہیں۔“ جب تجارت کرنے کی اجازت ہے تو تجارت کا ارادہ بھی کر سکتا ہے۔ تجارت کا ارادہ کرنے سے یہ تو نہیں کہ وہ حج باطل ہو جائے گا۔

ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا حج اور عمرہ، اس آدمی کے حج اور عمرے سے نہیں ملتا یا درجہ تھوڑا سا کم ہے۔ جو صرف حج اور عمرے کے لیے گیا ہو تجارت اور خرید و فروخت کے لیے نہیں گیا۔ لیکن اس کا حج اور عمرہ ہوا ہی نہیں یہ بات درست نہیں۔

اسی طرح اللہ نے نیک بندوں کی دعائیں نقل فرمائی ہیں ﴿وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ۝﴾ (سورۃ النمل، آیت:۱۹) ”کہ یا اللہ! مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما دے۔“ ﴿وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ۝﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:۱۹۳) ”نیکوں کا ساتھ ہمیں نصیب فرما دے۔“ اللہ نے اس قسم کی دعائیں پیغمبروں کی بھی نقل فرمائی ہیں۔ یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں ﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ۝﴾ (سورۃ یوسف، آیت:۱۰۱) ”یا اللہ! میری موت اسلام پر آئے اور نیکوں کا ساتھ مجھے نصیب فرما ان کے ساتھ مجھے ملا دے۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض' عبادت کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا والی غرض' خاص اللہ کے لیے یہ عبادت کر رہا ہوں' یہ غرض درست اور صحیح ہے اور اگر جنت اور جنت کے انعامات حاصل کرنے کی نیت کر لے گا' تو یہ بھی للّٰہیت کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح جہنم کے عذاب سے بچنے کی نیت کر لے' تو یہ بھی اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اور یہ بھی اخلاص کے منافی نہیں کہ اگر صالحین' شہداء اور پیغمبروں کے ساتھ والی نیت کر لی جائے۔

تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی عبادت اور اپنا توکل پیش کرتے ہیں۔ اور بعد میں ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ دعا کرتے ہیں۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ جو اللہ کی عبادت کر رہا ہے اور حمد و ثناء کر رہا ہے تو اس میں اس کی کئی غرضیں ہیں ان میں سے ایک غرض یہ ہے کہ صراط مستقیم اس کو نصیب ہو جائے۔ اب کہنا کہ اس غرض کی وجہ سے اس کی یہ تلاوت اور عبادت رائیگاں چلی گئی کوئی انصاف والی بات نہیں۔

قرآن مجید کی بعض آیتیں لے کر اور رسول کریم ﷺ کی بعض حدیثیں لے کر اس کا غلط مطلب نکالنا شروع کر دے۔ باقی ساری آیتیں اور حدیثیں پس پشت ڈال دے یہ کوئی ایمان داری نہیں' نہ کوئی تصوف ہے۔ اور نہ ہی اللہ کے پاس پہنچانے والی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچانے والی باتیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جو جنت میں پہنچاتی ہیں اور ایک دوزخ میں پہنچانے والی باتیں۔ متصوفہ کی یہ بات دوزخ میں پہنچانے والی بات تو ہو سکتی ہے' جنت پہنچانے والی بات نہیں بن سکتی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے یا اللہ! جنت کی طرف قریب کرنے والی باتوں اور عملوں کی توفیق عطا فرما۔ اور جہنم اور دوزخ سے بچانے والے اعمال اور اقوال کی توفیق عطا فرما!

تو یہ کہنا کہ مقصود صرف اور صرف اللہ کی ذات گرامی ہو پھر عبادت درست ہے اگر اللہ کی رضا بھی نیت میں لے آئے گا تو نیکی اس کی برباد ہو جائے گی تو دراصل یہ اپنے آپ کو برباد کرنے والی بات ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹/۵/۱۹۹۸) بروز منگل

صراط مستقیم کی ہدایت بہت اہم معاملہ ہے

سورۃ الفاتحہ کا قاری پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہے پھر اپنی عبادت اور توکل پیش کرتا ہے اس کے بعد رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ ''یا اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما دے۔'' اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدھے راستے کی ہدایت کو اللہ سے طلب کرنا بہت اہم ہے۔ کیونکہ تلاوت کرنے والے نے مال کا مطالبہ نہیں کیا۔ آل اولاد کا مطالبہ نہیں کیا اور دنیا کے ساز وسامان میں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ صراط مستقیم کی ہدایت کا مطالبہ کیا ہے۔

صراط مستقیم سے کیا مراد ہے: اہل علم اور مفسرین کرام کے اس بارہ میں کئی اقوال ہیں کہ صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟

صراط مستقیم کی ایک تفسیر قرآن مجید کی گئی ہے: بعض علماء صراط مستقیم کی تفسیر کتاب اللہ سے کرتے ہیں۔ یعنی صراط مستقیم سے مراد قرآن مجید ہے۔

انسان اپنے عقیدے اور عمل کو قرآن مجید کے مطابق بنا لے اسی طرح اپنی گفتار اور اپنے اخلاق کو قرآن مجید کے مطابق بنا لے تو وہ سمجھ لے کہ صراط مستقیم پر وہ گامزن ہو گیا ہے۔ باطل سے وہ بچ گیا ہے اور حق کو اس نے اپنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۹) ''قرآن مجید اس راستے کی راہنمائی کرتا ہے جو بہت زیادہ ٹھوس' محکم اور قائم ہے۔' اور بہت زیادہ سیدھا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔'' ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۱۸۵) ''کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔'' انسان جس وقت اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ قرآن کے موافق بنا لے گا تو ہدایت اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیب ہوگئی۔ اسی لیے کئی مفسرین اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صراط مستقیم کی تفسیر قرآن مجید فرمائی ہے۔

قرآن مجید پر آدمی ایمان لے آئے تو لامحالہ نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کو وہ تسلیم کرلے گا۔ حدیث وسنت رسول ﷺ کو وہ تسلیم کرے گا۔ اس لیے کہ قرآن مجید نے جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ اور آپ ﷺ کو نمونہ قرار دیا ہے۔ تو کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے حکموں کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور نہ ہی آپ ﷺ کے طریقوں پر عمل کرتا ہے تو اب وہ متبع اور مطیع رسول ﷺ تو نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کو نمونہ سمجھ رہا ہے تو قرآن مجید کو اس نے کس طرح تسلیم کیا۔

بہرحال قرآن کریم کے ماننے کے اندر سنت اور حدیث بھی آجاتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگاتی ہیں اور بدن کے کسی حصے میں سرمہ بھرواتی ہیں۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ قرآن مجید کے اندر ہے ام یعقوب رضی اللہ عنہا بی بی کہنے لگی کہ میں نے قرآن مجید سارا پڑھا ہوا ہے یہ چیز مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اگر تو قرآن مجید پڑھی ہوتی تو یہ چیز تمہیں قرآن میں مل جاتی۔ کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ﴿ وَمَآ آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (سورۃ الحشر' آیت:۷) "جو چیز رسول اللہ ﷺ تمہیں دے دیں اس کو لے لو اور جس چیز سے رسول اللہ علیہ السلام ﷺ منع فرمادیں تو اس سے منع ہو جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ کا دین کے ساتھ تعلق رکھنے والا حکم یا عمل' گویا کہ قرآن مجید کے اندر موجود ہے۔ کیونکہ قرآن کے اندر رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا حکم دے دیا گیا ہے۔ فرمایا﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (سورۃ الأعراف' آیت:۱۵۸) اسی طرح فرمایا﴿ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ . ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۱۵٤) "کہ فرما دیجیے کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ (اشارہ قرآن اور حدیث کی طرف ہے) اسلام میرا سیدھا راستہ ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت دو ہی چیزیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ دو ہی چیزیں چھوڑ گئے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جتنی دیر تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ہدایت پر رہو گے۔

((كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ نَبِيِّه)) ''اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔''

تو فرمایا کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے (فَاتَّبِعُوْهُ) (ایضاً) اس کا اتباع کرو (وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ) (ایضاً) اور دوسرے راستوں کا اتباع نہ کرو۔ (فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ) (ایضاً) کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا ہو جاؤ گے الگ تھلگ ہو جاؤ گے۔

جو لوگ قرآن اور رسول اللہ ﷺ والا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کے طریقے پر چلتے ہیں اللہ نے ان کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ ﴾ (سورة الفرقان' آیات: ۲۷-۲۹) ''ظالم قیامت کے دن اپنے ہاتھوں کو منہ کے ساتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں رسول (ﷺ) کے ساتھ اپنا راستہ اختیار کرتا۔ اے کاش! افسوس! کہ فلاں کو میں خلیل نہ بناتا (خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جو انتہائی پکا اور بڑا گہرا دوست ہو جس کی محبت میں آ کر اپنی خواہشیں بھی آدمی چھوڑے) کہ میرے پاس ذکر آنے کے بعد اس فلاں نے مجھے بھٹکا دیا اور صحیح راستے سے ہٹا دیا اور گمراہ ہی کر دیا۔''

اللہ کے رسول وحی کے بغیر نہیں بولتے: تو گزارش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے صراط مستقیم کی تفسیر قرآن کریم سے کی ہے ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سنت اور حدیث صراط مستقیم نہیں۔ اس لیے کہ حدیث اور سنت قرآن کے اندر ہی آ جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن نے پیغمبر کی اطاعت کا حکم دیا ہے بلکہ فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (سورة النساء' آیت: ٦٤)

ایک مقام پر فرمایا ﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (ایضاً' آیت: ۸۰) جو رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔'' تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت اس لیے ہے کہ حقیقت میں رسول اللہ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور جو بھی آپ ﷺ کا طریقہ ہے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ اور وحی کے ذریعے آپ ﷺ نے اختیار فرمایا ہے۔ اللہ نے فرمایا ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ○﴾ (سورة النجم' آيات: ١ـ٤) ''اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وحی ہوتی ہے تو پھر بولتے ہیں۔''

بسا اوقات نبی کریم ﷺ سے کوئی سوال کرتا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں خاموشی اختیار کرتے اور وحی کا انتظار کرتے۔ جس وقت وحی آ جاتی تو پھر جواب دیتے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (صحیح بخاری میں ہے) کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کچھ یہودی ملے۔ آپس میں کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ سے کچھ سوال کر لیں بعض نے کہا کہ سوال نہ کریں۔ اس لیے کہ اگر سوال کر لو اس کے جواب میں تمہیں ایسا جواب دے دیں جو تمہیں ناگوار گزرے تو کیا فائدہ۔ دوسرے بضد ہو گئے کہ سوال ضرور کرنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''مَا الرُّوحُ؟'' کہ روح کیا چیز ہے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے اور آپ پر وحی والی کیفیت طاری ہو گئی۔ جس وقت وہ کیفیت ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے پھر ان کے سوال کا جواب دیا اور آیت سنا دی جو اس وقت وحی کی گئی تھی۔

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا ○﴾ (سورة بنى اسرائيل' آيت: ٨٥)

''کہ آپ سے روح کے بارہ میں سوال کرتے ہیں فرما دیجیے کہ وہ امر ربی ہے اور تمہیں تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔'' مطلب ہے کہ روح کی حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے اتنی بات ہی یاد رکھو کہ یہ امر ربی ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ایک آدمی آیا جس نے حالت احرام میں خوشبو بھی لگائی ہوئی تھی اور جبہ بھی پہنا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ شخص اب کیا کرے؟ صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی والی کیفیت طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کو رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب دیا کہ اس جبہ کو اتار دو کیونکہ قمیص اور جبہ محرم آدمی نہیں پہن سکتا۔ (رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم آدمی کونسا لباس پہن سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ پگڑی نہ پہنے شلوار نہ پہنے، قمیص نہ پہنے اور ایسا کپڑا بھی نہ پہنے جس کو زعفران اور ورس بوٹی لگی ہو۔ ہاں جس کو ازار اور چادر نہیں ملتی تو پھر وہ شلوار پہن سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ محرم قمیص نہ پہنے اور جبہ قمیص کی صورت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبہ نہ پہنے تو قمیص جبے کی ہی صورت ہے۔ فرمایا یہ جبہ اتار دو۔

تنبیہ: کئی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر جبہ کو اس طرح سر کی جانب سے اتارے گا تو اس کا سر ڈھک جائے گا یعنی سر اس کا ڈھک جائے گا اور احرام کی حالت میں تو' سر کو ننگا رکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے جبہ یا قمیص نہ اتارے۔ بلکہ جبہ یا قمیص کو چاک کر کے پھاڑ کر اتارے۔ تاکہ سر اس کا نہ ڈھکے۔ لیکن یہ مسئلہ درست نہیں اس لیے کہ آپ ﷺ کو بھی علم تھا کہ محرم آدمی نے سر کو ننگا رکھنا ہوتا ہے۔ سر کو چھپا نہیں سکتا تو آپ ﷺ کا ہی فرمان تھا کہ پگڑی نہ پہنے۔ لیکن اس آدمی کے متعلق فرمایا کہ وہ جبے کو اتار دے۔ اور اگر اتارتے ہوئے محرم شخص کا سر چھپ جائے تو اس میں حرج والی بات نہیں۔ کیونکہ وہ احرام کی اصلاح کر رہا ہے۔ تو اب جبے یا قمیص کو چیر پھاڑ کر اتارنے کا مسئلہ بیان کرنا ٹھیک نہیں اس لیے کہ اس میں مال کا ضیاع بھی ہے۔ اور آپ ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ تو اگر کسی کو علم نہیں اور لاعلمی کی وجہ سے اس نے جبہ وغیرہ پہن لیا تو اس کو چیرنے کی ضرورت نہیں بلکہ سر کی جانب سے اتار سکتا ہے۔ اور خوشبو جو اس نے لگائی تھی اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو تین دفعہ دھو لے۔

الغرض یہ مسئلہ کہ محرم آدمی نے اگر خوشبو لگا لی تو تین دفعہ اس کو دھو ڈالے اور اگر لاعلمی کی وجہ سے جبہ قمیص پہن لیا ہے تو اس کو اتار دے قرآن کریم میں کوئی نہیں ہے۔ ہاں حدیث میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے آپ ﷺ نے یہ مسئلہ بتایا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام قرآن میں نہیں اور وہ دین کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح نہیں کروائی تو وہ بھی وحی ہیں۔ اور من جانب اللہ ہیں۔ تو رسول اللہ کی اطاعت' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اسی لیے ہے کہ وہ وحی ہے۔ دین کے سلسلے میں آپ ﷺ جو بات کریں وہ وحی ہی ہے۔ قرآن میں آجائے تو پھر بھی وحی ہے۔ سنت اور حدیث کے اندر آجائے تو پھر بھی وحی ہے۔

اس ساری تفصیل سے یہ مقصد ہے کہ صراط مستقیم سے قرآن کریم جو مراد لیا گیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث اور سنت صراط مستقیم سے خارج ہو گئے ہیں۔ بلکہ صراط مستقیم کے اندر حدیث وسنت شامل ہیں اور قرآن کریم میں اس کی اتباع اور اطاعت کرنے کی تاکید ہے اور حکم ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۰) بروز بدھ

صراط مستقیم سے قرآن مجید مراد لینے والے اصحاب

صراط مستقیم پر بات چیت ہو رہی تھی۔ کہ اہل علم کے اس بارہ میں کئی ایک اقوال ہیں ان میں سے ایک قول پر گفتگو ہو چکی ہے۔ کہ صراط مستقیم سے مراد اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ یہ تفسیر آپ ﷺ سے بھی بیان کی جاتی ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم قرآن کریم ہے چنانچہ ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ اور ابن جریر طبری نے اپنی تفسیروں میں علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ كِتَابُ اللّٰهِ)

مسند امام احمد اور ترمذی شریف کے اندر علی رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث ہے۔ اس میں قرآن کریم کی بہت ساری فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ اور وہ روایت نبی کریم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کے فضائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿ هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَ هُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ ﴾ "یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور ذکر حکیم ہے۔" آگے جا کر فرمایا ﴿ وَ هُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ ﴾ "قرآن مجید صراط مستقیم ہے۔" ان دونوں روایتوں کے اندر یہ بات رسول اللہ ﷺ سے نقل کی گئی ہے کہ صراط مستقیم اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید صراط مستقیم ہے۔

مگر یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کی سندوں میں حارث اعور راوی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔ ناقابل احتجاج ہے۔ بلکہ امام مسلم نے صحیح کے مقدمے کے اندر عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے۔ (عامر شعبی بہت بڑے محدث ہیں' تابعی ہیں' امام مسلم رحمہ اللہ نے اصول میں ان سے صحیح مسلم میں حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری رح نے موضوع کتاب کے اندر عامر شعبی کی حدیثیں نقل کی ہیں) اس لیے مرفوعاً یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے اندر بہت بڑے ماہر تھے۔ اور ان چار بزرگوں میں یہ بھی شامل ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن ان سے سیکھو اور پڑھو۔ یہ فرماتے ہیں: "اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ كِتَابُ اللّٰهِ" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ سفیان ثوری منصور سے وہ ابووائل سے اور ابووائل ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں یہ سب راوی بخاری مسلم کے راوی ہیں۔ گویا شرط شیخین پر ہے۔

صراط مستقیم کی دوسری تفسیر "الاسلام" سے کی گئی ہے: صراط مستقیم کی دوسری تفسیر اہل علم "اَلْاِسْلَامُ" سے کرتے ہیں۔ یعنی صراط مستقیم سے مراد "اسلام" ہے۔ جو اسلام کو اپنا لے سمجھ لو کہ وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے یہ تفسیر ابن عباس، ابن مسعود، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے منقول ہے اور ثابت ہے۔ یہ کہا کرتے تھے: "اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الْإِسْلَامُ" محمد بن حنفیہ ابن علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "اَلصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ دِينُ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ غَيْرَهُ" کہ صراط مستقیم اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے کہ اس دین کے علاوہ اللہ اپنے بندوں سے کوئی دین قبول نہیں کرتے۔ وہ دین کونسا ہے؟ قرآن کے اندر ہے:

﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: ۸۵) اسلام کے علاوہ کوئی دین کوئی مذہب اللہ کے ہاں قابل قبول ہے ہی نہیں۔ اور دین اسلام صراط مستقیم کیوں نہ ہو وہ دین فطرت ہے۔ ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾ (سورۃ الروم، آیت: ۳۰) صحیح بخاری وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ (كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ) بعض روایتوں میں (أَوْ يُشْرِكَانِهِ) کے لفظ بھی آئے ہیں۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اور یا مشرک بنا لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر والدین یہودی ہیں تو بچہ پھر یہودی سمجھا جاتا ہے اگر نصرانی ہیں تو بچہ نصرانی اور اگر مجوسی ہیں تو مجوسی۔ اس زمانہ کے جو موٹے موٹے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافر تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے نام گنوائے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر والدین مسلم ہوں تو پھر وہ مسلم۔ کیونکہ اسلام فطرت کے اندر آ گیا ہے۔ (کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ) اور فطرت سے مراد اسلام ہے یعنی ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ ماحول اگر اس پر اثر انداز نہ ہو تو جس وقت سمجھ دار ہو جائے تو وہ فطرتِ اسلام پر ہوتا ہے۔ دین اسلام دین فطرت ہے اور جب دین فطرت ہے تو صراط مستقیم تو اس نے ہونا ہی ہے۔

یہ تفسیر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ مسند امام احمد میں حدیث ہے۔ ابن ابی حاتم، ابن جریر طبری اور ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی نقل فرمائی ہے۔ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا وَ عَلٰی جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِیْھِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَ عَلَی الْأَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاۃٌ) ”کہ اللہ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کے کناروں پر دو دیواریں ہیں ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور ان پر لٹکے ہوئے پردے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ((وَ عَلٰی بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ یَدْعُو النَّاسَ)) ”کہ صراط مستقیم کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا ہے جو لوگوں کو دعوت دے رہا ہے۔“ ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصِّرَاطَ وَ لَا تَعْوَجُّوْا ﴾ ”کہ اے لوگو! اس سیدھے راستے میں داخل ہو جاؤ اور ادھر ادھر مت ہو ٹیڑھا پن مت اختیار کرو۔“ ﴿ وَ فَوْقَ الصِّرَاطِ دَاعٍ ﴾ اور راستے کے اوپر بھی دعوت دینے والا لوگوں کو بلا رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت انسان ان پردوں کو اٹھا کر اندر جانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو آواز آتی ہے اس دروازے کے اندر داخل نہ ہو۔ ان پردوں کو نہ اٹھاؤ اگر اٹھاؤ گے تو اس کے اندر داخل ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے پھر وضاحت فرمائی ((فَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ وَالسُّوْرَانِ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَۃُ مَحَارِمُ اللّٰہِ ۔ وَالدَّاعِيْ عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ کِتَابُ اللّٰہِ وَالدَّاعِيْ فَوْقَ الصِّرَاطِ ھُوَ وَاعِظُ اللّٰہِ فِيْ قَلْبِ کُلِّ مُسْلِمٍ)) ”کہ وہ سیدھا راستہ اسلام ہے اور وہ دو دیواریں اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور وہ دروازے جن پر پردے لٹکے ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور راستے کے سر پر جو داعی کھڑا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور راستے کے اوپر جو داعی ہے وہ ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا واعظ ہے کہ جس وقت وہ کوئی غلط کام کرنے لگتا ہے تو وہ اس کو ملامت کرتا ہے کہ یہ کام مت کرو۔"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان کر کے یہ بات واضح کر دی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔ ﴿فَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ﴾ اور اس حدیث کی سند بھی بہت اچھی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے۔

صراط مستقیم کی تفسیر اسلام ایسی تفسیر ہے کہ باقی جتنی تفسیریں ہیں وہ اس کے اندر آ جاتی ہیں: پہلی تفسیر یعنی صراط مستقیم کی تفسیر قرآن کریم جو ... نے کی ہے وہ بھی اسلام کے اندر ہی ہے۔ وہ اسلام سے باہر تو نہیں ہے۔ جو شخص اسلام قبول کرے گا تو وہ قرآن کریم پر بھی ایمان لائے گا۔ حدیث اور سنت پر بھی ایمان لائے گا اور ان پر عمل پیرا بھی ہوگا۔ اگر عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق نہیں بنائے گا اور عمل کتاب وسنت کے مطابق نہیں کرے گا بالخصوص ارکان خمسہ کو عملی طور پر نہیں اپنا رہا وہ تو سرے سے مسلم ہی نہیں۔ تو صر... تیم پر وہ کیسے ہو سکتا ہے؟

تو یہ ایسی جامع تفسیر ہے کہ جتنی بھی حق اور درست باتیں ہیں وہ اس کے اندر آ جاتی ہیں۔

سلف صالحین میں تفسیر کے اندر اختلاف کی صورت تنوع والی صورت ہے: سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تفسیر صراط مستقیم کی قرآن سے کرتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اس کی تفسیر اسلام سے کرتے ہیں تو بظاہر تو یہ تعارض ہے' اختلاف ہے۔ لیکن دراصل اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ جب وہ صراط مستقیم کی تفسیر کتاب اللہ سے کرتے ہیں تو ان کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام نہیں اور جب اسلام اس کی تفسیر کرتے ہیں تو یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس سے مراد کتاب اللہ نہیں۔ تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ صرف اتنا ہے کہ کبھی صراط مستقیم کی تفسیر میں کتاب اللہ کو ذکر کیا تو دوسرے مقام پر اسلام کو ذکر کیا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو خوب بیان فرمایا ہے اپنے فتاویٰ کے ان حصوں میں بھی جو تفسیر کے متعلق ہیں اور ایک چھوٹا سا رسالہ ہے' تفسیر کے مقدمہ کے بارہ میں' اس میں بھی۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین سلف صالحین کی تفسیر میں کسی ایک کے دو قول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ جائیں یا متعدد اقوال آ جائیں تو عام طور پر ان میں تضاد نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک چیز کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً صراط مستقیم کے اندر کتاب اللہ بھی شامل ہے۔ اسلام بھی شامل ہے۔ رسول کریم ﷺ کی حدیث وسنت صراط مستقیم میں شامل ہے تو کسی نے صراط مستقیم کی ایک صورت ذکر کر دی کسی نے دوسری صورت اور کسی نے تیسری صورت ذکر کر دی۔ ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دوسری تفسیر مراد نہیں ہے۔

ایک اور مثال سے اس کو سمجھ سکتے ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ﴾ (سورة الحجر، آیت: ٢٤) ''کہ ہم تم میں سے پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں۔'' اب مفسرین نے اس کی کئی تفسیریں کی ہیں۔ کسی نے یہ تفسیر کی ہے کہ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جو لوگ بعد والے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

اور کئی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ نماز کے اندر جس وقت صفیں کھڑی ہوتی ہیں تو جو لوگ پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جو پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں ان کو بھی جانتے ہیں۔ تو بات یہ بھی درست ہے کہ اللہ ان کو بھی جانتے ہیں اور ان کی نیتوں کو بھی جانتے ہیں۔

اور کچھ مفسرین نے یہ بھی تفسیر کی ہے کہ جہاد کے اندر جو مجاہدین آگے آگے ہو کر لڑتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور جو مجاہدین پیچھے پیچھے رہتے ہیں ان کو بھی جانتے ہیں اور ان کی نیتوں کو بھی جانتے ہیں۔

اب ان تفسیروں کے اندر کوئی تضاد اور تعارض نہیں کہ یہ آپس میں خلاف ہوں۔ کیونکہ جن لوگوں نے پہلی تفسیر کی ہے ان کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ دوسری صورتیں اس میں شامل ہی نہیں ہیں اور جن لوگوں نے دوسری اور تیسری تفسیر بیان کی ہے ان کا مطلب پہلی تفسیر کی نفی نہیں ہے۔

صرف اتنی بات ہے کہ ان مفسرین نے بعض صورتیں بیان کر دی ہیں کیونکہ ''مُسْتَقْدِمِيْنَ'' اور ''مُسْتَأْخِرِيْنَ'' لفظ جامع ہیں ان میں بہت ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔

بہر حال حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بہت ساری مثالیں بیان کر کے آخری بات مختصر طور پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہی ہے کہ سلف صالحین میں تفسیر کے اندر اختلاف کی صورت تنوع والی صورت ہے کہ ایک نے ایک نوع ذکر کردی' دوسرے نے اس کی دوسری نوع اور قسم ذکر کردی۔ وہ اختلاف' تضاد نہیں ہوتا کہ ایک ایسی بات کردے کہ دوسرے کی بات کے بالکل وہ مخالف جارہی ہو بلکہ شاذ و نادر اس طرح ہوتا ہے۔ ہاں خلف کی تفسیر میں اس طرح اکثر ہوتا ہے۔

تو اس مقام پر بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں کوئی منافات اور تعارض نہیں' بلکہ صراط مستقیم کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ بلکہ دونوں کو ایک ہی سمجھو کہ کتاب اللہ' اسلام ہے اور اسلام' کتاب اللہ ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۱) بروز جمعرات

صراطِ مستقیم کی تیسری تفسیر ''حق'' سے کی گئی ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خاص شاگرد مجاہد بن جبر رحمہ اللہ ہیں۔ قرآن وحدیث کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ بخاری ومسلم میں بھی ان کی حدیثیں منقول ہیں۔ وہ صراطِ مستقیم کی تفسیر ''حق'' کے ساتھ کرتے ہیں یعنی صراطِ مستقیم سے مراد حق ہے۔ گویا کہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کے ساتھ دعا کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم یعنی حق کی ہدایت فرما۔ حق پر ہمیں گامزن فرما۔ اور یہ بڑا جامع لفظ ہے۔ اس کے اندر اللہ تعالیٰ بھی آ گیا اور اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر ہیں' وہ بھی آ گئے ہیں۔ اس لیے کہ تمام پیغمبر حق ہیں۔ قرآن مجید بھی اس کے اندر آ گیا ہے' کیونکہ وہ بھی حق ہے۔ رسول کریم ﷺ تہجد کے لیے صبح اٹھتے تو فرماتے یا اللہ! تیرا وعدہ بھی حق ہے' تیری ملاقات بھی حق ہے' نبی بھی حق ہیں اور جنت بھی حق ہے' دوزخ بھی حق ہے' رسول اللہ ﷺ بھی حق ہیں۔

تو لفظ حق بڑا جامع لفظ ہے۔ اور یہ باطل کے مقابلہ میں ہے جتنی بھی درست اور صحیح چیزیں ہیں اور واقع کے مطابق ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ اسلام بھی چونکہ حق ہے' اس لیے وہ بھی اس میں آ گیا ہے۔

تو یہ تفسیر پہلی دونوں تفسیروں کے خلاف نہیں ہے بلکہ ان کی تائید میں ہی ہے۔ صرف اس میں ان کے مقابلہ میں عموم پایا جاتا ہے۔

صراطِ مستقیم کی چوتھی تفسیر ''نبی ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما'' مراد ہیں: عاصم احول ابوالعالیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ''اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' سے مراد النبی ﷺ وَصَاحِبَاهُ بَعْدَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رضی اللہ عنہما ہیں۔ کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنا صراطِ مستقیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے ﴿ اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ ﴾ ''کہ میرے بعد جو دو آ رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان کی اقتداء کرو۔"

چاروں تفسیروں کا آپس میں کوئی تعارض نہیں: ان چاروں تفسیروں میں آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لیے کہ جس نے حق کا اتباع کرلیا اس نے نبی ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کا اتباع کرلیا۔ اور جس نے حق کا اتباع کرلیا نبی ﷺ کا اتباع کرلیا تو وہ اسلام کا بھی اتباع کریگا۔ حق کا اتباع تو کرے لیکن اسلام کا مخالف بھی ہو اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا مخالف ہو تو وہ تو سرے سے حق کا' اور نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کا پیروکار رہنے ہی نہیں لگا۔

اور جو ان چیزوں کا پیروکار بن جائے تو وہ قرآن مجید کا بھی پیروکار بن جائے گا۔ اس لیے کہ وہ سب قرآن مجید کی تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن مجید کے مطابق ہی انہوں نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ تو یہ ساری تفسیریں ایک دوسرے کی تائید ہی کرتی ہیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں جارہی ہیں۔

اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ: ان تفسیروں کے اندر غیر مسلموں (ہندوؤں' یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ) کے اس اعتراض کا جواب بھی آ گیا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتے ہیں' پتہ لگا کہ ان کے پاس ہدایت نہیں ہے' اسی لیے تو ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔ لیکن یہ ان لوگوں کی بے سمجھی ہے اس لیے کہ ان تفسیروں میں جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم سے مراد حق ہے' اسلام ہے' قرآن ہے...... تو یہ ساری چیزیں تو مسلمانوں کے پاس پہلے سے موجود ہی ہیں اب جو وہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۝﴾ کہہ رہے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کررہے ہیں کہ ہمیں ان چیزوں پر ثابت قدم رکھ۔

یہاں تک صراط مستقیم کے متعلق گفتگو ہوئی۔

ہدایت کے دو معانی: ﴿اِهْدِنَا﴾ ہدایت سے ہے۔ ہدایت لفظ عام طور پر عربی زبان میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک راستہ دکھا دینا کسی کی راہنمائی کردینا اس کا معنی ہے۔ خواہ وہ منزل مقصود تک پہنچے' خواہ نہ پہنچے۔

اس کا دوسرا معنی کسی کو منزلِ مقصود پر پہنچادینا آتا ہے۔ موقع محل کی مناسبت سے ہر جگہ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی مناسب ہوگا وہ لیا جائے گا۔ سیاق و سباق' لحاق اور قرائن کو دیکھ کر جو معنی مناسب ہو وہ لے لیا جائے گا۔

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي" میں ہدایت سے مراد منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے: مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ ﴾ (سورۃالقصص' آیت:٥٦) "بے شک جس کو تم ہدایت دینا پسند کرو' محبوب رکھو تو اس کو تم ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے' ہدایت دے دیتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔"

اس مقام پر ہدایت سے مراد منزل مقصود پر پہنچا دینا ہے یعنی حق پر کسی کو گامزن کر دینا اور ہدایت یافتہ کسی کو بنا دینا' تمہارا کام نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ابوطالب بیمار ہوگیا۔ آپ ﷺ اس کی بیمار پرسی کرنے کے لیے گئے' وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا کو اسلام کی دعوت دی کہ اے چچا! کلمہ پڑھ لے' اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر میں بات چیت کر سکوں گا۔ وہ دونوں کافر کہنے لگے "اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ" کہ عبدالمطلب کے مذہب سے بے رغبتی اختیار کرے گا؟ (مطلب تھا کہ ملت عبدالمطلب پر ڈٹے رہو اور کلمہ نہ پڑھو) چنانچہ رسول اللہ ﷺ دعوت پیش کرتے رہے لیکن ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا۔ بلکہ مرتے ہوئے آخری لفظ اس نے یہ کہے: "عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ" کہ عبدالمطلب کے مذہب پر میں مر رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے منع نہ کیا تو میں تیرے لیے استغفار کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوْٓا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ ﴾ (سورۃالتوبۃ' آیت:١١٣) "نبی کریم ﷺ اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ یہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں خواہ وہ مشرک قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ بات ان پر واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی اور دوزخی ہیں۔ اللہ نے تو ان کو بخشنا ہی نہیں ہے۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یُشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ○ ﴾(سورۃ النساء' آیت:٤٨) ایک اور مقام پر فرمایا﴿وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ○ ﴾(سورۃ النساء' آیت:١١٦) کہ مشرک کی بخشش ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ شرک ایک ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ اس کی موجودگی میں دوسری نیکیاں بھی حبط ہو جاتی ہیں۔ فرمایا﴿ وَ لَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (سورۃ الأنعام' ایت:٨٩) ایک مقام پر نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا:﴿لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ ﴾(سورۃ الزمر' آیت:٦٥) اللہ کے پیغمبروں سے شرک سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے باوجود اللہ نے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ بھی شرک کریں تو ان کے عمل بھی حبط ہو جائیں گے۔ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر بالفرض تم بھی شرک کرو تو تمہارے بھی عمل حبط ہو جائیں۔

دوسری آیت اس موقع پر یہ نازل فرمادی﴿ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ...... ﴾ (سورۃ القصص' آیت:٥٦) ''کہ جس کو تم ہدایت دینا پسند کرو اس کو تم ہدایت نہیں دے سکتے۔'' اب رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ سارے لوگ ہدایت یافتہ بن جائیں۔ اور اپنے چچا ابوطالب کے متعلق بھی آپ کی بڑی خواہش تھی کہ وہ کلمہ پڑھ کر ایمان لے آئے لیکن وہ ایمان نہیں لایا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ (ایضاً) فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ابوطالب اور دوسرے کافروں کو تبلیغ تو آپ ﷺ دن رات کرتے تھے۔ تو اب اس آیت کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ آپ ان کو راہ بھی نہیں دکھا سکتے اور تبلیغ بھی نہیں کر سکتے۔ مقصد ہے کہ کہ منزل مقصود تک پہنچانا اور ہدایت یافتہ بنانا آپ ﷺ کا کام نہیں ہے۔ تو ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ﴾ سے ہدایت یافتہ بنانے کی نفی ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا﴿ لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ﴾(سورۃ البقرۃ' آیت:٢٧٢) ''کہ ان کو ہدایت دینا آپ ﷺ کے ذمے نہیں ہے۔'' بلکہ آپ کے ذمے تبلیغ کرنا ہے۔﴿ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:٢٠) دوسرا مقام ملاحظہ فرمائیں ﴿یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾(سورۃ المائدۃ' آیت:٦٧) تو آپ کا فرض منصبی اور ذمہ داری لوگوں کی راہنمائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہے آگے ان کو راہ راست پر لگا دینا' ہدایت یافتہ بنا دینا' اور دین پر چلا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت: ۵۲) ''کہ تم سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتے ہو۔'' تو یہ تو رسول اللہ ﷺ کا دن رات کام تھا۔ فرمایا ﴿وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○﴾ (سورۃ المؤمنون' آیت: ۷۳) ''کہ تم لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہو۔''

تو ہدایت کے یہ دو معنی ہیں جس مقام پر جو معنی مناسب ہو سیاق وسباق اور لحاق وقرائن کی روشنی میں وہ معنی مراد لے لیا جائے گا۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○﴾ میں بہت سارے مفسرین نے یہ معنی کیا ہے کہ یا اللہ! ہمیں ہدایت یافتہ بنا دے' سیدھے راستے پر ہمیں چلا دے' گامزن کر دے' سیدھے راستے پر ہمیشہ چلنے کی توفیق عنایت فرما۔ اس معنی کو آدمی سامنے رکھے تو غیر مسلموں والا اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے۔

ہدایت کی صورتیں اور اس کے درجات: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○﴾ کی تفسیر میں ہمارے شیخ کے شیخ حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بڑے پتے کی بات کی ہے لکھتے ہیں کہ ہدایت کی کئی صورتیں ہیں۔

ھدایت بالفطرۃ: ایک صورت یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جو چیز داخل ہے قطع نظر عقل وفکر سے اور کتاب وسنت سے' انسان کی فطرت میں اللہ نے ایک چیز کو رکھ دیا ہے اس کو بھی ہدایت کہا جاتا ہے۔ اور یہ ہدایت کا پہلا درجہ ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ○ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ○ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ○﴾ (سورۃ البلد' آیت: ۸۔۱۰) ''کہ اس انسان کو ہم نے دو نجدوں کی ہدایت دے دی۔'' بہت سارے مفسرین نے لکھا ہے کہ ''اَلنَّجْدَيْنِ'' سے مراد بچے کی والدہ کے دو پستان مراد ہیں۔ جب یہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی راہنمائی کر دیتا ہے کہ جس وقت والدہ چھاتی کے ساتھ اس کو لگاتی ہے تو دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ اب کس نے اس کے دل میں یہ بات ڈالدی ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس نے اس کو یہ توفیق دی ہے حالانکہ ابھی تک اس میں کوئی عقل فکر ہے نہیں اور نہ ہی سمجھ اس کو آئی ہے۔ لیکن اس کا اس کو پتہ ہے کہ دودھ میں نے اس طرح پینا ہے اور چھاتی کو اس طرح چوسنا ہے۔ تو یہ بھی ہدایت کی ایک صورت ہے اور ادنیٰ درجہ ہے۔

ہدایت بالشعور: ہدایت کی ایک اور صورت ہے اس پہلی صورت سے ذرا اعلیٰ۔ وہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو حواس دے دیے ہیں۔ کچھ ظاہری حواس ہیں اور کچھ باطنی حواس ہیں۔ ظاہری حواس دیکھنا، سننا، چکھنا، چھونا اور سونگھنا ہیں۔ ان کے ذریعے انسان بہت ساری چیزیں معلوم کر لیتا ہے۔ اور کچھ باطنی حواس ہیں۔ فلسفی پانچ حواس باطنہ کے قائل ہیں۔ ایک حس مشترک ہے ایک خیال ہے۔ حس مشترک کے ساتھ صورتوں کا ادراک ہوتا ہے۔ صورتیں اور شکلیں دماغ میں جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے دماغ کے اندر ایک حصہ ایسا رکھا ہے کہ وہ صورت وہاں محفوظ ہو جاتی ہے اس کو خیال کہتے ہیں مثلاً ایک چیز تم نے دیکھی اس کے بعد سال یا دو سال گزرنے کے بعد پھر وہ صورت اور وہ چیز دیکھتے ہو تو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہو کہ یہ وہی چیز ہے جو میں نے کچھ عرصہ پہلے دیکھی تھی۔ یہ پہچان اس لیے ہوتی ہے کہ دماغ کے اندر اسی چیز کی شکل وصورت محفوظ ہوتی ہے۔ جس وقت دوبارہ وہ شکل سامنے آتی ہے اور انسان اس کا اس محفوظ شکل کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ تو فیصلہ کرتا ہے کہ یہ وہی شکل وصورت ہے۔ اس کا نام فلسفیوں نے خیال رکھا ہے۔

اور دماغ کے اندر ہی ایک قوت ہے جس کا نام وہم ہے۔ اس کے ساتھ جزئی جزئی معانی کا ادراک ہوتا ہے۔ ایک خانہ اللہ نے دماغ کے اندر رکھا ہے۔ جس میں وہ جزئی جزئی معانی محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس کا نام حافظہ ہے۔ انسان کی قوت حافظہ میں بہت ساری چیزیں اور بہت ساری معلومات محفوظ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دماغ میں ایک اور قوت بھی رکھی ہے اس کا نام متصرفہ ہے۔ قوت متصرفہ کا کام یہ ہے کہ خیال کے اندر جو صورتیں محفوظ ہیں اور حافظے کے اندر جو معانی اور معلومات محفوظ ہیں ان کو لے کر اور پھر ترتیب دے کر انسان مجہولات تک ان کے ذریعے پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک مکمل نظام بنا دیا ہے۔ اور فلسفی لوگ یہ پانچ حواس باطنی تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ متکلمین حواسِ باطنی کے منکر ہیں۔ ہمارے استاد اور شیخ حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے "تحفة الاخوان" رسالے میں لکھا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارے حواس باطنی کا انکار مشکل ہے۔ خاص طور پر حس مشترک کا انسان کو اقرار کرنا پڑتا ہے یہ
ر یہ بدیہی چیز ہے کہ کچھ شکلیں اور صورتیں انسان کے دماغ میں محفوظ ہوتی ہیں اور جس وقت
ھی ہوئی چیز کو وہ دوبارہ دیکھتا ہے تو فیصلہ کرتا ہے کہ یہ وہی ہے یا یہ وہ نہیں ہے۔

بہرحال انسان کو اللہ تعالیٰ نے حواس ظاہری اور باطنی عطا فرمائے ہیں۔ اور اس کی بھی
ند نے اس کو ہدایت دی ہے۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ حیوانات اور انسان کے درمیان
نترک ہے۔ ان کے اندر بھی اکثر حواس موجود ہیں۔ اور اس کے اندر بھی یہ حواس موجود ہیں۔
فرمایا ﴿ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ ﴾ (سورۃ الدھر' آیت:۲) ''کہ انسان کو ہم نے
میع وبصیر بنا دیا۔'' حواس والا بنا دیا۔ پھر فرمایا ﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ﴾ (سورۃ الدھر'
ت:۳) ''ہم نے اس انسان کو راہ راست کی ہدایت دی۔'' اچھے اور برے راستے کے درمیان
فرق کر سکتا ہے۔

تو ہدایت کی یہ بھی صورت ہے اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے جس وقت یہ دعا
رتے ہیں کہ ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ﴾ تو اس دعا میں یہ چیز بھی آجاتی ہے کہ
راط مستقیم کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے یا اللہ! ہمیں وہ بھی سمجھا دے اور ان کی
رف بھی ہماری راہنمائی فرما دے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۳) بروز ہفتہ

فطرت اور شعور کی ہدایت

ہدایت کی یہ دونوں صورتیں یعنی فطرت کی ہدایت اور ادراک و شعور کی ہدایت یہ تمام حیوانات اور انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید کے اندر ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے سوال کیا کہ ﴿ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَامُوْسٰى ۝ ﴾ (سورة طه' آيت: ٤٩) ''اے موسیٰ تمہارے دونوں کا رب کون ہے؟'' موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا ﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ ﴾ (ايضاً' آيت: ٥٠) ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا۔'' اس کا وجود اس کو عطا کر دیا۔ پھر ہر شے کو پیدا کرنے اور اس کو اس کا وجود عطا کرنے کے بعد ہدایت دے دی۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام ہر شے کی ہدایت کا ذکر فرما رہے ہیں اس سے مراد فطرت والی اور ادراک و شعور والی ہدایت ہے۔ کہ یہ ہر چیز کو اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ جتنے انسان ہیں ان کو بھی اور جتنے حیوانات ہیں ان کو بھی' بلکہ فطرت والی ہدایت تو ہر شے کو اللہ نے دے دی ہے۔ نباتات و جمادات' سب اس میں شامل ہیں۔ لیکن ان کی جو ہدایت ہے وہ ان کے مناسب حال ہے۔ جس طریقے پر اللہ نے ان کو پیدا فرمایا ہے اور اس جنس کے اندر جو اصول اللہ تعالیٰ نے رکھ دیے ہیں اس کی پابندی کر رہے ہیں اور اس کے مطابق چل رہے ہیں۔ مثال کے طور پر نباتات پر ہی غور کر لو۔ دانہ ہوتا ہے' پھر اگ آتا ہے' پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے اور پھر دانے لگ جاتے ہیں اور اس کے بعد خشک ہو جاتے ہیں تو اللہ نے جو طریقہ متعین فرما دیا ہے اس کے مطابق چل رہے ہیں۔ اسی طرح سورج چاند ستارے بھی اپنے اپنے نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ تو فطرتی ہدایت ہر چیز کو عطا کر دی گئی ہے۔ کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

ہدایت کی تیسری صورت ہدایت بالعقل: ہدایت کی تیسری صورت ''ہدایت بالعقل'' ہے کہ اللہ نے انسان کو عقل عطا کر دی ہے۔ اس عقل کے ذریعے وہ بہت ساری چیزوں کا پتہ لگاتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کی طرف انسان راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ حواس جن چیزوں کا فرداً فرداً ادراک حاصل کرتے ہیں ان کو ملا کر آگے عقل نتائج نکالتی ہے۔انسان ایک جزئی کو دوسری جزئی سے جس وقت ملاتا ہے تو ایک تیسری چیز اس سے معلوم کر لیتا ہے۔مثال کے طور پر ''دوجمع دو'' چار تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح کبھی وہ تقسیم کرتا ہے اور کبھی تفریق۔تو کبھی وہ ضرب دے دیتا ہے اس طریقے سے جو چیز اس کے علم میں نہیں ہوتی وہاں تک پہنچ جاتا ہے۔اور یہ عقل سے ہی کام لے رہا ہے۔

عقل سے حواس کی غلطی بھی پکڑی جاسکتی ہے: اس عقل کے ذریعے انسان حواس کی غلطی بھی پکڑ لیتا ہے۔جس مقام پر حواس خطا کر جائیں تو عقل کے ذریعے پتہ لگا لیتا ہے کہ اب حواس خطا کر گئے ہیں مثال کے طور پر انسان گاڑی پر سوار ہو جائے تو جو اردگرد درخت ہیں یا جو راستے ہیں وہ اس طرح معلوم ہوتے ہیں جیسے مخالف سمت کو دوڑ رہے ہیں حالانکہ خود یہ گاڑی کا سوار دوڑ رہا ہے اور چل رہا ہے۔اور وہ چیزیں اپنی جگہ ساکن ہیں۔ان میں حرکت نہیں لیکن مخالف سمت کو بڑے زور سے دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اب یہ حس کی غلطی ہے۔اور عقل کے ساتھ اس کو پتہ لگتا ہے کہ یہ آنکھیں خطا کر رہی ہیں۔بسا اوقات چیز ایک ہوتی ہے اور نظر اس کو دو آجاتی ہیں۔بسا اوقات چیز کا رنگ کچھ ہوتا ہے اور اس کو رنگ کچھ اور ہی نظر آنے لگتا ہے۔یرقان والا ہر چیز کو زرد اور پیلا ہی سمجھتا ہے۔اب اس کا پتہ کیسے چلتا ہے کہ ہر چیز پیلی نہیں اور واقع میں وہ چیز ایک ہی ہے دو نہیں۔یہ عقل کے ذریعے پتہ لگاتا ہے یا دوسرے کے حواس کی مدد سے پتہ لگا لیتا ہے۔عقل کے ذریعے انسان حواس کی غلطی بھی پکڑ لیتا ہے اور وہم کی غلطی بھی پکڑ لیتا ہے۔کیونکہ بسا اوقات وہم خطا کر جاتا ہے مثال کے طور پر وہم یہ فیصلہ کرتا ہے کہ جو چیز موجود ہو وہ نظر آنی چاہیے۔اگر نظر نہیں آتی تو وہ موجود نہیں ہے۔مگر یہ بات غلط ہے۔اور عقل کے ذریعے انسان پتہ لگاتا ہے کہ وہم خطا کر رہا ہے۔مثال کے طور پر انسان کے بدن میں کسی حصے پر درد ہو جاتی ہے تو اب درد تو موجود ہے' چیخ رہا ہے' پکار رہا ہے لیکن نظر نہیں آ رہی ہے۔اسی طرح بھوک پیاس لگ جاتی ہے تو نظر نہیں آتی اور اسی طرح ہوا ہر جگہ موجود ہے لیکن نظر نہیں آتی۔تو یہ وہم کی خطا ہے کہ جو چیز موجود ہو وہ نظر آنی چاہیے۔(یہاں سے ہی پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہستہ آہستہ وہم اس بات تک پہنچنا شروع کر دیتا ہے کہ اللہ بھی نظر نہیں آتا لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی موجود نہیں...... نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ تو عقل اس غلط وہم کی سرکوبی کرتی ہے۔ اور یہ بھی عقل کا ایک کام ہے۔

عقل کی وجہ سے انسان شریعت کا مکلف ہے: عقل کے جو کام ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عقل کی بناء پر انسان کو شرعی تکالیف اور دینی احکام کا مکلف بنایا گیا ہے۔ اگر اس کے اندر عقل نہ ہو تو پھر یہ مکلف نہیں رہتا۔ جس کے اندر عقل نہیں وہ مکلف نہیں ۔ جیسے حیوانات' چوپائے' درندے' پرندے چرندے شریعت کے مکلف نہیں کیونکہ ان میں عقل نہیں اور انسان میں عقل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو شرعی احکام کا پابند بنا دیا۔ فرمایا﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝﴾(سورۃ الأحزاب' آیت:۷۲) کہ یہ امانت ''دینی احکام کی پابندی'' انسان نے اٹھالی۔ کیونکہ اس کے اندر عقل ہے' بصیرت ہے اور سمجھ ہے۔

دو چیزوں کی موجودگی میں انسان کا عذر ختم ہے: پھر یہ عقل ان دو چیزوں میں سے ایک ہے جو موجود ہوں تو انسان کا عذر ختم ہو جاتا ہے۔ وہ دو چیزیں ایک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور دوسری چیز عقل ہے۔ جس کے اندر عقل موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ یا اللہ! مجھے سمجھ کوئی نہیں تھی میں کیا کرتا۔ اس کے برعکس جو مجنون ہے اور دیوانہ ہے اس کا عذر ہے اور شریعت نے اس کے اس عذر کو معقول گردانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی مرفوع القلم ہیں اور مکلف نہیں ہیں ان میں سے ایک مجنون اور دیوانہ کو بھی شمار کیا ہے۔ فرمایا ((وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ)) دوسری چیز اللہ کے پیغمبر ہیں فرمایا﴿ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ (سورۃ النساء' آیت:۱٦٥) کہ اللہ نے پیغمبر بھیج دیے تاکہ لوگوں کا یہ عذر ختم ہو جائے اور حجت ان کی ختم ہو جائے کہ ہمارے پاس ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والا کوئی آیا ہی نہیں' اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کرنے والے اور دینی احکام پہنچانے والے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے پیغمبر' اور پھر پیغمبروں کے بعد ان کا کام کرنے والے مبلغ بھیج دیے تاکہ لوگوں کا یہ عذر ختم ہو جائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا جَآءَ نَا مِنۡ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ﴾ (سورۃ المائدۃ' آیت:۱۹) ''ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا کوئی بشارت سنانے والا نہیں آیا۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّ نَذِيۡرٌ﴾ (ایضاً) ''کہ تمہارے پاس بشارت سنانے والے بھی اور ڈرانے والے بھی آئے۔'' قرآن مجید کے اندر ہے کہ جہنمی کہیں گے کہ یا اللہ! ہمیں جہنم اور دوزخ سے باہر نکال۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ﴿اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ۝﴾ (سورۃ فاطر' آیت:۳۷) ''کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر عطا کر دی تھی کہ جس کے اندر نیک صالح متقی بن سکتے تھے' جنت حاصل کر سکتے تھے اور ڈرانے والے بھی آئے لیکن تم نے عمر سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا اور ڈرانے والوں کی بھی نہ سنی' اب یہ عذاب چکھو اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

اور عقل ایک ایسی چیز بھی ہے کہ اس کی بنیاد پر جزا سزا انسان کو ملتی ہے نیکی بدی کے درمیان انسان امتیاز کرتا ہے اور اس بصیرت کی وجہ سے ہی جزا سزا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقل والی ہدایت کے بارہ میں قرآن مجید کے اندر ذکر فرمایا ہے ﴿اَفَلَمۡ يَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ يَمۡشُوۡنَ فِيۡ مَسٰكِنِهِمۡ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝﴾ (سورۃ طٰہٰ' آیت:۱۲۸) کہ کیا ان لوگوں کو اس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم نے بہت ساری صدیاں تباہ و برباد کر دیں۔ اور جن رہائش گاہوں میں اور جن جگہوں پر یہ رہ رہے ہیں انہی جگہوں پر وہ رہتے تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے احکام کی انہوں نے نافرمانی کی اور تکذیب کی تو اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ تو کیا اس چیز نے ان کی راہنمائی نہیں کی؟ ﴿اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝﴾ (ایضاً) فرمایا جو عقل والے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں اور عبرتیں موجود ہیں۔ اور وہ غور و فکر کرتے ہیں کہ ان میں یہ جرم تھا جس کی بناء پر وہ تباہ و برباد ہوئے اگر ہمارے اندر بھی وہ جرم آیا تو ہم پر بھی وہ گرفت آ سکتی ہے۔ اور جن کے اندر عقل ہی نہیں ان کا بھیجہ جواب دے چکا ہے انہوں نے کیا سوچنا ہے اور کیا غور و فکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِي الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝﴾ (سورة الحج' آيت:٤٦) ''کہ یہ لوگ زمین کے اندر چل پھر کر دیکھیں اور ان کے اندر دل ہوں جس کے ساتھ یہ عقل کریں اور کان ہوں جن کے ذریعے یہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آنکھیں اگرچہ ان کی نابینی نہیں لیکن ان کے دل نابینا ہو چکے ہیں۔ یہ غور وفکر ہی نہیں کرتے۔'' اگر یہ سوچیں کہ قوم نوح' قوم ھودؑ قوم صالحؑ' قوم شعیب وغیرہ جن کو اللہ نے تباہ و برباد کر دیا ہے ان کی کیا خطا تھی' ان کا کیا تصور تھا۔ تو یہ راہ راست پر آ سکتے ہیں۔ اسی طرح آفاقی دلائل اور انفسی دلائل پر بھی اگر یہ غور وفکر کریں تو بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

فرمایا﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝﴾ (سورة آل عمران' آيت:١٩٠) ''کہ آسمان وزمین کی تخلیق کے اندر' اور رات دن کے آنے جانے کے اندر' اس میں کمی بیشی کے اندر' عقل والوں کے لیے نشانیاں اور دلائل ہیں۔'' تو ہدایت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان ہدایت بالعقل حاصل کرتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر کئی مقامات پر جب آیت ختم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝﴾ (سورة يٰسٓ' آيت: ٦٨) ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝﴾ (سورة الأنعام' آيت:٣٢) ''کہ کیا یہ لوگ عقل نہیں کرتے'' کیا تم عقل نہیں کرتے۔'' تو جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے عقل کرنے کی دعوت دی ہے۔

اور پھر یہ عقل ایسی چیز ہے کہ یہ انسان کی ہی خصوصیت ہے۔ دوسرے حیوانات اور نباتات و جمادات کے اندر عقل والی چیز نہیں پائی جاتی۔ اور اسی عقل کے ذریعے ہی انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کا یہ شرف ہے۔

چوتھی صورت ہدایت بالوحي: ہدایت کی چوتھی صورت وحی کے ذریعے انسان کی راہنمائی اور ہدایت ہے اللہ نے اس کا بھی بندوبست فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنے پیغمبر اور کتابیں بھیج کر انسان کو صحیح بات سمجھائی۔ جس مقام پر انسان کے حواس خطا کر جائیں عقل بھی خطا کر جائے اور بات کو سمجھ نہ سکے تو کتابیں اور پیغمبر اس کو راہ راست پر لانے کے لیے اللہ نے بھیج دیے ہیں۔ فرمایا﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یَحۡزَنُوۡنَ ○﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت:۳۸) ایک اور مقام پر ہے ﴿یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○ وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ○﴾ (سورۃ الأعراف' آیات:۳۵۔۳۶)

سورۃ طٰہٰ میں فرمایا﴿ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ہُدًی ۬ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ ہُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشۡقٰی ○ وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ○﴾ (سورۃ طٰہ' آیات' ۱۲۳۔۱۲۴) ساری آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے پاس اللہ کی طرف سے ہدایت آئے گی۔ پیغمبروں کی صورت میں' ذکر اور کتابوں کی صورت میں جو اپنی تمام زندگی اعتقادی' اخلاقی' عملی' گفتار اور کردار کی زندگی۔ اس ہدایت کے مطابق بنا لے گا تو وہ کامیاب ہے اور اس کے لیے کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ ہی غم کھائے گا۔ اور وہ ہدایت یافتہ ہے' وہ بدبخت بھی نہیں بنے گا اور راہ راست سے بھی نہیں بھٹکے گا۔ اور جنہوں نے اس ہدایت سے منہ موڑ لیا اس کو جھٹلایا ایسے لوگ قیامت کو نابینا اٹھائے جائیں گے۔ دوزخ کے اندر داخل ہونگے۔ تو اس ہدایت کے ذریعے بھی اللہ نے انسان کی راہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن کے اندر اللہ نے رسول کریم ﷺ کا قول نقل کیا ہے۔ ﴿ وَ اِنِ اہۡتَدَیۡتُ فَبِمَا یُوۡحِیۡۤ اِلَیَّ رَبِّیۡ ﴾ (سورۃ سبا' آیت:۵۰) ''کہ میں راہ راست پر ہوں اس وجہ سے کہ رب تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے۔''

انبیاء کرام کا تذکرہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ وَ جَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَ کَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ○﴾ (سورۃ الانبیاء' آیت:۷۳) ''کہ ہم نے پیغمبروں کو امام بنادیا وہ لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں ہمارے امر کے ساتھ۔''

اسی طرح بہت سارے پیغمبروں کا ذکر کر کے بعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۹۰) ''کہ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی (اور اپنی وحی ان پر نازل کی) پس ان کی ہدایت کا اتباع کرو اور اقتداء کرو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت بالوحی کی صورت سب سے مقدم ہے: یہ "ہدایت بالوحی" کی جو صورت ہے اس کا نمبر سب صورتوں پر بلند ہے اور اس کا مرتبہ سب سے مقدم ہے۔ اگر حواس، عقل اور دوسری چیزیں اس ہدایت بالوحی کے ساتھ ٹکرا جائیں تو یہ وحی مقدم ہوگی۔ اللہ نے فرمایا ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ﴾ (سورۃ الحجرات:۱)

کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے فیصلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے مقدم نہ سمجھو۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو ہر فیصلے پر مقدم سمجھے اور جب اللہ اور رسول ﷺ کو مقدم سمجھے گا تو یہ ہدایت یافتہ ہے اور انسان پھر مؤمن بنتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ ﴾ (سورۃ النساء، آیت:٦٥) "اللہ نے اپنی ربوبیت کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ لوگ اتنی دیر تک ایمان والے نہیں بن سکتے جتنی دیر تک پیغمبر کے فیصلے کو ظاہر اور باطن میں تسلیم نہ کرلیں اور ان کے فیصلے پر خوش اور راضی نہ ہوں۔ گر رسول کریم ﷺ کے فیصلے کو سن کر ماتھے پر بل پڑ جائیں، دل ناخوش ہوں اور جل رہے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کا مذاق اڑا رہے ہیں اور ان کو دقیانوسی قرار دے رہے ہیں اور رجعت پسندانہ اس کو قرار دے رہے ہیں تو کس طرح ایمان والے بنیں گے۔ یہ تو سرے سے ایمان والے ہے ہی نہیں۔ ہدایت یافتہ کس طرح بن سکتے ہیں؟ تو وحی کو اپنانے سے ہی انسان ہدایت یافتہ بن سکتا ہے۔ اور وحی کے مطابق عمل کرے اور اس کو باقی ہر صورت پر مقدم جانے۔

روح امر ربی ہے اس کی ہدایت کا انتظام بھی اللہ نے اپنی طرف سے کیا ہے: تو ہدایت کی چوتھی صورت وحی پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انسان کی راہنمائی فرمائی۔ کیونکہ روح امر ربی ہے تو اس کی ہدایت کا انتظام بھی اللہ نے اپنی طرف سے کیا اللہ فرماتے ہیں ﴿ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت:٥٢)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۴) بروز اتوار

ہدایت کی پانچویں صورت ہدایت استقامت

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والا اس سورۃ کی چھٹی آیت میں اللہ سے صراط مستقیم کا سوال کرتا ہے حدیث قدسی میں ہے کہ جب بندہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کہتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں ﴿هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ﴾ ”کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو سوال کیا وہ اس کے لیے ہے۔“

ہدایت کی صورتوں کے سلسلے میں بات چیت ہو رہی تھی اس کی پانچویں صورت اور قسم ہدایت توفیق وعنایت اور ہدایت استقامت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (سورۃ العنکبوت' آیت:۶۹) ”جو لوگ اللہ کے بارہ میں محنتیں کرتے ہیں' مجاہدہ اور جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے راستوں کی ہدایت فرما دیتے ہیں۔“

اس آیت کے اندر ہدایت سے مراد ہدایت استقامت ہے۔ ہدایت توفیق اور عنایت ہے۔ اس لیے کہ اصل ہدایت تو ان کے اندر پہلے سے ہی موجود ہے۔ فرمایا ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا﴾ (ایضاً) ”کہ جو اللہ کے بارہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔“ تو مجاہدہ جہاد اور کوشش فی اللہ ہدایت ہی ہے اس کے باوجود ﴿لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (ایضاً) فرمایا جا رہا ہے۔ کہ ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت نصیب فرما دیتے ہیں۔ تو مطلب ہے کہ اس ہدایت پر استقامت کی توفیق دے دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ ان کی طرف ہوتی ہے۔ اور نیکی' کتاب وسنت کی پابندی کی مزید اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے دیتے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت:۱۳) ”اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنی طرف ان کو ہدایت دیتا ہے جن کے اندر انابت پائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے۔"

تو جن کے اندر پہلے ہی سے انابت الی اللہ کا وصف پایا جاتا ہے وہ تو ہدایت یافتہ ہی ہیں۔ بلکہ قرآن مجید کے اندر تو حکم ہے کہ جن کے اندر انابت الی اللہ پائی جائے تم ان کے راستے پر چلو۔ "وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ" (سورۃ لقمان' آیت: ۱۵)

مُنِيبِيْنَ الی اللہ ہدایت پر ہیں تبھی تو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کے راستے پر چلو۔ اور یہ وصف سب سے زیادہ انبیاء کرام کے اندر پایا جاتا ہے پھر صدیقین' شہداء اور صالحین کے اندر ہوتا ہے۔ اور یہ سارے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ فرما رہے ہیں کہ ہدایت یافتہ کو ہم ہدایت دیتے ہیں۔ "وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۝" (سورۃ الشوریٰ' آیت:۱۳)

تو اس ہدایت کا پھر یہی مطلب ہے کہ ان کو مزید احسان اور استقامت کی توفیق ملتی ہے۔ اور اللہ کی توجہ مزید ان کی طرف ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝ ﴾ (سورۃ محمد' آیت: ۱۷) صاف اور صریح الفاظ میں اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور ان کو ان کا تقویٰ عطا فرما دیتے ہیں۔ ہدایت یافتہ کو ہدایت کے اندر زیادہ کرنا یہ استقامت ہی ہے اور مزید اس کو توفیق دے دینا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ﴾ (سورۃ مریم' آیت:۷٦)

ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے: سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے سورۃ الفاتحہ کے اندر مزید ہدایت طلب کر رہے ہیں کیونکہ ہدایت یافتہ وہ پہلے ہی سے ہیں۔ اب اس ہدایت پر ڈٹ جانے اور ثابت قدم رہنے اور استقامت اختیار کرنے کی دعا کر رہے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے ان دونوں آیتوں سے ایمان کی کمی بیشی پر استدلال کیا ہے۔ کہ ایمان بڑھتا ہے اور کسی وقت ایمان میں کمی بھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ چھ اور آیات بھی پیش کی ہیں جن سے انہوں نے استدلال کیا ہے کہ ایمان کے اندر کمی بیشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ﴿ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ﴾ (سورۃ محمد' آیت:۱۷) "جو ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ فرماتے ہیں۔" اور ایمان کے بغیر انسان ہدایت یافتہ بن ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندر ہے ﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت: ٨٢) ''جو لوگ ایمان لے آئے اور ایمان کے اندر کسی قسم کے ظلم کی آمیزش نہیں کی' شرک' کفر اور ظلم سے اپنے ایمان کو صاف ستھرا اور منزہ رکھا ہے تو یہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

ایمان والے ہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت میں اللہ نے اضافہ فرما دیا' تو ایمان میں ہی اضافہ فرمایا۔ جب اضافہ فرمایا تو اس سے پہلے ان کی ہدایت اور ان کا ایمان وہ نہیں تھا جو اضافے اور زیادت کے بعد ہے۔ کمی اور بیشی دونوں چیزیں اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گئیں۔ یہ بات ضمناً آ گئی۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ ہدایت کی ایک صورت استقامت والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق ملنے والی صورت ہے۔

صراط مستقیم پر چلنے والے میں بھی استقامت ہونا چاہیے: (صِرَاطِ مُسْتَقِيْمٍ)۔ صراط راستے کو کہتے ہیں اور مستقیم اس کا وصف ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جس راستے میں استقامت پائی جاتی ہے یا اللہ! ہمیں اس راستے کی ہدایت فرما دے۔ یہ بات یاد رکھو کہ استقامت والے راستے پر چلنے والا جتنی دیر تک خود مستقیم نہ ہو اور خود اس کے اندر استقامت نہ ہو تو منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ چلنے والے کے اندر بھی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے استقامت ضروری ہے۔ صرف یہ ہو کہ صراط مستقیم ہو مگر چلنے والے میں استقامت نہیں دو چار قدم چل کر بیٹھ گیا یا واپس آ جائے تو منزل مقصود تک وہ کیسے پہنچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے استقامت کا بھی حکم دیا ہے ﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَلَا تَرْكَنُوْٓا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ﴾ (سورۃ ھود' آیات: ١١٢-١١٣) ''نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اور جو تمہارے ساتھ توبہ کرنے والے ہیں' استقامت اختیار کرو اور سرکشی مت کرو۔ اور جو ظلم کرنے والے ہیں ان کی طرف جھکاؤ مت اختیار کرو بلکہ صراط مستقیم پر ڈٹے رہنا اور استقامت اختیار کرنا ہے۔'' ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ ﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت:۱۵) ''کہ اللہ کی طرف دعوت دو اور استقامت اختیار کرو جس طرح تمہیں استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔'' استقامت اختیار کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الأحقاف، آیت:۱۳) اور فرمایا﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ ﴾ (سورۃ حٰم السجدۃ، آیات:۳۰۔۳۲)

''کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ توحید اور ایمان کو قبول کر لیا اور پھر اس پر ڈٹ گئے تو ان پر کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ یہ غم کھائیں گے۔''

دوسری جگہ فرمایا'' کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے اور پھر اس بات پر ڈٹ گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ کسی قسم کا خوف نہ کھاؤ اور غم بھی نہ کھاؤ اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے ساتھی ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو تم چاہو گے اور جو طلب کرو گے وہ تمہارے لیے ہوگی۔ یہ غفور رحیم کی طرف سے استقامت اختیار کرنے والوں کی مہمانی ہے۔''

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝'' میں استقامت مراد لینے سے غیر مسلموں کا اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا: تو استقامت بڑا اعلیٰ اور بلند مقام ہے۔﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ کہ ہمیں ''ہدایتِ استقامت'' نصیب فرما دے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات کی روشنی میں صراط مستقیم اور ہدایت کی یہ تفسیر کر لی جائے تو غیر مسلموں کا وہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ اگر یہ ہدایت پر ہوں تو پھر ہدایت کا سوال کیوں کرتے ہیں؟

کیونکہ وہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا جب وارد ہی نہیں ہوتا تو جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کی صورت یوں سمجھ لو کہ جیسے اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا﴿ يٰٓاَيُّهَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ (سورۃ النساء' آیت:١٣٦) ''کہ اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لے آؤ اور اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو رسول اللہ ﷺ پر اللہ نے نازل کی ہے اور جو پہلے کتاب نازل کی ہے اس پر ایمان لاؤ۔'' حالانکہ پہلے فرمایا﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''کہ اے ایمان والو!'' اور جتنی دیر تک آدمی اللہ' اس کے رسل اور کتابوں پر ایمان نہ لائے وہ ایمان والا بنتا ہے؟ نہیں۔تو ایمان والوں کے اندر اللہ پر ایمان' رسول پر ایمان اور کتابوں پر ایمان' والی بات آ گئی یعنی ایمان تو ان کے اندر موجود ہے پھر فرمایا﴿اٰمِنُوْا﴾ کہ ایمان لاؤ تو مطلب یہ ہے کہ اس ایمان پر استقامت اختیار کرو اور اس پر ڈٹے رہو اور یہی وجہ ہے کہ ایمان والے اس ایمان پر استقامت کی دعا بھی اللہ سے کرتے ہیں۔﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:٨) ''یا اللہ! ہدایت یافتہ بنانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔'' اس ہدایت پر ہمیں ثابت قدم رکھ۔رسول اللہ ﷺ عام طور پر دعا کرتے تھے ((یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِكَ)) بعض روایتوں میں (ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ) ہے۔اور کئی روایتوں میں ''مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ'' کی جگہ ''مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ'' ہے۔ مطلب ہے کہ یا اللہ! تو دلوں کو پھیرنے والا ہے میرے دل کو اپنے دین پر اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر قائم اور ثابت رکھ۔رسول اللہ ﷺ استقامت کی دعا کرتے تھے اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے بھی استقامت کی دعا کر رہے ہیں اور آدمی کو ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ دل (بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ) رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔اور جس طرح اللہ اس کو چاہے پھیرتا ہے۔اس لیے ہمیشہ انسان کو استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے ترجمۃ الباب کے اندر بات نقل فرمائی ہے کہ جتنے بھی صحابہ تھے وہ سارے کے سارے ڈرتے رہتے تھے کہ ایمان ہم سے کہیں نکل نہ جائے۔اس لیے وہ اپنے ایمان کو تازہ رکھتے اور زیادہ اطاعت' فرمانبرداری اور استقامت اختیار فرماتے۔اور اصل کامیابی بھی یہی ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ))

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہ اعمال خاتمے کے ساتھ ہیں۔" دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تفصیل فرمادی کہ آدمی بظاہر نیکی کے کام کرتا رہتا ہے ...... کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رہ جاتا ہے تو وہ بداعمالیاں شروع کردیتا ہے جہنمی اور دوزخیوں والے کام شروع کردیتا ہے اور خاتمہ اس کا انہی بداعمالیوں پر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان بظاہر لوگوں کی نگاہ میں بد ہوتا ہے اور گناہ کے کام کرتا رہتا ہے جو دوزخ میں لے جانے والے کام ہیں تو وہ آخر میں جا کر اللہ کی توفیق سے نیکیاں شروع کر دیتا ہے۔ مؤمن اور مسلمان بن جاتا ہے اور جنتیوں والے کام شروع کردیتا ہے اور اسی حال پر فوت ہو کر جنت میں چلا جاتا ہے۔

جس کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا اور جنت میں لے جانے والے اعمال پر ہوگیا تو وہ انسان کامیاب ہے۔ اس لیے انسان کے لیے استقامت اور اس کی دعا کی بے حد ضرورت ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنے والے چونکہ اس بات کی اہمیت سے واقف ہیں تو وہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۵) بروز پیر

ابراہیم علیہ السلام کی زندگی نبوت ملنے سے آخر دم تک استقامت ہی استقامت ہے

استقامت کے سلسلے میں ابراہیم علیہ السلام کی زندگی پر انسان نظر دوڑائے تو استقامت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اپنی قوم کو ابراہیم علیہ السلام نے توحید سنائی تو قوم خلاف ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں خلیل اللہ علیہ السلام توحید پر ڈٹ گئے اور استقامت اختیار کر لی۔ آگ میں ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا مگر ابراہیم علیہ السلام کے قدم ڈگمگائے نہیں' آپ علیہ السلام گھبرائے نہیں بلکہ ڈٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا' سلامتی والا بنا دیا۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی زبردست استقامت تھی۔ اس کے بعد دین کی خاطر وطن چھوڑنے کا' گھر بار کو اور اپنے خویش و اقارب کو چھوڑنے کا مسئلہ آیا تو یہاں بھی ابراہیم علیہ السلام نے استقامت اختیار فرمائی۔ وطن' خویش و اقارب سب کو چھوڑنے پر آمادہ ہوئے مگر دین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ فرمانے لگے ﴿ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ ﴾ (سورة مريم' آيت:٤٢) ایک مقام پر فرمایا ﴿ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾ (سورة العنكبوت' آيت:٢٦) ہجرت کر گئے پھر ابراہیم علیہ السلام پر بیوی اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو جدا کرنے کا مسئلہ آیا اس وقت بھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اللہ کے حکم سے بے آب و گیاہ وادی میں اللہ کے حوالے چھوڑ کر ان کو چلے آئے۔ ﴿ إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ﴾ (سورة ابراهيم' آيت: ٣٧) تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

اور پھر یہی بیٹا جس کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر آ گئے تھے' جس وقت چلنے پھرنے اور کام کرنے کے قابل ہوا تو حکم آیا کہ اس کی قربانی دے دو تو فوراً تیار ہو گئے۔ ﴿ فَلَمَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَسْلَمَا وَ تَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ۝﴾ کہ باپ بیٹا دونوں اللہ کے حوالے ہو گئے۔ بیٹے کو کنپٹی کے بل لٹا دیا جس طرح ذبح کرتے ہوئے جانور کو لٹاتے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے آواز آئی ﴿وَ نَادَيْنَاهُ أَنْ يَّآ اِبْرَاهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیات:١٠٤۔١٠٥) گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی نبوت ملنے سے لے کر آخر دم تک استقامت ہی استقامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مخاطب کر کے فرمایا ﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:١٦٢) "فرما دو کہ میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت دے دی ہے۔" وہ صراط مستقیم ﴿دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (ایضاً) ہے۔ "یعنی وہ سیدھا اور محکم دین ہے اور وہ ملت ابراہیم ہے۔" تو ملت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے دین قیم اور صراط مستقیم قرار دیا ہے۔

صراط مستقیم میں اسلام کی ہر ہر جزء کی پابندی شامل ہے: مسیح علیہ السلام نے بھی صراط مستقیم کی نشاندہی فرمائی ہے فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:٥١) "کہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بس اسی کی عبادت کرو یہ صراط مستقیم ہے۔"

اور رب تعالیٰ کی عبادت آدمی تب ہی کرے گا جب وہ رب تعالیٰ کو مانے' جو رب تعالیٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتا تو وہ رب تعالیٰ کی عبادت کیسے کرے گا؟ اور رب تعالیٰ کی عبادت وہی کرے گا جو دوسروں کی عبادت سے کنارہ کش ہوگا۔ پس اللہ کی توحید کا عقیدہ پھر اس کے مطابق اسی کی عبادت اور دوسروں کی عبادت سے کنارہ کشی کا نام صراط مستقیم ہے ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝﴾ (ایضاً)

صراط مستقیم کے اندر اور بھی بہت ساری چیزیں شامل ہیں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْآ أَوْلَادَكُمْ مِّنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾(سورۃ الأنعام' آیت:۱۵۲) ''کہ آؤ میں تم پر وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اللہ نے شرک کو تم پر حرام کر دیا ہے اور والدین کی نافرمانی' بے عزتی تم پر حرام کر دی ہے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ کہ کہاں سے کھائیں گے؟ ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی ہم ہی رزق دے رہے ہیں۔'' رزق ہمارے ذمے ہے۔ خوراک کے خدشے سے ان کو زندہ درگور نہ کرو اور ان کو نہ مارو۔

خاندانی منصوبہ بندی اور مسئلہ خوراک: آج کل کے دور میں یہ خاندانی منصوبہ بندی سمجھ لو کہ اس کو چھوڑ دو یہ تمہارے واسطے حرام ہے۔ یہاں بھی یہ خوراک کا مسئلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ گویا رب ہم ہیں۔ یہ ان کی خام خیالی ہے۔ رب تو اللہ ہے۔﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ (سورۃ ھود' آیت:۶) ''کہ روئے زمین پر جتنی جان والی چیزیں ہیں سب کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔''﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهُ وَ مَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝﴾(سورۃ الحجر' آیت:۲۱) ''ہر شے کے خزانے ہمارے پاس موجود ہیں اور ایک معلوم اور معین مقدار میں ہم اس کو نازل کرتے ہیں۔'' جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنا رزق اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں۔ پہلے خوراک کی ضرورت کم تھی تو پیداوار کم تھی' اب زیادہ خوراک کی ضرورت ہے تو پیداوار بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیداوار میں ہی اضافہ فرما دیا۔ تو رزق اللہ کے ذمے ہے اس ڈر سے بچوں کو نہ مارو۔

فرمایا برائی خواہ ظاہر ہے خواہ باطن اس کے قریب تک نہ جاؤ۔﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۱۵۲) ''اور ناحق کسی کا خون نہ کرو یہ اللہ نے تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم سمجھو۔'' اس کے بعد فرمایا﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ ﴾ (ایضاً' آیت:۱۵۳) ''کہ یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ۔ حتیٰ کہ وہ سمجھ دار ہو جائے اور اپنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دو۔''﴿ وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ﴾ (ایضاً) ''اور ماپ تول کے اندر بھی انصاف کرو چیزوں کو پورا ماپو اور پورا تولو۔ کمی نہ کرو۔'' یہ ساری چیزیں ذکر کر کے فرمایا﴿ وَ أَنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ﴾ (ایضاً' آیت:۱۵٤)

مختصر طور پر اس طرح سمجھ لو کہ صراط مستقیم کے اندر اسلام کے ہر ہر جزء کی پابندی شامل ہے۔ اسلام کے اندر عقائد' اعمال' گفتگو کا طریقہ' اخلاقیات سب کی پابندی صراط مستقیم ہے۔ ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ . وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ (ایضاً) اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ (ایضاً)

میانہ روی صراط مستقیم ہے: ایک مقام پر فرمایا ﴿وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ○﴾ (سورة الانعام' آیت: ۱۲۷) تو اسلام کے ہر ہر جزء پر عمل اور استقامت اختیار کرنے کا نام صراط مستقیم ہے کہ نہ اس کے اندر افراط ہو اور نہ اس کے اندر تفریط۔ اسلام دینِ فطرت ہے' عدل وانصاف والا دین ہے۔ نہ اس کے اندر افراط ہے اور نہ ہی تفریط۔ فرمایا ﴿وَالَّذِينَ إِذَآ أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○﴾ (سورة الفرقان' آیت:٦٧) اسی ایک مثال مال خرچ کرنے کو ہی سامنے رکھیں کہ ''عِبَادُ الرَّحْمٰنِ'' جب مال خرچ کرتے ہیں تو پھر اسراف سے بھی کام نہیں لیتے اور نہ ہی بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ○﴾ (سورة بنی اسرائیل' آیت:۲۹) ''کہ اپنے ہاتھ کو بالکل اپنی گردن کے ساتھ نہ باندھ لو (جس طرح طوق کسی کو پہنایا ہوتا ہے) کہ خرچ ہی نہ کرو اور نہ ہی بہت اس کو کھولو کہ پھر خود آپ تھکے ماندے رہ جاؤ''

اور اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے تمہارے پاس مال نہ رہے۔ بلکہ درمیانی راہ اختیار کریں۔ یہ صراط مستقیم ہے۔ اسی طرح عبادت کے اندر بھی میانہ روی اختیار کرے۔ یہ نہیں کہ دن بھی عبادت کر رہا ہے اور رات بھی عبادت میں مصروف ہے۔ اپنے گھر والوں کے حقوق کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ مہمان کے حقوق کا بھی خیال نہیں اور خویش واقارب کے حقوق بھی پامال کر رہا ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا ((قُمْ وَنَمْ وَصُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَفْطِرْ﴾ کہ رات آرام بھی کر اور قیام بھی کر اور نفلی روزہ رکھ بھی اور ناغہ بھی کر۔ درمیانہ روی اختیار کر۔ اس لیے کہ تمہارے گھر والے کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے مہمان کا بھی تیرے اوپر حق ہے، تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی تجھ پر حق ہے، تو ہر حق والے کا حق ادا کر۔ یہ صراط مستقیم ہے۔

سب سے چھوٹا خط بغیر ٹیڑھے پن کے ''صراط مستقیم'' ہے: اور یہ صراط مستقیم چھوٹا بھی ہے سہولت اور آسانی کے ساتھ انسان اس کو طے کر لے گا۔ امام رازی رحمہ اللہ نے صراط مستقیم سمجھایا ہے۔ اپنی تفسیر کے اندر لکھتے ہیں کہ دو نقطے کسی جگہ لگا لو ایک نقطہ کسی جگہ، دوسرا کسی جگہ اور پھر ایک خط کے ذریعے ان دونوں نقطوں کو آپس میں ملاؤ۔ پھر ایک اور خط کے ذریعے دونوں کو ملاؤ۔ اس طرح کئی خطوط بن جائیں گے مثال کے طور پر دونوں نقطوں کو ایک سیدھے خط سے آپ ملائیں دوسرا ذرا ادھر ادھر خط کھینچ کر دونوں نقطوں کو ملائیں۔ تیسرا ذرا اور ادھر ادھر سے تو جو سب سے چھوٹا خط بنے گا اس کے اندر ٹیڑھا پن بھی نہیں ہوگا۔ اور مسافت بھی اس میں تھوڑی ہوگی وہ سب سے چھوٹا خط بغیر ٹیڑھے پن کے صراط مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿ أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ﴾ (سورۃ الملك، آیت:۲۲) ''کہ ایک آدمی منہ کے بل چل رہا ہے کہ سر اس نے نیچے کیا ہو اور پیر اس نے اوپر کی طرف کیے ہوں اور ایک آدمی سیدھا صراط مستقیم پر چل رہا ہے دونوں میں ہدایت کس کے اندر زیادہ ہے؟ ظاہر ہے کہ جو پیروں کے بل سیدھا صراط مستقیم پر چل رہا ہے وہ ہدایت پر ہے۔''

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۶) بروز منگل

”صراط الذین انعمت علیهم“ کی تفسیر

سورۃ الفاتحہ کی چھٹی آیت میں تلاوت کرنے والے نے رب تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت طلب فرمائی ہے۔اور سورۃ الفاتحہ کی آخری ساتویں آیت میں اس صراط مستقیم کا بیان ہے۔

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ یا اللہ! ان لوگوں کے راستے کی ہدایت فرما جن لوگوں پر یا اللہ! تو نے انعام کیا ہے۔اور ان پر غضب بھی نازل نہیں ہوا اور وہ گمراہ بھی نہیں تھے۔

اس آیت کا پہلی آیت سے ربط: اس آیت کریمہ کا پہلی آیت سے لفظی ربط کیا ہے تو بہت سارے مفسرین اور اہل علم نے بیان کیا ہے کہ یہ ”اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ کا بدل ہے۔جبکہ کئی علماء فرماتے ہیں کہ ”اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ کے لیے یہ عطف بیان بھی بنا سکتے ہیں۔جو بھی صورت ہو یہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ...... اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی تفسیر ہے اور اس کا بیان ہے۔

پہلی تفسیر مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ سے مومنین مراد ہیں: مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ سے کون مراد ہیں؟ اہل علم نے اس کی چار تفسیریں ذکر فرمائی ہیں۔ایک تفسیر تو یہ ذکر فرمائی ہے کہ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ سے ”مؤمن“ مراد ہیں۔اس لیے کہ ایمان والوں پر بھی اللہ کا انعام ہے۔قرآن کے اندر آرہا ہے ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾ (سورۃ آل عمران، آیت:۱۰۳) ”کہ تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے درمیان الفت ڈال دی اور اس کی نعمت کی بدولت تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جہنم سے بچا لیا یہ تم پر اللہ کا انعام اور احسان ہے۔“ پھر فرمایا ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ (سورۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأحزاب' آیت:۹) ''اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو اس کی تم پر شفقت ہے احسان ہے۔'' ﴿ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ إِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ إِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ ﴾ (سورة الأحزاب' آیات:۹۔۱۰) ''فرمایا تم پر اللہ تعالیٰ کا کیا انعام ہے؟ کہ ہر طرف سے دشمن کی فوجیں اور لشکر آ گئے پھر اللہ تعالیٰ نے طوفان اور آندھی بھیج دی۔ اور آسمان سے ایسی فوجیں نازل کیں جن کو تم نہ دیکھتے تھے اور تمہاری مدد کی' یہ بھی اللہ کا انعام ہے اس کو یاد کرو۔ فرمایا: اوپر سے اور نیچے سے بھی دشمن آ گیا اور تمہارے دل ہنسلیوں تک پہنچ گئے اور حلقوں تک پہنچ گئے' اس پریشانی کی حالت میں تم نکلے تو اللہ نے تمہاری مدد فرمائی اور انعام کر دیا۔''

ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ فرمایا﴿ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ○ ﴾(ایضاً' آیت:۴۷) ''فرمایا کہ ایمان والوں کو بشارت سنا دیں کہ ان پر رب تعالیٰ کا فضل کبیر ہے۔'' ایک مقام پر فرمایا﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ (سورة النور' آیت:۱۴) ''تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل' انعام اور رحمت ہے دنیا اور آخرت میں۔'' دنیا میں بھی ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اور آخرت میں تو ہیں ہی۔ اور آخرت میں جو انعامات ہیں وہ خاص ایمان والوں کے لیے ہیں فرمایا﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (سورة الأعراف' آیت:۳۲) ''فرمایا کہ یہ اعلیٰ قسم کا رزق' پاکیزہ چیزیں اور دنیا کی زینت ایمان والوں کے لیے دنیا میں بھی ہیں اور قیامت کے دن خاص ایمان والوں کو یہ چیزیں مہیا ہونگی اور جو لوگ بے دین' بے ایمان ہیں وہ سزا بھگت رہے ہونگے۔ اور وہ اللہ کے غضب وعذاب میں مبتلا ہونگے۔ تو ایمان والوں پر اللہ کے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انعامات ہیں۔'' فرمایا﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ﴾ (سورة البقرة' آیت:۲۳۱) ''اللہ کی جو تم پر نعمت ہے اسے یاد کرو۔'' اصل انعام ایمان والوں پر ہی ہے۔ تو اس وقت ان کو مسلمان بنا دینا اور اسلام پر چلنے کی توفیق عطا کر دینا' یہ بھی بڑا انعام ہے کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کیوجہ سے انہیں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ فرمایا ﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْإِيْمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (ایضاً) کچھ اعرابی اور بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہنے لگے کہ ہمارا تم پر احسان ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ان کو کہہ دو یہ تمہارا احسان اور انعام نہیں بلکہ ﴿ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدٰكُمْ لِلْإِيْمَانِ ﴾ ''یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی توفیق عطاء کی۔''

ایمان کی توفیق دینا یہ بھی بہت بڑا انعام ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ کے فضل وکرم کے دروازے کھلتے ہیں انسان پر دنیا و آخرت میں انعام ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا ہاں اگر اللہ کی رحمت اور اس کا فضل وکرم شامل حال ہوا تو پھر وہ جنت میں داخل ہوگا۔ فرمایا: ہاں میں بھی اسی کے فضل وانعام سے جنت میں داخل ہوں گا۔ جو انعام ایمان والوں پر آخرت میں ہوگا یہ ان کی دین داری' فرمانبرداری' اور زندگی کے ہر شعبے میں قرآن وسنت کی پیروی اور اتباع کیوجہ سے ہوگا۔ الغرض ایمان والے بھی مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ ہیں۔ دنیا میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے انعام ہیں اور آخرت میں بھی ان پر انعام ہیں۔ تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں یا اللہ! جن ایمان والوں پر تیرا انعام ہوا ان کے راستے کی ہمیں بھی ہدایت عطاء فرما دے۔

ایمان والوں کا راستہ کیا ہے: چنانچہ ایمان والوں کے راستے کا بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ کیا ہے فرمایا ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ۱۱۵) ''جو لوگ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ کی مخالفت کرتے ہیں اور ایمان والوں کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے پر چلتے ہیں فرمایا وہ جدھر جاتے ہیں ہم انہیں جانے دیں گے اور آخر جہنم رسید کریں گے۔ وہ برا ٹھکانہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔''

تو یہاں فرمایا کہ جو ایمان والوں کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کا اتباع کرتے ہیں وہ جہنمی و دوزخی ہیں تو پتہ چلا کہ ایمان والوں کے راستے کی یہ اہمیت ہے کہ جو اس پر نہیں چلتا وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہنمی اور دوزخی ہے۔ ایمان والوں کا راستہ کونسا ہے؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴾(سورۃ النور' آیت: ۱۵) ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایمان والے وہ ہیں کہ جب ان کا فیصلہ سنانے کے لیے ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ان کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کر لی۔'' یہ بھی نہیں کہ اطاعت کریں گے بلکہ کہتے ہیں اطاعت کر لی۔ یہ ایمان والوں کا راستہ ہے کہ جب قرآن وسنت سامنے آجائے تو فوراً اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔ توحید اور اللہ کے دین پر کاربند ہونا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا۔ فرمایا ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾ (سورۃ یوسف' آیت: ۱۰۸) ''یہ میرا راستہ ہے اس کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں اور میرے پیروکار بھی اس کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اور عَلٰى وَجْهِ الْبَصِيْرَةِ ہم یہ دعوت دے رہے ہیں۔'' تو نبی کریم ﷺ والا راستہ ایمان والوں کا راستہ ہے۔﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے ایمان والوں کا جو راستہ ہے اس کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ سے مراد مُسْلِمْ ہیں: دوسری تفسیر ﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ کی یہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد ''مسلم'' ہیں کہ یا اللہ! مسلمانوں کے راستے پر ہمیں چلا دے۔

مسلم اور مومن میں فرق ہے: سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مؤمن اور مسلم ایک ہیں تو دو تفسیریں کیسے بنیں؟

ایمان اور اسلام میں فرق ہے جس کا پتہ قرآن مجید سے چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ (سورۃ الحجرات' آیت: ۱۴) ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مؤمن اور مسلم میں فرق ہے کیونکہ ان کو اجازت دی جارہی ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلم کہہ سکتے ہو اور فرمایا مؤمن نہ کہو' ایمان کی نفی اور اسلام کا اثبات ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر دونوں ایک ہوں تو ایمان کی نفی سے اسلام کی بھی نفی ہوگی کہ اپنے آپ کو مسلم بھی نہ کہلا سکتے۔ اور اسلام کے اثبات سے ایمان کا بھی اثبات ہو گیا۔ اور ایمان کی نفی نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا مؤمن اور مسلم میں فرق ہے رسول کریم ﷺ کی احادیث سے بھی اس بات کا علم ہوتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں مؤمن کی خصلتیں بیان کی گئی ہیں کہ یہ خصلتیں ہوں تو ایمان آتا ہے اور مسلم کی خصلتیں اسلام کے پانچ ارکان ہیں' توحید و رسالت کا اقرار' نماز کی پابندی' زکوٰۃ کی ادائیگی' رمضان کے روزے' اور بیت اللہ کا حج۔ وفد عبدالقیس کی حدیث میں حج کا ذکر نہیں لیکن دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی اسلام میں داخل ہے۔ اور ساتھ فرمایا کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ' بیت المال میں جمع کروانا یہ ایمان ہے۔ اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر' پیغمبروں پر' کتابوں پر' فرشتوں پر' تقدیر اور آخرت پر' ایمان انسان کا عقیدہ ہو۔ تو پھر آدمی مؤمن بنتا ہے۔ اور مسلم کے لیے صرف پانچ ہی چیزیں ذکر ہیں جو ارکان اسلام میں داخل ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان میں کچھ چیزیں اسلام سے زائد ہیں جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ((اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً)) ''ایمان ساٹھ سے کچھ اوپر حصوں اور شاخوں کا نام ہے۔'' ایمان میں بنسبت اسلام کے زیادہ چیزوں کا اعتبار ہے۔ اس لیے ایمان خاص اور اسلام عام ہے۔ ہر مؤمن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مؤمن نہیں۔ فرمایا: تم ایمان نہیں لائے۔ تم کہو ہم اسلام لے آئے ہیں' ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ چونکہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اس لیے سلف میں بھی یہ فرق چلتا تھا۔ اور وہ اس فرق کے متعلق سمجھتے تھے کہ یہ فرق قرآن وسنت میں ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ دو تفسیریں کی ہیں۔ ایک یہ کہ أَنْعَمْتَ سے مراد ایمان والے ہیں دوسری یہ کہ أَنْعَمْتَ سے مراد اسلام والے ہیں۔

مسلم لوگوں کا راستہ دین اسلام ہے: فرمایا ﴿ وَ مَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ حٰم السجدۃ آیت:۳۳) قول کے اعتبار سے اس شخص سے کون اچھا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے' نیک اعمال کی پابندی کرتا ہے اور کہتا ہے میں مسلم ہوں۔ اسلام والے کا راستہ' مذہب' دین اسلام ہے۔ ''أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے یہ دعا کرتے ہیں یا اللہ! جن پر تیرا انعام ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یعنی ایمان والے اور اسلام والے ہمیں ان کے راستے پر چلا۔ جن میں اسلام اور ایمان نہیں ہندو سکھ مجوسی یہودی نصرانی صابی بہائی اور مرزائی جتنے بھی بے دین اور بدمذہب لوگ ہیں ان کے راستے پر نہ چلانا۔ خلاصہ یہی ہے کہ ایمان والوں کا راستہ دین اسلام ہے اور جس میں دین اسلام نہیں نہ وہ ایمان والا ہے اور نہ اسلام والا ہے۔ تو قصہ مختصر دین اسلام صراط مستقیم ہے۔ اس پر چلا دے اور گامزن فرما دے۔

تیسری تفسیر منعم علیہم سے مراد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ہیں: تیسری تفسیر أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی یہ کی گئی ہے کہ اس سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ آپ کے صحابہ آپ کے ساتھی وہ بھی ایمان والے تھے اسلام والے تھے۔ ان پر بھی انعامات تھے اور نبی کریم ﷺ پر تو انعامات ہیں ہی۔

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ ﴾ (سورۃ النساء، آیت:۱۱۳) آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت نازل فرمائی۔ کتاب بھی وہ جس جیسی کوئی کتاب نہیں نہ آسمانی اور نہ زمینی اور حکمت عطا فرمائی۔ اور وہ چیزیں سکھلا دیں جن کو آپ نہ جانتے تھے۔ ان میں کتاب بھی شامل ہے ایمان بھی شامل ہے۔ فرمایا ﴿ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ، آیت:۵۲) ''آپ کو علم ہی نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ یہ تم پر اللہ کا انعام ہو گیا ہے۔'' ﴿ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا أَنْ يُّلْقٰٓى إِلَيْكَ الْكِتٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ القصص، آیت:۸۶) ''آپ کو یہ امید بھی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی۔ یہ اللہ کی رحمت اور فضل ہو گیا۔ آپ پر اس نے کتاب اور حکمت نازل فرما دی۔'' فرمایا ﴿ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ ﴾ (سورۃ النساء، آیت:۱۱۳) ''رب تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔'' جب رسول اللہ ﷺ پر اللہ کا فضل عظیم ہے تو آپ ﷺ بھی مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ میں شامل ہیں۔ ﴿ وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ﴾ (سورۃ الأحزاب، آیت:۳۷) ''آپ اس کو کہہ رہے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس پر اللہ کا انعام تھا اور آپ کا بھی اس پر انعام تھا۔'' رسول کریم ﷺ پر اللہ کا انعام اور رسول اللہ ﷺ دوسروں پر انعام کر رہے ہیں۔ دوسروں پر انعام وہی کرتا ہے جس پر خود انعام ہوئے ہوں تو نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ ﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ ﴾ (سورۃ الکوثر' آیت:۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے آپ کو کوثر عطاء فرمادی۔'' اس کی تفسیر خیر کثیر اور حوض کوثر بھی کرتے ہیں۔ یہ رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر ایک نہیں' دو نہیں' بلکہ بے شمار انعامات ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سید ولد آدم بنا دیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ''حمد کا جھنڈا'' میرے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم سمیت سب میرے جھنڈے تلے ہونگے۔ اور رسول اللہ ﷺ شفاعت کبریٰ کریں گے جو کوئی پیغمبر بھی نہ کر سکے گا۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے اور اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ یہ بھی اللہ کا انعام ہے پھر آپ ﷺ کو خلیل بنا لیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے کسی کو میں نے خلیل بنانا ہوتا تو ((لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا)) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں خلیل بناتا۔ لیکن تمہارا یہ ساتھی (اپنے آپ کو مراد لے رہے ہیں) اللہ کا خلیل ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی خلیل بنایا ہے۔ ((وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيمَ خَلِيلًا ۝)) (سورۃ النساء' آیت:۱۲۵) یہ خلیل حبیب سے اونچا مقام ہے۔ یہ بھی مقام اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کو عطاء فرمایا اور ابراہیم علیہ السلام پر بھی یہ انعام فرمایا۔ انعامات تو رسول کریم ﷺ پر بہت زیادہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مختصراً فرمایا ﴿ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ ﴾ (ایضاً' آیت:۱۱۳) تو مُنعَمْ عَلَيْهِمْ میں آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی بھی شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ کتاب و سنت تھا تیسری کوئی چیز نہیں تھی:

آپ اور آپ کے ساتھیوں کا راستہ کیا تھا؟ وہ کتاب اور سنت تھی' تیسری کوئی چیز نہ تھی۔ اس وقت اللہ کی کتاب تھی اور نبی ﷺ کی حدیث اور سنت تھی۔ یہ صراط مستقیم ہے اور کتاب و سنت ہی اسلام ہے۔ خلاصہ اس تفسیر کا بھی یہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے اس بات کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمادے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں جن پر انعام ہوا' ان کے راستے کی ہدایت فرمادے' وہ راستہ دین اسلام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۷) بروز بدھ

"منعم علیھم" سے کون لوگ مراد ہیں؟

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تمام حمد وثناء اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ﴿الرحمن الرحیم﴾ رحمٰن رحیم ہے۔ ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ جزاء وسزا کے دن کا مالک ہے۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما دے۔ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ان کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا۔ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ نہیں غضب کیا گیا جن پر اور نہ ہی وہ گمراہ ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کی آخری اور ساتویں آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنے والوں کی دعا نقل فرمائی ہے۔ اس دعا میں یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ یا اللہ! ہمیں ان کے راستے کی ہدایت فرما دے جن پر تیرا انعام ہوا۔ جن پر اللہ کا انعام ہوا وہ کون ہیں؟ ان کی کئی تفسیریں پہلے گزر چکی ہیں بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ ان سے ایمان والے مؤمن مراد ہیں' بعض نے فرمایا مسلم مراد ہیں۔ تیسرا علماء کا گروہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں اور ان کے راستے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

چوتھی تفسیر

منعم علیھم سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں: اور چوتھی تفسیر اس کی بعض سلف اور اہل علم نے یہ فرمائی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام ہیں جتنے بھی انبیاء اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے سب کے سب منعم علیھم ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں کافی پیغمبروں کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا﴾ (سورۃ مریم' ایت:۵۸) یہ انبیاء کرام جن کا تذکرہ ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے نبیوں میں سے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے' ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے' اسرائیل علیہ السلام کی اولاد سے' جتنے بھی نبی ہوئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ فرمایا: پھر ہم نے ان کو ہدایت بھی دے دی اور چن بھی لیا۔ تو ہدایت ہی کا مطالبہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو ہدایت عطاء فرما دی۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما دی۔ چنانچہ ایک مقام پر تقریباً بیس انبیاء کرام کا تذکرہ فرمایا اور بعد میں فرمایا ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (سورۃ الأنعام' آیات: ۸۸۔۸۹'۹۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ انبیاء کرام جن کا پہلے تذکرہ ہوا ہے ان کے آباء سے' اولاد سے اور بھائیوں میں سے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اور ان کو چن لیا اور صراط مستقیم کی ہدایت دے دی۔ انبیاء کرام کو اگر صراط مستقیم کی ہدایت نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے جس کو صراط مستقیم کی ہدایت ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۸۹) ''یہ اللہ کی ہدایت ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت فرما دیتا ہے۔'' اگر بالفرض انبیاء کرام سے بھی شرک سرزد ہو جائے تو ان کے اعمال بھی حبط ہو جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ آپ ان کے نقش قدم پر چلیں۔ تو مراد مُنْعَمٌ عَلَيْهِمْ سے انبیاء کرام ہیں۔ انبیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ نبوت ورسالت بذات خود ایک انعام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝﴾ (سورۃ ابراھیم' آیت:۱۱) انبیاء کرام کی قوموں نے ان کی مخالفت کی' ان کی نبوت ورسالت کا انکار کیا' اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات یہ بنائی کہ ہم بھی انسان ہیں اور تم بھی انسان ہو' کس طرح تم اللہ کے پیغمبر اور نبی ہو سکتے ہو؟ یہ ان کا بہانہ تھا۔ انبیاء کرام نے ان کی اس بے وزن بات کا جواب یہ دیا کہ اصل بات میں کوئی شک نہیں ہم بھی انسان ہیں تم بھی انسان ہو۔ ﴿ ولٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ (ایضاً) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے انعام کر دیتا ہے اور نبوت و رسالت ان کو عطا فرما دیتا ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس نے ہمیں نبوت و رسالت عطا کر دی ہے اور تمہیں عطا نہیں کی۔ تو یہ نبوت و رسالت بذات خود اللہ کا انعام اور احسان ہے۔ تمام انبیاء کرام پر یہ انعام ہوا تو مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے ان میں انبیاء کرام بھی شامل ہیں۔

نبوت رسالت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی اور عطائی چیز ہے: اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبوت ورسالت کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی اور عطائی چیز ہے۔ نبوت اور رسالت کا مقام اور حیثیت وہ نہیں جس طرح انسان محنت اور کوشش کر کے کوئی چیز حاصل کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی لکڑی کا کام نہیں جانتا لیکن وہ محنت کر کے' کوشش کر کے' آہستہ آہستہ لکڑی کے کام کا ماہر بن جاتا ہے۔ اسی طرح خراد کا کام ایک آدمی نہیں جانتا لیکن محنت کرتا ہے' کوشش کرتا ہے' استاد سے سیکھتا ہے' آہستہ آہستہ بہت بڑا خرادیہ بن جاتا ہے۔ لیکن نبوت ایسی چیز نہیں کہ آدمی محنت کرتا رہے' ریاضت کرتا رہے' تو اسے نبوت مل جائے۔ یہ نبوت تو اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے' اس کا ہبہ ہے' اس کا انعام ہے جسے مناسب سمجھے اسے عطا فرما دے۔ قرآن مجید میں فرمایا ﴿ اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ (سورة الأنعام' آیت: ١٢٥) انبیاء کرام کی مخالفت میں لوگ یہ بات بھی بناتے تھے کہ نشانیاں اور معجزے ان پر اترتے ہیں ہم پر نہیں اترتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس مقام پر اس نے اپنی نبوت و رسالت رکھنا ہے' کس کو عطا کرنا ہے۔ جن لوگوں نے نبوت کو کسبی چیز سمجھا ہے صوفیوں نے' فلسفیوں نے' یا متنبیوں نے' یا ان کے چیلوں نے' انہوں نے غلط سمجھا ہے۔ نہ وہ قرآن مجید کو سمجھ سکے ہیں اور نہ ہی حدیث کو۔ کیونکہ قرآن وحدیث کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے' اس کا عطیہ ہے' اس میں ریاضت اور محنت کو کوئی دخل نہیں۔ وگرنہ انبیاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام علیہم السلام سے زیادہ ریاضتیں اور محنتیں کرنے والے موجود تھے۔ لیکن ان کو نبوت و رسالت نہ مل سکی۔ بڑے بڑے راہب اور صوفی ان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا نہیں کی۔ جن میں قابلیت تھی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ان کو اللہ نے نبوت والا عہدہ عطا کر دیا۔ انبیاء کرام کو علم بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہمیں نبوت ملنا ہے لیکن ان کو نبوت مل جاتی۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس آ رہے ہیں مصر کی جانب' راستے میں آگ کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آگ سلگ لیں گے اور راستہ بھول چکے ہیں راستے کا بھی علم کر لیں گے۔ راستے کی تلاش میں آگ لینے کے لیے گئے' تو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کر دی۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کو خیال تک نہ تھا کہ مجھے نبوت ملنا ہے۔ اگر ریاضتوں اور محنتوں سے نبوت ملنا ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام پہلے ہی سے یہ ذہن بنا کر مصروف ہوتے کہ مجھے اس کے بدلہ میں نبوت ملے گی' بڑا پکا ذہن بنا ہوتا لیکن یہاں ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں کہ نبوت ملنا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ آپ کو یہ امید بھی نہ تھی کہ مجھے نبوت اور کتاب ملے گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت:٥٢) دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ یُّلْقٰٓى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ ﴾ (سورۃ القصص' آیت:٨٦) آپ کو امید ہی نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرما دی۔ آپ گھر میں گھبرائے ہوئے آئے کہ یہ واقعہ پیش آ گیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نے بات سنی تو اس نے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ آپ کو رسالت و نبوت مل گئی۔ تو بات ہو رہی تھی کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کا انعام اور عطیہ ہے اس میں کسب و ریاضت کو کوئی دخل نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے انعامات انبیاء کرام پر بہت زیادہ ہیں' جن میں سے نبوت و رسالت بھی ایک بڑا انعام ہے تو فرمایا ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾ ''یا اللہ! جن پر تیرا انعام ہوا ہے ان کے راستے کی ہدایت فرما۔'' تو مراد مُنْعَم عَلَیْهِمْ سے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا راستہ: انبیاء کرام کا راستہ کونسا ہے؟ قرآن مجید نے ذکر کیا ہے ﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ النساء' آیت:٦٤) ''جتنے بھی ہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں وہ صرف اور صرف اس لیے کہ ان کی اطاعت اور پیروی کی جائے۔“
اور انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوم کو یہی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو فرمایا ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ ○ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○﴾ (سورة الشعراء' آيات:١٠٥-١٠٨) نوح علیہ السلام نے' لوط علیہ السلام نے' صالح علیہ السلام نے' ھود علیہ السلام نے سب نے اپنی بات اپنی قوم کے سامنے یہی رکھی کہ اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو۔ انبیاء کرام کا راستہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔ وحدہ لاشریک کی عبادت کرے۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرے۔ تو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے یہ راستہ طلب کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ان کے راستے کی یا اللہ! ہمیں ہدایت عطا فرما دے۔ دوسرے الفاظ میں اپنا عبادت گزار بنا دے' متقی اور پرہیزگار بنا دے اور انبیاء کرام کا اطاعت شعار بنا دے۔

ایک پانچویں تفسیر بھی اس آیت کریمہ کی اہل علم نے کی ہے (الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) کہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ اس سے مراد چار گروہ ہیں۔ اور قرآن مجید نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ○﴾ (سورة النساء' آيات:٦٩-٧٠) فرمایا جو لوگ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھی ہیں جن پر انعام ہوا۔ وہ لوگ جن پر انعام ہوا کون ہیں؟ خود ہی اللہ تعالیٰ نے من بیانیہ لا کر ان کی تفصیل فرما دی۔ ﴿مِنَ النَّبِيِّينَ﴾ فرمایا پہلے نمبر پر نبی ہیں۔ ﴿وَالصِّدِّيقِينَ﴾ پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے صدیقین کا ذکر فرمایا اور تیسرے نمبر پر فرمایا ﴿وَالشُّهَدَاءِ﴾ جو شہید ہیں اور چوتھے نمبر پر فرمایا ﴿وَالصَّالِحِينَ﴾ اور نیک لوگ۔ نبی' صدیق' شہید اور صالحین یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور فرمایا ﴿وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ○﴾ (ایضاً) ساتھیوں کے اعتبار سے یہ بڑے اچھے لوگ ہیں جن کو انبیاء کا'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیقین کا' شہداء کا اور صالحین کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ بڑے اچھے ہیں یہ لوگ جو خود بھی اچھے ہیں اور ان کے ساتھی بھی اچھے ہیں۔ اور فرمایا: (ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ) یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ اس نے ان کو ان لوگوں کا ساتھ نصیب کر دیا۔ فرمایا: ﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝﴾ (ایضاً) اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اور جاننے میں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

پانچویں تفسیر جامع تفسیر ہے: یہ تفسیر قرآن مجید کی قرآن مجید ہی میں آ گئی۔ اور یہ جامع تفسیر ہے کیونکہ سابقہ تمام تفاسیر اس میں شامل ہو گئی ہیں۔ کسی نے کہا اس سے مراد مؤمن ہیں۔ مؤمن بھی اس میں آ گئے نبی' صدیقین' شہداء' صالحین مؤمن ہی ہیں۔ پھر بعض نے تفسیر مسلم کی ہے۔ وہ بھی اس میں آ گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ تفسیر بھی اس میں آ گئی۔ اور بعض نے صرف انبیاء کرام تفسیر کی تھی وہ بھی اس میں آ گئی۔ یہ پانچویں تفسیر جو قرآن میں آئی ہے اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ جامع ہے اور دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ تفسیر قرآن مجید میں ہے۔ دوسری تفاسیر بھی قرآن میں ہیں لیکن جتنی واضح یہ ہے اتنی واضح دوسری نہیں ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جن پر انعام ہوا وہ نبی ہیں' صدیقین ہیں' شہداء ہیں' صالحین ہیں۔ ایک تو سورۃ النساء والی آیت میں اس آیت کی تفسیر کر دی اور دوسرا انعام شدہ لوگوں کے راستے کی بھی ضمناً اس میں نشاندہی فرما دی۔ وہ راستہ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔ فرمایا ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ٦٩) جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہے اس کو مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ لوگوں کا ساتھ نصیب ہو گا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ صراط مستقیم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان کو کامیابی ملتی ہے اس کے ساتھ ہی انسان ایمان والا بنتا ہے۔ اسی کے ساتھ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ آدمی کفر سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ تو بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری ہے۔ جو اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کر رہا' نہ عقیدے میں' نہ کردار میں' نہ گفتار میں' ایسا شخص چاہے لاکھ دعوے کرے' میں صراط مستقیم پر چل رہا ہوں' وہ غلط بیانی کر رہا ہے۔ صراط مستقیم پر اس وقت آئے گا جب صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع اور تابع فرمان بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو آخری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ سمجھنے لگے۔ اور باقی فیصلوں اور باتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو مؤخر سمجھے گا تو پھر وہ صحیح معنوں میں مؤمن بنے گا، نیک بھی بنے گا، مسلم بھی بنے گا اور صراط مستقیم پر چلنے والا بھی بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۲۸) بروز جمعرات

نسبت "صراط" پر ایک سوال اور اس کا تفصیلی جواب

اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی تفسیر فرمائی ہے۔ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ان کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں، پھر صدیقین ہیں، پھر شہید اور پھر نیک لوگ ہیں۔ یہ چار قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ ان کا راستہ کونسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے پیغمبروں کی اطاعت وفرمانبرداری۔

اعتبارات مختلف ہونے کی وجہ سے چیز کی نسبت بدل جاتی ہے: اس مقام پر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ ان کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے۔ تو راستہ کی نسبت مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ لوگوں کی طرف کی گئی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ (سورۃ لقمان، آیت:۱۵) "جو اللہ کی طرف انابت کرتے ہیں ان کے راستے کا اتباع کرو۔" یہاں راستے کی نسبت منیبین الی اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا ﴿وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ (سورۃ النساء، آیت:۱۱۵) جو ایمان والوں کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے گا، جدھر جائے گا ہم اسے جانے دیں گے اور آخر کار ہم اسے جہنم رسید کریں گے۔ یہاں راستے کی نسبت ایمان والوں کی طرف کی گئی ہے۔ پھر قرآن مجید میں ہے ﴿وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ○﴾ (سورۃ الأنعام، آیت:۱۲۷) کہ یہ تمہارے رب کا راستہ ہے۔ یہاں راستے کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف کر دی گئی ہے۔ ﴿قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ○﴾ (سورۃ الحجر، آیت:۴۱) "یہ مجھ پر سیدھا راستہ ہے۔" یہ اللہ کی طرف نسبت ہے۔ اور کسی جگہ پر صراط مستقیم کی نسبت رسول کریم ﷺ کی طرف آجاتی ہے۔ ﴿وَ أَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (سورۃ الأنعام،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایت:۱۵۳) رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو۔ ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ ﴾(سورۃ یوسف' آیت:۱۰۸) فرمایا یہ میرا راستہ ہے۔ ﴿اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ﴾(ایضاً) پھر ایک مقام پر فرمایا﴿ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾(سورۃ الشوریٰ' آیات:۵۲-۵۳) تو الغرض صراط مستقیم کی نسبت کسی مقام پر اللہ کی طرف اور کسی جگہ نبی کریم ﷺ کی طرف اور کسی جگہ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ لوگوں کی طرف کی گئی ہے۔ یہ بظاہر اشکال پیش کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی اشکال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ راستہ متعین کر دیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا بھی راستہ ہے کیونکہ آپ ﷺ اس پر چلتے تھے اور لوگوں کو اس راستے کی طرف دعوت بھی دیتے تھے۔ اور ایمان والے خود بھی اس راستے پر چلتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے ایمان والوں مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ لوگوں کا بھی راستہ ہے۔ تو اعتبارات مختلف ہونے کی وجہ سے چیز کی نسبت بدل جاتی ہے۔ اور دین میں تَفَقُّه اور حکمت ان نسبتوں کو سمجھنے کا ہی نام ہے۔ محاورۃ مشہور ہے اہل علم کہتے ہیں:

"لَوْ لَا الِاعْتِبَارَاتُ لَبَطَلَتِ الْحِكْمَةُ" اگر اعتبارات نہ ہوتے تو حکمت ودانائی ختم ہو جاتی۔

لہٰذا اس مقام پر اعتبارات مختلف ہیں اس وجہ سے نسبت بھی مختلف ہے۔ اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کو نازل فرمایا اور صراط مستقیم کا تعین فرمایا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ انبیاء علیہم السلام اس راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور خود بھی چلتے رہے' اس لیے ان کا بھی راستہ ہے اور ایمان والے بھی لوگوں کو اس راستے کی دعوت دیتے ہیں اور خود بھی چلتے ہیں اس لیے ان کا بھی راستہ ہے۔

وراثت میں کبھی باپ کو دو اعتبار سے بھی حصہ مل جاتا ہے: مثال اس کی یوں سمجھ لو کہ چیز ایک ہوتی ہے اور اعتبارات الگ الگ ہوتے ہیں۔ ایک آدمی فوت ہو گیا اس کے ورثاء میں ایک اس کی بیٹی ہے' باپ بھی ہے اور اس کی بیوی بھی ہے۔ اب اس جائیداد کی تقسیم میں بیٹی کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصف ملے گا اور بیوی کو آٹھواں حصہ اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورۃ النساء' آیت:۱۱) اب اولاد میں بیٹی ہے اس لیے والد کو چھٹا حصہ ملے گا اور پھر جو باقی بچے گا وہ دوبارہ باپ کو مل جائے گا۔ باپ کے اس مقام پر دو اعتبار ہیں ایک ''اَصْحَابُ الْفُرُوْض'' میں شامل ہے چھٹا حصہ لے گا۔ دوسرا اعتبار ''عَصَبَہ'' ہے جو مال باقی بچا ہے وہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے لے جائے گا۔ نبی کریم ﷺ بھی اس قسم کے مسائل میں کہ جہاں اصحاب الفروض اور عصبہ دونوں جمع ہو جائیں وہاں دو حصے دلواتے تھے۔

وراثت میں کبھی خاوند کو بھی دو اعتبار سے حصہ مل جاتا ہے: دوسری مثال اس طرح سمجھ لو کہ ایک آدمی کی بیوی فوت ہوگئی اور بیوی اس کے چچا کی بیٹی تھی۔ اب اس کی جائیداد تقسیم ہوگی تو خاوند کو نصف مل جائے گا کیونکہ اولاد نہیں ہے باقی نصف بچ گیا اب اس کا کوئی وارث نہیں اب یہ چچازاد ہے یہ عصبہ بن جائے گا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے (اَلْحِقُوْا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ) ''جو اصحاب الفروض ہیں ان کو پہلے دو اور جو باقی بچا ہے وہ قریب ترین مذکر کو دے دو۔'' اب وہ اس کا چچازاد بھی ہے لہٰذا باقی بھی اس کو مل جائے گا۔ اس میں دو اعتبار ہیں۔

رکعتیں دو اور اعتبارات تین یا چار: نماز کے مسائل میں اس کی مثال اس طرح سمجھ سکتے ہو ایک آدمی نے وضو کیا پھر مسجد میں آ گیا اس نے فجر کی نماز اور سنتیں ادا کرنا ہیں اب وہ دو سنتیں ادا کرے گا۔ دو رکعات پڑھی ہیں لیکن تین اعتبارات ہیں۔ وضو کی بھی دو رکعتیں بن گئیں اور فجر کی دو سنتیں بھی بن گئیں اور مسجد میں آنے کی دو رکعات بھی بن گئیں۔ کسی ایک چیز کے اعتبارات الگ الگ ہوتے ہیں اس وجہ سے نسبت بدل جاتی ہے اب ان دو رکعات کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں وضو کی دو رکعتیں' یہ بھی کہہ سکتے ہیں تحیۃ المسجد پڑھ لی ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فجر کی دو رکعات ادا کر لی ہیں۔ رکعتیں دو ہیں اور اعتبارات تین ہیں ایسے ہو جاتا ہے۔ اور ان دو رکعات کے بعد دعائے استخارہ پڑھ لے تو اعتبارات چار ہو جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس مقام پر بھی صراط مستقیم ایک ہی ہے اور اعتبارات مختلف ہیں۔ اس معنی سے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں صراط کی نسبت مُنعَم عَلَيْهِمْ کی طرف ہوگئی ہے دوسرے مقام پر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف یا نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت ہوگئی ہے تو اس کے ساتھ کوئی تعارض نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ کے بجائے مَنْ کیوں نہیں استعمال کیا؟ پھر اس مقام پر ایک اور بھی سوال کیا جاتا ہے کہ ﴿اَلَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ فرمایا ہے۔ ﴿مَنْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ نہیں فرمایا۔ مَنْ کبھی معرفہ آتا ہے اور کبھی نکرۃ آتا ہے تو اس مقام پر معرفہ کی ضرورت ہے کیونکہ صراط مستقیم کا تعین فرمانا تھا۔ اور مَنْ میں اتنی تعریف نہیں ہے اس لیے مَنْ کی جگہ پر ﴿اَلَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ فرمایا ہے۔

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں ماضی کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟ پھر اس مقام پر سوال ہے کہ ﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے ماضی کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ زمانہ گزشتہ میں انعام ان پر ہو چکا ہے یہ نہیں فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ تُنْعِمُ عَلَيْهِمْ﴾ جن پر یا اللہ! تو انعام کرے گا بعد میں۔ یہ اس لیے کہ یہ مقام صراط مستقیم کے تعین کرنے کا ہے تو متعین تب ہوتا ہے جب ماضی والا لفظ استعمال ہو کہ جن پر زمانہ گزشتہ میں انعام ہوا ان کا راستہ متعین ہو چکا ہے۔ اور آئندہ جن پر انعام ہونا ہے ان کے بارے میں علم ہی نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں اس لیے آئندہ والا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں صراط مستقیم کا تعین فرما دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر' نبی' صدیق' شہید اور صالح لوگ ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۳۰) بروز ہفتہ

انسانی کمالات میں سب سے اعلیٰ کمال نبوت و رسالت ہے جو کہ وہبی ہے

پہلے یہ بات تفصیل سے بیان ہو چکی ہے کہ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ وہ لوگ جن پر انعام ہوا اس سے چار قسم کے لوگ مراد ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام' صدیق' شہید اور صالحین۔ ان تمام گروہوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کا گروہ افضل اور اعلیٰ ہے۔ جتنے بھی انسانی کمالات ہیں ان سب میں سے اعلیٰ کمال نبوت و رسالت ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی خوبیوں اور کمالات میں سے اعلیٰ ترین خوبی اور کمال موحد اور توحید والا بننا ہے۔ اور توحید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ بات کہہ دی جاتی ہے کہ توحید والے عقیدے کو اپنا لینا یہ سب انسانی مراتب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہے۔ مگر قرآن وحدیث کو بغور پڑھنے سے اور سمجھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ توحید والا بن جانا انسانی خوبیوں اور کمالات میں سے سب سے اعلیٰ درجہ و مرتبہ نہیں ہے۔ کیونکہ توحید والے عام لوگ متقی اور پرہیزگار بھی ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام توحید والے تھے۔ تابعین رحمہم اللہ سب توحید والے تھے۔ ائمۃ مجتہدین رحمہم اللہ بھی توحید والے تھے۔ کیا خیال ہے یہ انبیاء کرام سے زیادہ کمال والے تھے؟ نہیں۔ بلکہ ہر مؤمن اور مسلم اس بات کو جانتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین' ائمۃ مجتہدین اللہ کے نبی نہیں تھے بلکہ امتی تھے؟ نیک لوگ تھے۔ متقی اور پرہیزگار تھے' اللہ کے ولی تھے۔ ان کے اندر صدیق بھی تھے' شہید بھی تھے لیکن نبی نہیں تھے۔ اس لیے یہ خیال خام ہے کہ توحید ماننے والا مرتبہ تمام انسانی مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ اعلیٰ مرتبہ نبوت و رسالت ہے انسان خواہ کتنی ہی عبادت کر لے نیک بن جائے نہ وہ اللہ بنتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس میں آتا ہے۔ پھر کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ نبوت و رسالت سے بھی اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ انسان اللہ ہی بن جائے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ یا اللہ تعالیٰ ہی کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندے میں آ جائے۔ یہ انسانی مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ ہوتا تو درکنار یہ انسانی مرتبہ ہی نہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی نیک بن جائے کتنی ہی عبادت کرے نہ وہ اللہ بنتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس میں آتا ہے۔ الوہیت کا مقام صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر یہ اعلیٰ کمال ہوتا دین کے اندر' اسلام کے اندر' تو پھر جو لوگ انبیاء کرام کو الٰہ بناتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا رد نہ کرتے۔ انسانوں میں سے سب سے اعلیٰ پیغمبر اور رسول ہیں' جب وہ اللہ نہیں بن سکتے تو اور کون ہے جو اللہ بن سکے یا اللہ اس میں آ جائے؟ تو انبیاء کرام کا تمام انسانوں بلکہ جنوں اور فرشتوں میں بھی اعلیٰ مقام ہے۔

لفظ ''نبی'' کی لغوی تشریح: نبی کا مطلب کیا ہے؟ اس کا ماخذ کیا ہے؟ یہ لفظ کیسے بنا؟ نبی صفت کا صیغہ ہے اور فعیل کے وزن پر ہے اس کا مآخذ بعض اہل علم ''نبوت'' لکھتے ہیں۔ اور نبوت عربی زبان میں ارتفاع اور رفعت کو کہتے ہیں۔ نبی کا مقام باقی تمام لوگوں سے بلند ہوتا ہے اس لیے اسے نبی کہا جاتا ہے۔ باقی کوئی بھی نبی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا' چاہے صحابی ہو' تابعی ہو' صدیق ہو' کوئی شہید ہو' کوئی ولی ہو' کوئی محدث ہو' مفسر ہو' مجتہد ہو' فلسفی ہو' منطقی ہو' علم ہندسہ کا بڑا ماہر ہو' کچھ بھی بن جائے تو وہ نبی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعض اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ نبی کا لفظ ''نَبَأ'' سے بنا ہے۔ اور نبا خبر کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی آ رہا ہے ﴿قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ۝﴾ (سورۃ ص' آیت:٦٧) دوسرے مقام پر یوں ہے ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝﴾ (سورۃ النباء' آیات:١۔٢) اور مقام پر یوں بھی فرمایا ہے ﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:٤٤) نبا اور انباء کا لفظ قرآن مجید میں جگہ جگہ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا نبی اللہ تعالیٰ کے احکام کی لوگوں کو خبر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود اپنے حکموں کی نبی کو خبر دیتا ہے اور وہ لوگوں کو اس کی خبر دیتا ہے۔ تیسرا قول اہل علم کا یہ ہے کہ نبی کا لفظ نبا سے نکلا ہے۔ نبا راستے کو کہتے ہیں اور نبی لوگوں کو وہ راستہ دکھاتا ہے جس راستے پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں۔ اور جنت کو حاصل کر لیں۔ تو نبی جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں وہ لوگوں کو راستہ دکھلاتا ہے اس لیے ان کا نام نبی رکھا ہے۔

لفظ ''نبی'' کی تعریف: عام علماء نے قرآن وسنت کی روشنی میں نبی کا معنی یہ پیش کیا ہے کہ ﴿

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((إِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلَى الْخَلْقِ)) نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمائیں اور وحی نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع کر کے آخر الزمان پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا قرآن میں ہے ﴿ وَ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ (سورة الأحزاب، آیت: ٤٠) فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور نبی کریم ﷺ کا اپنا فرمان ہے ((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ)) ''میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

رسول اور نبی میں فرق: قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں فرق ہے قرآن میں فرمایا ﴿ وَ مَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ أُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (سورة الحج، آیت: ٥٢) ''اے نبی کریم ﷺ! آپ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی بھیجے ہیں شیطان نے کوشش کی ہے کہ وہاں کوئی نہ کوئی خرابی پیدا کر دی جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی اور رسول دو لفظ استعمال کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہے اگر فرق نہ ہوتا تو پھر ایک ہی لفظ بولا جاتا۔ دو لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر نبی کریم ﷺ کی مفصل حدیث ہے' شفاعت والی حدیث' اس میں آتا ہے لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے نوح علیہ السلام! ''أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ'' آپ تمام رسولوں میں سے پہلے رسول ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ نوح علیہ السلام فرمائیں گے مجھ سے لغزش ہوگئی ہے کہ بیٹے کے لیے دعا کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ آج ایسے غضب میں ہے کہ نہ پہلے ایسے غضب میں آیا ہے اور نہ بعد میں آئے گا۔ نفسی نفسی کہیں گے۔ اور دوسرے پیغمبر کا حوالہ دیں گے کہ ان کے پاس چلے جاؤ تو اس حدیث میں آرہا ہے نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جبکہ نبی تو نوح علیہ السلام سے پہلے بھی موجود تھے۔ اگر نبی ہی رسول ہوں تو پھر نوح علیہ السلام پہلے رسول تو نہیں بنتے اور حدیث میں ہے ((أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ)) تو معلوم ہوا کہ نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رسول میں فرق ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے انسانوں میں نبی تو موجود تھے لیکن رسول نہیں تھے۔ نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں۔ یہ دلائل فرق والے بھی موجود ہیں اور قرآن میں ایسا بھی ہے کہ ایک ہی ذات پر نبی کا لفظ بھی اور رسول کا لفظ بھی بولا گیا ہے۔ فرمایا ﴿ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ ﴾ (سورۃ مریم' آیت: ۵۴) اسماعیل علیہ السلام اللہ کے رسول بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی آ رہا ہے اور بھی کئی پیغمبروں کے متعلق نبی اور رسول کا بھی لفظ آیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ رسول اور نبی بسا اوقات اکٹھے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایک شخص نبی ہوتا ہے رسول نہیں ہوتا ایک یہ فرق ہے۔

نبی اور رسول میں ایک اور فرق: ایک فرق اور بھی ہے ہمارے شیخ اور استاد حافظ محمد صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تُحْفَةُ الْإِخْوَانِ" میں ذکر فرمایا ہے۔ تحفۃ الاخوان عقیدے کے مسائل پر رسالہ ہے۔ اس میں فرماتے ہیں نبی کا لفظ صرف انسانوں پر بولا جاتا ہے۔ اور رسول کا لفظ انسانوں میں جو پیغمبر ہیں ان پر اور جو فرشتوں سے پیغمبر ہیں ان پر بھی بولا جاتا ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ﴾ (سورۃ الحج' آیت: ۷۵) "فرمایا اللہ تعالیٰ پیغمبر رسول انسانوں میں سے بھی چن لیتے ہیں اور فرشتوں میں سے بھی۔" جبرائیل علیہ السلام' مریم علیہا السلام کے پاس انسانی شکل میں آئے انہوں نے کہا ﴿ قَالَتْ إِنِّيْٓ أَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ ﴾ (سورۃ مریم' آیات: ۱۸-۱۹) "فرمانے لگے گھبرانے اور خوف وخطر کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے رب تعالیٰ کا رسول ہوں۔" یہاں جبرائیل علیہ السلام پر بھی رسول کا لفظ بولا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت: ۵۱) "فرمایا اللہ تعالیٰ کسی انسان سے کلام کرتے ہیں تو ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ خفیہ آواز اپنے نبی تک پہنچا دیتے ہیں۔"

وحی کے ذریعے اور دوسرا یہ کہ پس پردہ اپنے پیغمبر سے کلام کرے اور تیسرا یہ کہ کسی فرشتے کو اپنا رسول بنا کر بھیج دے۔ اور اس فرشتے کے ذریعے اپنا پیغام اپنے اس نبی تک پہنچا دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کا لفظ فرشتوں پر بھی بول سکتے ہو اور قرآن وسنت میں بھی رسول کا لفظ فرشتوں پر بولا گیا ہے۔ اور انسانوں میں جو رسول ہیں ان پر بھی بولا گیا ہے۔ اور نبی کا لفظ کتاب وسنت میں صرف اور صرف انسانوں پر ہی بولا گیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔ بہرحال نبی اور رسول میں فرق ہے۔ اس میں بہت زیادہ قول ہیں۔ عام طور پر یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ ان میں عام خاص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے ((كُلُّ رَسُوْلٍ نَّبِيٌّ وَ لَيْسَ كُلُّ نَبِيٍّ بِرَسُوْلٍ))

بعض پیغمبروں کے حالات نبی کریم ﷺ کو بتلا دیے گئے ہیں اور بعض کے نہیں

اجمالاً ایمان لانا سب پر ضروری ہے: تو پہلے نمبر پر مُنۡعَمٌ عَلَيۡهِمۡ جن پر انعام ہوا ان میں انبیاء کرام کا نام سرفہرست ہے۔ کچھ پیغمبروں کے نام اللہ تعالیٰ نے ذکر کر دیے اور ان کے حالات بھی اجمالاً ذکر کر دیے۔ اور کچھ پیغمبر ایسے ہیں جن کا اجمالی ذکر تو ہے لیکن ان کی تفصیل آئی ہے نہ نام آئے ہیں۔ اور نہ واقعات آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ﴾ (سورۃ المومن' آیت:۷۸) بعض پیغمبروں کے حالات آپ کو بتا دیے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے ایمان سب پر اجمالاً لانا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ سے جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا ﴿مَا الۡاِيۡمَانُ؟﴾ ایمان کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ) "فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان ہو' یقین ہو' اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان ہو' فرشتوں پر ایمان ہو' اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان ہو۔" تو تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک انسان پیغمبر کی نبوت اور رسالت کی تصدیق نہ کرے گا اس وقت تک وہ مؤمنوں اور مسلمانوں کی فہرست میں شامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان لانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا ہے ﴿ وَ مَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ۱۳۶) "جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے' اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتا ہے' فرشتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے...... الخ" فرمایا ایسا آدمی راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔ اس کے اندر ایمان کا شائبہ تک نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤمن اور ہدایت یافتہ کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے' فرشتوں پر ایمان لانا' کتابوں پر ایمان لانا' تقدیر اور آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو پیغمبروں پر ایمان نہیں لاتا وہ مؤمن نہیں۔ اور جب مؤمن نہیں صراط مستقیم پر کیسے ہوسکتا ہے۔ فرمایا ﴿ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کے راستے پر چلا دے ان کے راستے پر ہدایت فرمادے جن پر تیرا انعام ہوا اور وہ پہلے نمبر پر اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں پیغمبر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ سے ان کے راستے پر چلنے کی مدد طلب کی جارہی ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۵/۳۱) بروز اتوار

صدیقین کون ہیں؟

مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ جن پر انعام ہوا چار قسم کے لوگ تھے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، پھر صدیق، پھر شہید، پھر نیک اور صالح لوگ۔ کل کی فرصت میں نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق کچھ عرض کیا گیا تھا آج کی فرصت میں دوسرے نمبر پر مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کے بیان میں جن کا تذکرہ ہوا ہے وہ صدیق ہیں۔ صدیق پر کچھ عرض کرنا مقصود ہے لفظ صدیق ''صِدْق'' سے بنا ہے اور صادق بھی صدق سے بنا ہے۔ صدیق مبالغے کا صیغہ ہے۔ اور صدیق اس کو کہا جاتا ہے جس میں وصف صدق بہت زیادہ ہو۔ صدق ہر ایمان والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ صدق کے دامن کو تھامے رکھے اور کذب وجھوٹ سے پرہیز کرے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا (إِيَّاكَ وَالْكَذِبَ) ''جھوٹ سے بچو۔'' (فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ) ''کیونکہ جھوٹ آدمی کو فسق وفجور برائی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے۔'' (وَ إِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ) ''فسق وفجور انسان کو جہنم اور دوزخ میں لے جاتا ہے اس لیے اس سے بچو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ) ''سچ کو لازم پکڑو۔'' (فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ) ''سچائی انسان کو نیک بناتی ہے نیکی کی طرف اس کی راہنمائی کرتی ہے۔'' (وَ إِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ) ''نیکی انسان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔'' تو سچائی اور صدق انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں اس لیے ان کو لازم پکڑو۔ رسول اللہ نے فرمایا (وَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَ يَتَحَرَّى الْكَذِبَ) آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے جہاں اسے جھوٹ ملتا ہے وہاں پہنچتا ہے اور بڑے اہتمام سے جھوٹ بولتا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی یہ عادت چلتی ہے حتیٰ کہ لکھا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کذاب ہے اور جھوٹا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ((لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَ يَتَحَرَّى الصِّدْقَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا)) ''کہ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں وہ صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔'' تو سچ آدمی کو جنت میں پہنچاتا ہے اور سچ بول بول کر انسان صدیق کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور جھوٹ آدمی کو جہنم میں پہنچاتا ہے اور جھوٹ بول بول کر انسان اللہ کے ہاں کذاب بن جاتا ہے۔ قرآن کے اندر ہے ﴿ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ٦١) ''ہم جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔''

جھوٹ بولنے والا آدمی معاشرے میں بھی اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے جس کے ساتھ اس کے دینی کام بھی متاثر ہوتے ہیں اور دنیاوی کام بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی وہ دور ہو جاتا ہے۔

جھوٹے شخص کی سزا: اور برزخ اور آخرت میں جو سزا اس کو ملتی ہے وہ اس سے مستزاد ہے۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمی آئے اور مجھے اٹھا کر پاک سرزمین کی طرف لے گئے۔ بہت ساری چیزیں انہوں نے دکھائیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس ایک آدمی کھڑا ہے۔ اس کھڑے آدمی کے ہاتھ میں کلوب (کلپہ) ہے اس کے ذریعے وہ اس کی ایک باچھ گدی تک چیر لیتا ہے پھر دوسری باچھ بھی گدی تک چیر لیتا ہے' اتنی دیر تک پہلی باچھ تندرست اور صحیح سالم ہو جاتی ہے' پھر اس کو چیرتا ہے اس طرح اس کو یہ سزا مل رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے جس کو یہ سزا مل رہی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے ((فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ)) ''کہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا شخص ہے۔ ایک جھوٹ بولتا تھا تو وہ جھوٹ اس سے سن کر آگے نشر کیا جاتا تھا۔'' ﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ الْاٰفَاقَ ﴾ حتیٰ کہ دنیا کے کونے کونے تک وہ پہنچ جاتا۔ اور آج کل تو ذرائع اس طرح کے نکل آئے ہیں کہ ایک جگہ بیٹھ کر بات کرو تو منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں وہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچ جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بھی جواب دیا کہ (و يُفْعَلُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) ''کہ جو سزا آپ ﷺ نے اس کو ملتی ہوئی دیکھی ہے یہ قیامت کے دن تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ملتی رہے گی۔"

ایک وقت تھا کہ کافر بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتے تھے: جھوٹ بہت بڑی لعنت ہے اس سے بچنا چاہیے اور پرہیز کرنا چاہیے۔ ایک وہ دور تھا کہ کافر بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتے تھے۔ بخاری شریف کے اندر ہرقل والی لمبی حدیث ہے ابوسفیان (ابھی کافر تھے) شام کے علاقے میں گئے تھے۔ ہرقل کے نام نبی کریم ﷺ کا مکتوب پہنچا ہوا تھا۔ اس نے اس قافلے کو بلا لیا جس میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ابھی وہ کافر تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کے مخالف تھے۔ اور کئی جنگیں آپ کے خلاف لڑ چکے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہرقل نے ہمیں بلایا۔ مجھے سامنے کھڑا کیا جبکہ میرے ساتھیوں کو پیچھے بٹھا دیا۔ اور ان سے کہہ دیا کہ میں نے ابوسفیان سے کچھ سوال کرنے ہیں جس وقت یہ کوئی غلط بیانی کرے تو تم نے مجھے بتانا ہے۔ تقریباً نبی کریم ﷺ کے متعلق دس سوال کیے اور ابوسفیان جواب دیتا گیا اور جواب بھی صحیح صحیح اور کھرے کھرے دیتا گیا۔ ابوسفیان بیان کرتا ہے کہ میرا دل چاہا کہ میں رسول کریم ﷺ کے متعلق جھوٹ بول کر غلط بیانی سے کام لوں مگر میں نے دل میں کہا کہ میرے ساتھ جو قافلہ مکہ مکرمہ سے آیا ہے ان کو تو سب کچھ پتہ ہے یہ جا کر وہاں میرے متعلق باتیں کریں گے کہ وہاں ابوسفیان جھوٹ بول کر آیا ہے۔

الغرض کافر بھی اس وقت جھوٹ سے پرہیز کرتے تھے اور اب ایسا دور آ گیا ہے کہ اچھے بھلے نمازی پرہیزگاری بڑے معصومانہ انداز میں کہہ دیتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر تو گزارہ ہی نہیں ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔

اگر جھوٹ کے بغیر گذارہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ جھوٹ سے پرہیز کی تلقین کیوں کرتے اور یہ حکم کیوں دیتے کہ سچ بولا کرو۔ جیسے کہ ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ وہ نبی ﷺ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو فرمانے لگے کہ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں اور سچ بولنے کا حکم دیتے ہیں' صلہ رحمی' پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام میں صدق کا وصف سب سے زیادہ ہوتا ہے: شریعت نے صدق کی بڑی تلقین کی ہے اور صدیقین کا مرتبہ مقام اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ذکر کیا ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہداء سے اوپر ان کا مقام رکھا ہے فرمایا ﴿ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ...... ﴾ تو صدیق کا ایک مطلب ہے بہت زیادہ سچ بولنے والا۔ یہ وصف انبیاء کرام میں بھی موجود ہوتا ہے صدیقین کے اندر بھی شہداء کے اندر بھی اور صالحین کے اندر بھی۔ مگر فرق ہے کسی کے اندر یہ وصف صدق زیادہ ہوتا ہے اور کسی کے اندر کم۔ ہوتا سب کے اندر ہی ہے۔ اس لیے اللہ نے کئی انبیاء کرام کے متعلق یہ صدیق وصف ذکر کیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝﴾ (سورۃ مریم' آیت: ٤١) ادریس علیہ السلام کے متعلق فرمایا ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝﴾ (ایضاً' آیات: ٥٦-٥٧) یوسف علیہ السلام کے متعلق بھی یہ وصف صدیق آیا ہے۔ فرمایا ﴿ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ ﴾ (سورۃ یوسف' آیت: ٤٦) جیل میں تھے کہ خواب کی تعبیر پوچھنے والا آیا تو کہنے لگا کہ اے صدیق! یوسف علیہ السلام!

اسماعیل علیہ السلام کے تذکرے میں یوں ارشاد فرمایا ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝﴾ (سورۃ مریم' آیت: ٥٤) ایمان والوں کا تذکرہ اس طرح فرمایا ﴿ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝﴾ (سورۃ بقرۃ' آیت: ١٧٧) ایک مقام پر ایمان والوں کے اوصاف ذکر کر کے فرمایا ﴿ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾ (سورۃ الحجرات' آیت: ١٥)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق تھا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر صدیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب تھا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے ((صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُحُدًا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ)) احد پہاڑ حرکت میں آ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اُثْبُتْ أُحُدُ)) کہ اے احد پہاڑ! حرکت بند کر دے اور ثابت رہ۔ ((فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ)) کہ اس وقت تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اور چونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اندر یہ وصف صدق بہت زیادہ تھا اس لیے ان کا لقب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیق تھا۔

اللہ پر، رسول پر، کتابوں پر ایمان لانے والے کو بھی صدیق کہتے ہیں: اور جو انبیاء کرام کی تصدیق کرے اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لے آئے اس کو بھی صدیق کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ﴾ (سورة الحديد' آيت:١٩) ''جو لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لے آئے وہ صدیق ہیں اللہ کے ہاں اور گواہ ہیں۔'' ﴿لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ﴾ (ايضاً) ''ان کے لیے اجر ہوگا اور نور اور روشنی ہوگی۔'' تو اس اعتبار سے سارے ایمان والے صدیقین ہیں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور ایک وہ اعتبار ہے کہ جس میں وصف صدق بہت زیادہ پایا جائے تو اس اعتبار سے کسی میں یہ وصف کم ہے کسی میں زیادہ۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی تعریف فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((مَآ أَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ أَبِي ذَرٍّ)) ''کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں۔''

اگر کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کے لیے کوئی دو معنی والی بات کرے تو یہ صدیقیت کے منافی نہیں ہے: ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ﴾ (سورة الأنبياء' آيت:٦٣) کہ مشرکوں کے بت توڑ کر کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا اور کہا کہ ان کے بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اپنی ذات مراد لے لی۔ اس لیے کہ قوم کے اندر سب سے بڑا پیغمبر ہی ہوتا ہے اور دوسرا معنی یہ کہ بتوں کے اندر جو بڑا ہے اس نے یہ کام کیا ہے۔ تو دو معنی والی بات کر لی۔ واضح طور پر بات نہیں کی۔ تو یہ صدیق ہونے کے منافی نہیں ہے اسی طرح انہوں نے کہا ﴿إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (سورة الصافات' آيت:٨٩) ''کہ میں بیمار ہوں۔'' اس کے بھی دو معنی ہیں ایک یہ کہ تم مجھے بیمار سمجھتے ہو دوسرا معنی یہ کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی مادی بیماری ہے۔ تو کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کے لیے دو معنی والی بات کرنا صدیق ہونے کے منافی نہیں ہے۔

ہجرت کے سفر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ پیچھا کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا تلاش کرتے کرتے پہنچ گیا۔ کہنے لگا کون ہو؟ کہنے لگے میں ابو بکر ہوں۔ پوچھنے لگا ساتھ کون ہے؟ کہنے لگے: ''رَجُلٌ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ'' کہ آدمی ہے جو مجھے راستہ بتلا رہا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ راستہ بھولا ہوا ہے' تو یہ کوئی راستہ بتلانے والا ہے جو اسے راستہ بتلا رہا ہے۔ جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ دین اسلام والا راستہ مراد لے رہے تھے۔ تو دو معنی والی بات کر گئے اور یہ کام ان کے صدیق ہونے کے منافی نہیں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے سفر میں جا رہے تھے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا اس کا یہ اصول تھا کہ جس مسافر کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی تو وہ ہتھیا لیتا۔ وہ ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے؟ کہنے لگے کہ یہ میری بہن ہے۔ مائی سارہ کو بات سمجھا دی کہ یہاں تیرے اور میرے علاوہ کوئی ایمان والا نہیں (مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں ایمان کی بہن کہہ کر آیا ہوں) ''فَلَا تُكَذِّبِيْنِي'' پس میری تکذیب نہ کرنا۔ تو دو معنی والی بات کر لی کہ انہوں نے سمجھا کہ نسبی بہن ہے اور حقیقت میں وہ دینی اور ایمانی بہن مراد لے رہے تھے۔ تو یہ صدیقیت کے منافی نہیں ہے جو لوگ اس کو صدیق ہونے کے منافی سمجھتے ہیں دراصل وہ بات کی تہہ تک پہنچ نہیں سکے۔

اور زیادہ زور ان لوگوں کا اس بات پر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کیا جائے اور قرآن کے منافی بنا کر اس کو جھٹلایا جائے۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں تو ایک بات آئی ہے باقی دو باتیں تو قرآن مجید میں ہیں۔ اس کا کیا کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱/۶/۱۹۹۸) بروز پیر

رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی

یہ بات ہو رہی تھی کہ لفظ صدیق کتاب و سنت میں دو معنوں میں استعمال کیا گیا ہے ایک تو یہ کہ اللہ اور اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لانے والے اور تصدیق کرنے والے صدیق ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (سورة الحديد' آیت: ۱۹)

حدیث میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آپس میں کوئی بات چیت ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے مجھ سے زیادتی ہوگئی ہے مجھے معاف کر دو۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر چلے گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا اور یہ بات بھی سنائی کہ میں نے یہ بھی کہا کہ مجھ سے زیادتی ہوگئی ہے' معاف کر دو مگر وہ گھر چلے گئے۔ بعد میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی سوچا کہ میں معاف ہی کر دیتا' گھر سے نکلے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملیں تو میں کہوں کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ بات ہوئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ مجھ سے ہی زیادتی ہوگئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ میں تمہارے پاس آیا اور اللہ کا پیغام تم کو سنایا۔ اپنی رسالت اور نبوت تمہارے سامنے پیش کی۔ ''قُلْتُمْ كَذَبْتَ'' تو تم نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ اور انکار کر دیا۔ ''وَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتَ'' اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ تم سچ فرما رہے ہو واقعی آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا: (فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْلِي صَاحِبِي) میری وجہ سے میرے اس ساتھی کو کچھ نہ کہا کرو۔ (فَمَا أُوْذِيَ أَبُوْبَكْرٍ بَعْدُ) صحابی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی گئی۔

تو مقصد یہ ہے کہ جتنے بھی تصدیق کرنے والے ہیں وہ صدیق ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے سب ایمان والے صدیق ہیں۔

دوسرا معنی یہ تھا کہ ﴿لَا یَزَالُ الرَّجُلُ یُصَدِّقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّیْقًا﴾

اس معنی کے لحاظ سے کچھ لوگ صدیق ہیں اور کچھ صدیق نہیں۔

لفظ "شہید" کے معانی: تیسرا گروہ مُنْعَمْ عَلَیْهِمْ کا شهداء ہے۔ یہ شہید کی جمع ہے۔ عربی زبان میں شہید کے کئی معانی ہیں جن میں سے دو موٹے موٹے معنی پیش کیے جاتے ہیں۔

شہید کا معنی "گواہ": ایک تو گواہ کے معنی میں ہے۔ قرآن کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾

تو اس آیت مداینہ کے اندر لفظ شہید اور شہداء گواہ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

اسی طرح ﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا﴾ (سورة البقرة' آیت:١٤٣) میں یہ لفظ گواہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور ایک مقام میں ہے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ (سورة الحج' آیت:٧٨) یہاں بھی گواہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس گواہی کی شکل وصورت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت والے دن نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دیا ہے؟ نوح علیہ السلام فرمائیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ گواہ کا مطالبہ کریں گے کہ جاؤ گواہ لے آؤ جو شہادت دے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ تو نوح علیہ السلام محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کو بطور گواہ پیش کریں گے۔ جب امت محمد یہ سے پوچھا جائے گا کہ کیا واقعی انہوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ تو وہ گواہی دیں گے کہ ہاں نوح علیہ السلام نے یا اللہ! آپ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تمہیں کسطرح پتہ چلا؟ تو وہ کہیں گے کہ یا اللہ! ہمارے پاس محمد رسول اللہ ﷺ آئے۔ انہوں نے ہمیں بتایا اور تیری نازل کردہ کتاب میں ہم نے پڑھا۔

لفظ شہید سے حاضر ناظر کا مسئلہ نہیں نکلتا: اس گواہی کے مسئلے سے کئی لوگ حاضر ناظر کا مسئلہ کشید کرتے ہیں لیکن اگر یہ مسئلہ اس گواہی سے کشید ہوتا ہو تو پھر تو رسول اللہ ﷺ کا ہر ہر امتی حاضر ناظر بنے گا۔ اس لیے کہ امت نے بھی تو گواہی دینا ہے۔ تو یہ مسئلہ ان آیات سے اخذ کرنا کوئی قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہے اس کو کوئی اور ہی نام دیا جا سکتا ہے۔ تفسیر والی کوئی بات اس میں نہیں ہے۔

شہید کا معنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان قربان کر دینے والا: شہید کا دوسرا معنی عام طور پر جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔ یہ لوگ بھی شہداء ہیں اور اللہ کے ہاں ان لوگوں کا بڑا مقام ہے۔ قرآن مجید میں ہے ﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ ○ ﴾ (سورة البقرة' آیت: ١٥٤) ”کہ جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جاتے ہیں ان کو مردے نہ کہا کرو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ ﴾ (سورة آل عمران' آیات: ١٦٩ ـ ١٧٠) ”کہ جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے جاتے ہیں ان کو مردے خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں وہ رزق دیے جاتے ہیں اور جو انعام اور فضل و کرم ان پر کر دیا گیا ہے اس پر وہ خوش ہیں اور جو ان کے پچھلے ساتھی جو ان سے ملے نہیں ان کی زندگی پر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ خوش ہو رہے ہیں۔ کہ کسی قسم کا ان پر خوف نہیں اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے ﴿يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت: ۱۷۱)

شہدا کی زندگی: کئی لوگ ان آیات سے مسئلہ نکالنا شروع کر دیتے ہیں کہ شہید زندہ ہیں اور ان کی زندگی دنیاوی زندگی ہے۔ اور انبیاء کرام کا مقام تو شہداء سے اعلیٰ ہے تو ان کی زندگی بھی پھر دنیاوی ہے۔

مگر یہ مسئلہ بھی کشید کرنا درست نہیں اس لیے کہ شہداء پر زندہ کا لفظ جو اللہ نے بولا ہے اس سے پہلے فرما رہے ہیں ﴿لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۵۴) اور ﴿قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ آل عمران' ایت: ۱۶۹) تو اگر ان کی زندگی دنیا والی ہو پھر تو وہ شہید بنتے ہی نہیں۔ کیونکہ جب تک وہ اللہ کی راہ میں قتل نہیں ہوئے تھے تو کوئی ان کو شہید نہیں کہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں' پھر زندہ کر دیا جاؤں' اور پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' اور پھر قتل کر دیا جاؤں...... تو اگر اللہ کی راہ میں شہید انسان کو دنیا والی زندگی ہی ملتی ہے تو دوبارہ زندہ ہونے کا کیا مطلب؟۔

بہر حال بات سمجھنے والی ہے شہداء کو جو زندگی ملے گی اللہ نے اس کے متعلق فرما دیا ہے ﴿وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (سورۃ البقرۃ' آیت: ۱۵۴) اور ﴿اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۱۶۹) انبیاء کرام علیہ السلام بھی برزخ میں زندہ ہیں مگر وہ دنیاوی زندگی نہیں۔ بلکہ برزخی زندگی ہے۔ حسب مراتب ہر ایک کی زندگی ہے۔ جتنا جس کا مقام اعلیٰ ہے اتنی اس کی برزخی زندگی اعلیٰ ہے۔ شہیدوں کا مقام بھی بڑا بلند و بالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اللہ ان کو جنت کے اندر ایک بدن عطا کر دیتے ہیں۔ وہ جنت میں پھرتے رہتے ہیں اور جہاں سے ان کا دل چاہے میوے چن چن کر کھاتے ہیں۔

تو مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کا تیسرا گروہ شہداء کا گروہ ہے۔ اور شہداء بھی مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کے اندر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہیں۔

معرکے کے علاوہ کچھ دوسرے شہداء: یہ وہ شہید ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ شہید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ)) طاعون کی بیماری سے فوت ہونے والا شہید ہے۔ ((وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ)) اور پیٹ کی بیماری سے جو فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔ پانی کے اندر ڈوب کر فوت ہونے والا بھی شہید ہے۔ جس پر کوئی دیوار چھت وغیرہ گر جائے اور وہ فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور وہ عورت جو ولادت کے وقت فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہے۔

معرکے کے شہید کی شان نرالی ہے: تو یہ لوگ بھی شہید ہیں اور ان کو بھی اللہ اجر وثواب دے گا مگر جو معرکے کے شہید ہیں ان کا مقام نرالا ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میں اللہ کی راہ میں لڑتا لڑتا قتل ہو جاؤں اور شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تیرے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پھر اس کو بلایا اور کہا کہ قرضہ معاف نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام مجھے بتا کر گئے ہیں۔ تو شہادت اتنا عظیم مرتبہ ہے کہ ماسوائے قرض کے اللہ اس شہادت کی وجہ سے سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کا چوتھا گروہ صالحین کا گروہ ہے۔

صالحین کون ہیں اور عمل صالح کیا ہے: صالحین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر ایمان موجود ہو اور اعمال صالحہ کرتے ہوں۔ عمل صالح وہ ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔ اگر کوئی عمل جس کو نیک سمجھ کر کیا جا رہا ہے وہ قرآن کے خلاف ہے، سنت کے خلاف ہے تو وہ عمل صالح نہیں۔ دوسری بات عمل صالح کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اخلاص وللہیت پر مبنی ہو۔ اگر اس میں ریا کاری آ جائے اور اس میں اخلاص نہ رہے اللہ تعالیٰ کی رضا نہ رہے تو وہ بھی عمل صالح نہیں بن سکتا۔

تو مطلب نکلا کہ صالحین وہ لوگ ہیں جن کا عمل کتاب وسنت کے موافق ہو اور اپنے اعمال میں للہیت ان کا مقصد ہوتا ہے اور اللہ کی رضا کے وہ طلب گار ہوتے ہیں۔ اور ایسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کا راستہ وہ تو ظاہر ہے کہ کتاب وسنت کی موافقت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

تو انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رحمہم اللہ اجمعین یہ چاروں گروہ منعم علیہم ہیں۔ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنے والے اللہ تعالیٰ سے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کے ذریعے توفیق مانگتے ہیں کہ یا اللہ! ہمیں ان کا راستہ نصیب فرمادے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲/۶/۱۹۹۸ء) بروز منگل

”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○“ کی تفسیر

﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○﴾ کے ذریعے سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنے والے اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کررہے ہیں کہ جن لوگوں پر غضب کیا گیا اور گمراہ تھے ان کے راستے سے ہمیں بچا۔

مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کی تفصیل گزر چکی ہے کہ وہ انبیاء کرام' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق طلب کی جاتی ہے جبکہ دو قسم کے لوگ ہیں جن کے راستے پر نہ چلنے کی توفیق طلب کی جاتی ہے۔ ایک وہ جن پر غضب نازل کیا گیا ہے اور دوسری قسم وہ جو گمراہ تھے۔

اَلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ یہودی اور اَلضَّآلِّيْنَ نصرانی ہیں: اَلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ اور اَلضَّآلِّيْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تقریباً تمام تفسیروں والوں نے یہ بات لکھی ہے کہ اَلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہودی ہیں۔ اور الضالین سے مراد نصرانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ (سورة البقرة' آیت: ۹۰) ”کہ وہ غضب در غضب لے کر لوٹے (یعنی اہل کتاب یہودی)“ اور مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب ہے۔ ﴿ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ﴾ (سورة المائدة' آیت: ٦٠) ”اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بندر بنا دیے اور خنزیر بنا دیے اور وہ جنہوں نے طاغوت کی پوجا کی۔“

تو اہل کتاب یہودیوں پر اللہ کا غضب نازل کیا گیا ہے اور یہ ایک موقع پر نہیں دو موقعوں پر نہیں بلکہ انہوں نے ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب مسلط کیا گیا۔ اس سے بڑا غضب کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر اور بندر بنا دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نصرانی "ضَآلِّیْنَ" تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۝﴾ (سورة المائدة' آیت:۷۷) "کہ اے اہل کتاب دین کے اندر غلو نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو پہلے ہی گمراہ ہو گئے ہیں اور بہت سارے لوگوں کو انہوں نے گمراہ کر دیا ہے اور خود بھی سیدھے راستے سے وہ گمراہ ہو چکے ہیں۔"

غضب اور ضلالت دونوں فریقوں میں موجود ہے یہودیوں میں غضب زیادہ ہے اور نصرانیوں میں ضلالت زیادہ: تو نصرانیوں کے اندر ضلالت اور گمراہی پائی جاتی تھی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو یہودی ہیں وہ گمراہ نہیں ہیں بلکہ وہ بھی گمراہ ہی ہیں کیونکہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تو یہ ان کی گمراہی کی وجہ سے ہی ہے۔ اور نصرانیوں کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان پر اللہ کا غضب نازل نہیں ہوا ہے۔ جب ان کے اندر ضلالت آ گئی تو اللہ کے غضب کے مستحق بھی ہو گئے صرف اس لیے یہودیوں کو ﴿مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ﴾ کہ غضب ان پر نازل ہوا کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غضب والا وصف ان میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور نصرانیوں میں ضلالت کا وصف زیادہ پایا جاتا ہے ویسے یہ دونوں وصف یعنی غضب اور ضلالت دونوں فریقوں میں موجود ہیں۔ صرف غضب والا وصف یہودیوں میں زیادہ ہے اس لیے وہ مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ بن گئے اور نصرانیوں میں ضلالت والا وصف زیادہ ہے اس لیے وہ اَلضَّآلِّیْنَ اور گمراہ بن گئے۔

غضب ان پر نازل ہوا جو جان بوجھ کر حق سے منحرف ہوئے: پھر غضب اور ضلالت میں اہل علم نے فرق بھی کیا ہے کہ غضب بالخصوص ان لوگوں پر نازل ہوتا ہے جو جان بوجھ کر اور علم رکھ کر بھی راہ راست سے ہٹ جائیں اور دوسروں کو سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جان بوجھ کر علم ہونے کے باوجود یہودی صراط مستقیم اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اصولوں پر نہ خود عمل کرتے اور نہ دوسروں کو عمل کرنے کی ترغیب دیتے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اصولوں کو جان بوجھ کر بگاڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○ ﴾ (سورة البقرة' آيت:٧٩) ''فرمایا ان لوگوں کے لیے ویل ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں مسئلہ خود بناتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ایک مقام پر فرمایا ﴿وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ اور وہ جان بوجھ کر ایسی حرکت کرتے ہیں۔''

فرمایا تاکہ ﴿ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾ (ایضاً) دنیا کا مال بٹوریں' لوگوں کی مرضی کے مطابق فتویٰ دے دیتے ہیں' مسئلہ لکھ کر ان کو دیا اور ان سے مال لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہودی اپنی طرف سے بات بناتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں موجود نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾ (سورة آل عمران' آيت:٧٨) ''مگر وہ چیز اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوتی۔'' ﴿ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ ﴾ (ایضاً) ''فرمایا اللہ کی ذات پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔'' اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔

رسول کریم ﷺ اور اسلام کے متعلق ان کی کتابوں میں جو پیشگوئیاں ہیں ان کو چھپا دیتے تھے۔ ﴿ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ ﴾ (سورة البقرة' آيت:١٤٦) ''فرمایا ایک گروہ ان کے اندر ایسا ہے جو جانتے ہوئے بھی حق کو چھپاتا ہے۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ (سورة الأعراف' آيت:١٥٧) ''رسول کریم ﷺ کی صفات تورات اور انجیل کے اندر لکھی ہوئی ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی انہوں نے تکذیب کر دی۔ اس طرح وہ مسائل بھی چھپا دیتے تھے۔ رجم والی آیت تورات کے اندر موجود تھی پڑھتے بھی تھے مگر پھر چھپا جاتے تھے۔

صحیح بخاری کے اندر حدیث ہے کہ ایک یہودی اور یہودن نے بدکاری کر لی۔ اور اس خیال سے وہ مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ جو سزا یہودیوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنائی ہوئی تھی۔ اس سے بھی بچ جائیں۔ اور نبی کریم ﷺ شاید کوئی تخفیف کر دیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے مذہب میں رجم سزا موجود ہے۔ یعنی تورات میں۔ کہنے لگے کہ نہیں ہے۔ صاف ہی انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تورات لے کر آؤ اور اسے پڑھو۔

تورات لے کر آئے۔ اب ان کے عالم کو تو اس آیت کا پتہ تھا۔ اس نے اس آیت پر ہاتھ رکھ دیا۔ پہلی آیتیں بھی پڑھ دیں اور بعد کی بھی پڑھ دیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے تھے یہ بھی تورات کے عالم تھے۔ ان کو پتہ چل گیا کہ اس نے رجم والی آیت نہیں پڑھی۔ انہوں نے کہا کہ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاؤ اس عالم نے ہاتھ اٹھایا نیچے رجم والی آیت تھی۔ تو اس طریقے سے دین کو چھپاتے بھی تھے اور تبدیل بھی کرتے تھے یعنی ان میں دونوں بیماریاں تھیں۔ اور یہ کام وہ جان بوجھ کر کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔

ہفتے کے روز مچھلیوں کا شکار ان کے لیے ممنوع تھا۔ اب انہوں نے حیلہ سازی کی' یہ سب کچھ وہ جان بوجھ کر کرتے تھے۔ اس لیے یہ یہودی مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ہیں۔ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ اہل کتاب سب برابر نہیں ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم اور دائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝﴾ (سورۃ آل عمران' آیت: ۱۱۳) "کہ اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں ان کے اندر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو حق پر قائم اور دائم ہیں وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمایا تھا ان پر وہ ڈٹے ہوئے ہیں۔ رات کا وہ قیام بھی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی رات کے وقت تلاوت کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔" ﴿يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَأُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (ایضاً' آیت: ۱۱۴) "فرمایا اللہ پر ان کا ایمان ہے اور آخرت کے دن پر بھی ایمان ہے نیکی کا حکم بھی لوگوں کو دیتے ہیں برائی اور بے حیائی کے کاموں سے منع کرتے ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے اندر نیک لوگ بھی تھے۔﴿ اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾(سورۃ القصص' آیت:۵۲) ''کہ اہل کتاب کے اندر ایسے بھی لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں۔''﴿ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْا آمَنَّا بِهٖ ﴾(ایضاً' آیت:۵۳) ''کہ جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا بھی اس پر ایمان ہے۔''﴿ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾(ایضاً) ''اور ہم پہلے ہی سے مسلم تھے (اس لیے کہ انہوں نے تورات کے اندر یہ چیزیں پڑھی ہوئی تھیں)۔''﴿ أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا ﴾(ایضاً' آیت:۵۴) ''کہ جو اہل کتاب مخلص ہیں کہ اپنے مذہب پر بھی عمل کرتے رہے اور اسلام کو بھی انہوں نے قبول کرلیا ان کو دوہرا اجر ملے گا۔''

دوہرے اجر کے حقدار لوگ: ﴿ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ ﴾ ''کہ تین طرح کے لوگ ہیں جن کو دو اجر ملتے ہیں۔''﴿ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهٖ ثُمَّ آمَنَ بِيْ ﴾ کہ اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لے آیا اور مجھ پر بھی ایمان لے آیا۔'' دوسرا شخص وہ ہے جو کسی کا مملوک ہے تو وہ اپنے مالک' رب تعالیٰ کا بھی حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالک' سید کا بھی حق ادا کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے اپنی مملوکہ لونڈی کی اچھی تربیت کی پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کی۔ تو اس قسم کے اہل کتاب یہودی اور نصرانی مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور اَلضَّآلِّيْنَ میں شامل نہیں ہیں۔

تو مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وہ لوگ ہوئے جو جان بوجھ کر علم رکھتے ہوئے حق کی مخالفت کریں اور ضَآلِّيْنَ وہ ہیں جو جہالت کی وجہ سے راہ راست سے بھٹک جائیں۔ علم نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بالکل ناواقف ہیں اور بالکل بے سمجھ ہیں جس طرح بچے اور مجنون دیوانے ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ سورۃ الفاتحہ تلاوت کرنے والا یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! جن جن چیزوں اور کاموں کی وجہ سے تیرا غضب نازل ہوتا ہے ان کاموں کی ہمیں توفیق ہی نہ دے۔ اور جن جن عقیدوں اور عمل سے انسان راہ راست سے بھٹکتا ہے ان کاموں سے یا اللہ ہمیں بچا کے رکھ اور محفوظ رکھ۔ آمین!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۶/۳) بروز بدھ

یہودیوں نے اپنے مغضوب ہونے کا اور نصرانیوں نے اپنے ضالین ہونے کا اعتراف کیا

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کے اندر عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ سے یہ بات نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَغضُوبِ عَلَیھِمْ یہودی ہیں اور اَلضَّآلِیْنَ نصرانی ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ہی نقل فرمایا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل جاہلیت کے اندر بھی شرک سے بیزار تھے۔ ساتھیوں کے ساتھ مذہب کی تحقیق کے لیے نکلے۔ کیونکہ مکے والوں کے طور طریقے ان کو پسند نہیں تھے۔ چنانچہ یہودیوں اور نصرانیوں کے پاس گئے۔ تو یہودیوں نے کہا کہ ہمارے پاس آؤ گے تو اللہ کے غضب میں سے تمہیں حصہ ملے گا۔ نصرانیوں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں آؤ گے تو ضلالت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں سے تمہیں حصہ ملے گا۔ چنانچہ نہ یہودیوں کے مذہب میں شامل ہوئے اور نہ نصرانیوں کے مذہب میں شامل ہوئے۔ بلکہ ابراہیم علیہ السلام کی جو باتیں ان تک پہنچی تھیں، اپنی سمجھ کے مطابق ان پر عمل کرتے رہے۔ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

بیان کرنے کا مقصد ہے کہ یہودیوں اور نصرانیوں نے خود اپنے مَغضُوبِ عَلَیھِمْ اور اَلضَّآلِیْنَ ہونے کا اعتراف کرلیا۔

المغضوب علیھم اور الضالین الفاظ عام ہیں جو بھی غضب کا مستحق ہو اور ضلالت میں ہو وہ اسی زمرے میں آتا ہے:

ویسے قرآن کے لفظ عام ہیں مَغضُوبِ عَلَیھِمْ اور اَلضَّآلِیْنَ کے اندر کوئی یہودیوں اور نصرانیوں کا نام نہیں ہے۔

اہل علم نے اپنی کتابوں میں یہ اصول ذکر کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں اعتبار عموم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کا ہوتا ہے شانِ نزول اور سببِ نزول کا خصوص مراد نہیں ہوتا۔ ''اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ''

گو یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر جگہ ہر آیت پر چسپاں ہو اس لیے کہ قرآن میں ایسی آیتیں موجود ہیں جہاں خصوصِ سبب کا اعتبار ہوتا ہے عمومِ الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مگر عام طور پر یہ اصول قائم ہے۔

اسی طرح اس مقام پر بھی مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور اَلضَّالِّيْنَ سے مراد یہودی اور نصرانی ہیں مگر ساتھ ہی وہ تمام لوگ شامل ہیں جو مغضوب علیھم اور الضالین کے زمرے میں شامل ہیں، چاہے وہ یہودی ہوں، خواہ نصرانی ہوں، ہندو ہوں یا سکھ ہوں، یا کوئی اور جو ضلالت میں ہو اور غضب کا مستحق ہوا ہو۔

ضالین کی صحیح قراءت کیا ہے: اس مقام پر کچھ مسائل ہیں جن کا سمجھنا ضروری ہے۔ ایک مسئلہ حرف ''ض'' کے متعلق ہے۔ کوئی اس کو کسی طرح پڑھتا ہے اور کوئی کسی طرح۔ بسا اوقات جھگڑے تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

حروف تہجی کے اندر ''ض'' کے علاوہ چار اور حروف ہیں جن کا آپس میں اشتباہ ہو جاتا ہے ایک ''د'' ہے۔ کئی لوگ ''ض'' کو اس طرح سے پڑھتے ہیں جیسے ''د'' پڑھا جاتا ہے۔

مگر ''ض'' کو ''د'' سے تبدیل کر کے پڑھنا درست نہیں ہے اس لیے ''اَلضَّآلِّيْنَ'' کا معنی اور ہے اور الدالین کا معنی اور ہے۔ دَلَّ يَدُلُّ دلالة دال راہنمائی کے معنی میں ہے اور ضلالت گمراہی کے معنی میں ہے۔

دوسرا حرف ''ذ'' ہے۔ ذَلَّ يذلُّ کے کئی معانی ہیں تابع، ذلت وغیرہ تو اگر ''ض'' کی جگہ ''ذ'' پڑھا جائے تو معنی بگڑ جائے گا۔

تیسرا حرف ''ز'' ہے زَلَّ يَزِلُّ کا معنی پھسلنا ہے۔ جو کہ ضلالت کے معنی کا غیر ہے۔

چوتھا حرف ''ظ'' ہے۔ (ظَلَّ يَظَلّ) کا معنی سایہ اور دن والا آ جاتا ہے اور یہ بھی ضلالت کا غیر ہے۔

اس لیے انسان اپنی پوری کوشش کرے کہ ''ض'' کو ایسے انداز میں ادا کرے کہ نہ ''ذ''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنے اور نہ ''ذ'' نہ ''ز'' بنے اور نہ ہی ''ظ'' بنے۔ اہل علم اس کا مخرج یہ بیان کرتے ہیں کہ زبان کی کروٹ (دائیں یا بائیں) داڑھوں کے ساتھ لگائے اور زبان کو ذرا اوپر بھی کر لے۔ تو ''ض'' صحیح ادا ہو جائے گا۔

عام طور پر ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَنَا أَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ)) کہ ''ض'' لفظ بولنے والے جتنے لوگ ہیں ان سب سے میں زیادہ فصیح ہوں۔

مگر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اندر لفظ ادا کرنے میں جتنی فصاحت تھی اور کسی کے اندر اتنی فصاحت نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے (أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ أَنِّي مِنْ قُرَيْشٍ) ''کہ میں تمام عرب میں سے زیادہ فصاحت والا ہوں۔'' وجہ بیان کی کہ اس لیے کہ میں قریش سے ہوں۔

نوٹ: ''بید'' کے دو معنی کیے جاتے ہیں ایک استثناء والا معنی۔ دوسرا معنی لِأَجْلِ کیونکہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مقام پر دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ قرآن کو لکھیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ تینوں صحابی قریش میں سے تھے۔ اور یہ ہدایت کی کہ تم نے اس کو لغت قریش میں لکھنا ہے۔ اس لیے کہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے۔

تو قرآن مجید پوری عربی زبان میں فصیح ترین زبان کا حامل ہے کوئی قصیدہ، کوئی عربی کتاب، اس قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ فصاحت و بلاغت میں قرآن حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے۔

الغرض ''ض'' کی ادائیگی میں پوری کوشش کرے کہ صحیح مخرج سے ادا کرتے ہوئے دوسرے حروف سے اس کو ممتاز کر کے پڑھا جائے۔ ہاں اگر پوری کوشش کر کے مکمل نیک نیتی کے باوجود کمی اور کوتاہی رہ جائے تو اہل علم لکھتے ہیں کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اجر زیادہ ملے۔ اس لیے کہ اس نے محنت اور کوشش زیادہ کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۶/۴) بروز جمعرات

''سورۃ الفاتحہ'' قرآن کا حصہ ہے

ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا سورۃ الفاتحہ قرآن ہے کہ نہیں؟ صحیح بات یہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن کا حصہ ہے۔ بعض غیر مستند قسم کے لوگ اور خطیب اپنی وعظوں اور تقریروں میں کہتے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ قرآن نہیں ہے اور اس کے لیے وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں ایک یہ کہ یہ سورۃ الفاتحہ ''ام القرآن'' ہے قرآن کی ماں ہے قرآن نہیں ہے۔ جس طرح کوئی کہے ''ام خالد''۔ تو ام خالد خالد تو نہیں ہے' بلکہ ام خالد ہے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ قرآن کا حصہ ہوتو قرآن کے تیس پاروں میں سے کسی پارہ کے اندر ہوتی۔ جبکہ سورۃ الفاتحہ نہ پہلے پارہ میں ہے نہ دوسرے میں...... بلکہ الگ ہے۔ معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ قرآن نہیں ہے مگر یہ دونوں دلیلیں کمزور ہیں۔

پہلی دلیل کا جواب: ام القرآن سے استدلال کمزور ہے اور درست نہیں ہے۔ مائی حوا ساری دنیا جانتی ہے کہ ''ام الانسان'' ہے اور ام کے ساتھ ساتھ انسان بھی ہے۔ قرآن کے اندر ہے ﴿ وَإِنَّهُ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾ (سورۃ الزخرف' آیت:۴) ''کہ قرآن ''ام الکتاب'' کے اندر ہے'' اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ جس طرح دوسرے مقام میں فرمایا ﴿ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ ﴾ (سورۃ البروج' آیت:۲۲) ''کہ قرآن مجید لوح محفوظ کے اندر ہے۔'' اور لوح محفوظ کو اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب قرار دیا ہے۔ ایک مقام میں ہے ﴿ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ أُمُّ الْكِتَابِ ۝ ﴾ (سورۃ الرعد' آیت:۳۹) ''اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھ لیتا ہے اور اللہ کے پاس ام الکتاب ہے۔''

آپ کیا خیال ہے لوح محفوظ ام الکتاب ہے الکتاب نہیں ہے؟ کیونکہ اس دلیل کی رو سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات لازم آرہی ہے کہ لوح محفوظ الکتاب نہ ہو اور یہ لازم باطل اور غلط ہے اس لیے کہ لوح محفوظ الکتاب ہے۔ اللہ نے دوسرے مقام میں فرمایا کہ ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۳۸) ''کہ کتاب کے اندر ہم نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں رہنے دی۔'' بلکہ ہر چیز اس کے اندر درج کر دی یہاں ''الکتاب'' لوح محفوظ کو کہا ہے۔ اسی طرح فرمایا ﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (سورۃ الأنعام' آیت:۵۹)

تو لوح محفوظ کو اللہ نے ''کتاب'' کہا ہے اور دوسری طرف اس کو ''ام الکتاب'' بھی کہا ہے۔ کئی ایک آیات کے اندر لوح محفوظ کو کتاب کہا گیا ہے جیسے ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝﴾ (سورۃ یٰسٓ' آیت:۱۲) ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝﴾ (سورۃ النبأ' آیت:۲۹) اور ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝﴾ (سورۃ الواقعۃ' آیات:۷۵۔۷۸)

اسی طرح ﴿مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (سورۃ آل عمران' آیت:۷)

تو جتنا حصہ قرآن کا محکم ہے وہ قرآن بھی ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ قرآن نہیں ہے۔

اسی طرح سورۃ الفاتحہ کو امُّ القرآن کہا گیا ہے تو یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ قرآن نہیں ہے جس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔ اور پھر سورۃ الفاتحہ کو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے قرآن قرار دیا ہے۔ فرمایا ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝﴾ (سورۃ الحجر' آیت:۸۷)

مفسرین کرام نے اس کی تفسیر یہی کی ہے کہ سبع مثانی اور قرآن عظیم سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ خود اس سورۃ الفاتحہ کو قرآن قرار دے رہے ہیں۔ تو پھر یہ بات کس طرح کہی جا سکتی ہے کہ یہ قرآن ہی نہیں اور ام القرآن اور ام الکتاب نام رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے نام ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہی فرما رہے ہیں (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ) کہ سورۂ فاتحہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقی ام خالد کی مثال پر قیاس کرتے ہوئے ام القرآن میں بھی وہی بات کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے ام خالد میں ام کی اضافت شخص معین اور فرد معین کی طرف ہوئی ہے۔ جبکہ ام القرآن کی حیثیت فرد اور شخص والی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت ''ام انسان'' والی ہے۔

تو یہ قیاس' قیاس مع الفارق ہے اور نص کے مقابلے میں بھی ہے۔ اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ فاتحہ کو قرآن قرار دے رہے ہیں۔ اور نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا درست نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اہل علم نے تو بڑے سخت لفظ بولے ہیں اور کہا ہے کہ یہ کام اس کا ہے جس نے ((أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ))(سورة الأعراف' آیت:١٢) کہا تھا۔

تو نص کے مقابلہ میں ام خالد' ام بکر وغیرہ مثالیں بیان کر کے سورۂ فاتحہ کو غیر قرآن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی' تو آگے سے کسی نے بات بنا کر پیش کی' تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنو تو آگے سے مثال مت بیان کرو۔''

دراصل بعض خطیبوں اور واعظوں نے جو یہ بات کہی ہے اس لیے کہ اعتراض کیا جاتا ہے فریق مخالف کی جانب سے کہ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَ أَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾(سورة الأعراف' آیت:٢٠٤) سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنا چاہیے اس لیے کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

تو اپنے خیال کے مطابق یہ لوگ اس استدلال کا جواب دے رہے ہیں کہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے اور سورۂ فاتحہ تو قرآن ہے ہی نہیں ہے۔ بلکہ ام القرآن ہے۔

مگر یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ اس استدلال کے کئی صحیح جوابات موجود ہیں جبکہ یہ جواب عجز کی دلیل ہے۔ ان جوابات کی تفصیل آگے ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

دوسری بات چونکہ تیس پاروں میں سورۃ الفاتحہ کسی میں بھی نہیں ہے اس لیے سورۃ الفاتحہ قرآن نہیں ہے۔ تو اس کی بنیاد تیس پاروں والی بات پر ہے۔ جبکہ یہ تیس پارے نہ تو اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ نے بنائے ہیں۔ بلکہ بعد میں قراء کرام نے یہ حد بندی کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس میں بھی قراء کا اختلاف ہے کوئی کسی پارے کو کسی آیت سے شروع کرتا ہے اور کوئی کسی آیت سے۔ سعودیہ سے چھپے ہوئے قرآن اور پاکستان کے اندر چھپا ہوا قرآن دیکھ کر موازنہ کرلو تو تمہیں فرق نظر آ جائے گا۔ تو اس تیس پارے والی بات کو سامنے رکھ کر یہ بات کہنا کہ سورۃ الفاتحہ چونکہ کسی پارے کا جزء نہیں ہے اس لیے قرآن بھی نہیں ہے۔ یہ ایک غیر ثابت بات پر غلط بات کی بنیاد رکھنے والی بات ہے۔ ''مِنْ بَابِ بِنَآءِ الْفَاسِدِ عَلَى الْفَاسِدِ۔''

خلاصہ یہ ہے کہ محکم اور ٹھوس بات یہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن بھی ہے اور ام الکتاب اور ام القرآن بھی ہے۔ یہ نہیں کہ یہ قرآن نہیں ہے۔ چلو چند منٹ کے لیے آدمی تسلیم کر لے کہ یہ تیس پاروں والی بات کا دلائل کی دنیا میں کچھ وزن ہے تو پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن نہیں ہے اس لیے کہ کتابوں کے بسا اوقات مقدمے بھی ہوتے ہیں۔ آگے اس کے کچھ حصے بھی ہوتے ہیں پہلی قسم، دوسری قسم...... اتنی کتابیں اور اتنے باب اور ایک مقدمہ ہوتا ہے۔ تو وہ مقدمہ گو اگلے مقاصد میں تو شامل نہیں ہوتا مگر یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ وہ سرے سے کتاب سے ہی خارج ہے اور کتاب کا حصہ ہی نہیں رہا۔ تو ''فاتحۃ الکتاب'' کتاب کا آغاز ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کتاب نہیں ہے۔ تیس پاروں میں یہ شامل نہ بھی ہو تو قرآن کے اندر یہ شامل ہے اس لیے کہ قرآن تیس پاروں اور سورۃ الفاتحہ کے مجموعے کا نام ہے تو دونوں دلیلیں کچی ہیں اور درست نہیں ہیں اور صحیح بات وہی ہے جو پہلے بیان کر دی گئی ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن کا حصہ ہے اور قرآن کے اندر شامل ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶/۶/۱۹۹۸) بروز ہفتہ

آمین کا تلفظ

سورۃ الفاتحہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل کا تذکرہ ہو رہا تھا تو ان مسائل میں ایک مسئلہ ''آمین کا مسئلہ'' بھی ہے۔ کہ جب تلاوت کرنے والا ((وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۝)) کہے تو وہ آمین کہے۔ لفظ آمین تین طرح پڑھا گیا ہے کئی تو آمین یٰسین کی طرح پڑھتے ہیں شروع میں ''ء'' مدّ کے ساتھ لمبا کر کے پڑھتے ہیں جبکہ کئی اس کو امین پڑھتے ہیں شروع والا ہمزہ بغیر مدّہ کے پڑھتے ہیں۔ اور تیسرا ایک گروہ اس کو آمّین پڑھتے ہیں ءکو مدّ کے ساتھ اور میم مشدد کر کے جس طرح قرآن کے اندر ((وَلَآ آمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ)) (سورۃ المائدۃ' آیت:۲) آتا ہے۔ یہ بحث تلفظ کے متعلق تھی کہ آمین کو کس طرح پڑھنا ہے؟ ان تینوں طریقوں میں راجح طریقہ پہلا طریقہ ہے کہ یٰسین کی طرح آمین کو پڑھنا ہے۔ عام لوگ اس کو اسی طرح ہی پڑھتے ہیں۔

آمین کے معانی کے متعلق گفتگو: اس کے کئی ایک معانی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک معنی ''اَللّٰھُمَّ اسۡتَجِبۡ'' بیان کیا جاتا ہے۔ ''یا اللہ! تو قبول فرما۔'' چونکہ دعا کے بعد آمین کہی جاتی ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! میں نے جو دعا کی ہے اس کو قبول فرما لے۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی درخواست ہے۔

دوسرا معنی اہل علم اپنی کتابوں میں یہ لکھتے ہیں ''رَبِّ افۡعَلۡ یا اللہ! کام کر دے۔ یہ معنی بھی پہلے معنی کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔

تیسرا معنی یہ بیان کرتے ہیں ''کَذٰلِکَ فَلۡیَکُنۡ'' یا اللہ اسی طرح ہی ہو جائے۔ کہ جس طرح میں دعا کر رہا ہوں یا دوسرے میرے ساتھی دعا کر رہے ہیں اسی طرح ہی ہو جائے

چوتھا اس کا معنی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی طرف بھی یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آمین اللہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مگر یہ بات بے بنیاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ یہ کسی بزرگ کا قول ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ عام طور پر اہل علم نے پہلے معنی کو اختیار فرمایا ہے یعنی "اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ"

آمین کہنا: ایک یہ مسئلہ ہے کہ کون آمین کہے گا اور کون آمین نہیں کہے گا۔ ایک نظریہ یہ ہے کہ نماز کے اندر ہی آمین کہنا چاہیے۔ آگے پیچھے آمین نہیں کہنا چاہیے۔ اور بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ مقتدی آمین کہیں لیکن امام آمین نہ کہے۔ اس قسم کے اور بھی کئی ایک نظریات ہیں۔

لیکن جو بات رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام بھی آمین کہے گا اور مقتدی بھی آمین کہیں گے۔ منفرد نمازی بھی آمین کہے گا۔ اور نماز کے علاوہ بھی جب کبھی سورۃ الفاتحہ کی تلاوت سے فارغ ہو تو آمین کہی جائے گی۔

حدیث کے اندر ہے ﴿ إِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ ﴾ بعض روایتوں میں ﴿إِذَا قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ ﴾ جب رسول اللہ ﷺ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہتے اور پڑھتے تو "آمین" کہتے۔ یہ الفاظ عام ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ ...... پڑھتے تو آپ ﷺ نماز کے اندر بھی ہوتے تھے نماز کے علاوہ بھی کسی وقت سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کر لیتے۔ پھر نماز کے اندر بسا اوقات اکیلے نماز پڑھتے اور امامت بھی کرواتے اور مقتدی بن کر بھی نماز پڑھتے۔ تو جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ...... آدمی پڑھے تو ساتھ آمین کہنا چاہیے۔ عمل کے لحاظ سے آمین کہنا تو چھوٹا سا عمل ہے مگر اجر وثواب اس کا بہت بڑا ہے۔

آمین کہنے کا اجر وثواب: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے تو آسمان میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ (یہ مسلم شریف کے لفظ ہیں) جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی' دونوں کے آمین کہنے میں موافقت ہوگئی تو ((غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اب کتنا مختصر عمل ہے۔ اور معمولی اور چھوٹا سا عمل ہے مگر ثواب اور اجر کتنا زیادہ ہے۔

تنبیہ: آمین کہنے کی وجہ سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں وہ صغیرے گناہ ہیں کبیرے گناہ آمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ معاف نہیں ہوتے۔ کبیرہ گناہ یا تو انسان توبہ کر لے' تو توبہ قبول ہو جائے' اللہ تعالیٰ اس کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ یا پھر اللہ اپنے فضل و کرم کے ساتھ کسی کو معاف کر دے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے کفر اور شرک دونوں گناہوں کو بخشنا نہیں ہے۔ یعنی اگر توبہ کے بغیر شرک اور کفر کی حالت میں کوئی فوت ہوا تو اس کو معافی نہیں مل سکتی۔ اور ان کے علاوہ جتنے گناہ ہوں خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ ہوں جنہیں چاہے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

اس کی دلیل کہ آمین کے ساتھ صغیرے گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا (صحیح مسلم کی حدیث ہے) کہ رمضان کے روزے دوسرے رمضان تک' درمیانی گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ جمعہ دوسرے جمعہ تک' درمیانی گناہوں کے لیے کفارہ ہے۔ اور پانچ نمازیں' درمیان میں جو وقفے ہیں' ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ ((مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ)) ایک روایت میں ((إِذَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ)) کے لفظ ہیں۔ کہ جب تک کبائر سے اجتناب کیا جائے۔

اب رسول اللہ ﷺ نے ان نیکیوں کے کفارہ بننے کے لیے شرط لگا دی ہے کہ کبیرے گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ کبیرہ گناہ تو اس نے کیے ہی نہیں تو کفارہ صغیرہ گناہوں کے لیے ہی بنیں گے۔ جب نماز صغیرہ گناہوں کے لیے کفارہ بنتی ہے آمین بھی تو پانچ نمازوں کے اندر ہی ہے وہ بھی صغیرہ گناہوں کا ہی کفارہ بنے گی۔

بہر حال آمین کہنے کی وجہ سے اس کے پچھلے صغیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

فرشتوں کی امین سے موافقت کی کیفیت: حدیث کے اندر جو آیا ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو گئی' اب اس موافقت سے کیا مراد ہے؟ تو کئی تو یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وقت میں موافقت مراد ہے یعنی جس وقت فرشتے آمین کہیں' اس وقت میں یہ آمین کہیں' تو پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

دوسرا معنی اخلاص میں موافقت مراد لیتے ہیں کہ جس طرح فرشتے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آمین کہتے ہیں' اس طرح انسان بھی اخلاص کے ساتھ اور اللہ کی رضا کی خاطر آمین کہے' تو پچھلے گناہوں کی معافی ہو جائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بھی موافقت کے کئی معانی بیان کرتے رہتے ہیں مگر حدیث میں کوئی معنیٰ ان معانی میں سے ثابت نہیں ہے۔ اتنا ہی فرمایا ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہو جائے۔

ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں جس طرح بالکل بے آواز آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں: بعض لوگ موافقت کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنے میں فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافقت ہو جائے۔ اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں تو فرشتوں کی آمین کوئی سنائی دیتی ہے؟ نہیں۔ بلکہ کوئی نہیں سنتا۔ معلوم ہوا کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں۔ اس لیے انسان بھی آمین آہستہ کہیں۔

مگر یہ معنی درست نہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ خود بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝﴾ پڑھا تو فرمایا: ((آمِیْنَ وَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ)) آمین کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کیا۔ اس حدیث میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے ''سَمِعْتُ'' کا لفظ بولا ہے۔ کہ میں نے سنا' تو سنا تبھی جاتا ہے جب دوسرا بلند آواز سے کہے۔ اگر اس طرح آمین کہی جائے جس طرح ہمارے کچھ دوست کہتے ہیں تو پھر کوئی صحابی سن سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔

اور آپ ﷺ کی آواز بھی تھی جبکہ یہاں آواز بالکل ہوتی ہی نہیں۔ ابوداؤد میں ((وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ)) کے لفظ بھی ہیں۔ کہ آمین کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی آواز کو بلند کیا' اونچا کیا۔

بعض راویوں نے ((مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ)) اور ((رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ)) کی جگہ ((وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ)) کے لفظ بولے ہیں۔ یعنی آمین کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنی آواز کو پست کیا۔ امام ترمذی اور بہت سارے محدثین فرماتے ہیں کہ اس روایت کے اندر ((وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ)) کے لفظ درست نہیں یہ خطاء ہے۔

تو یہ لفظ ((وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ)) پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔

چند منٹ کے لیے بر سبیل تنزل آدمی تسلیم کر لے کہ یہ لفظ اس روایت میں ثابت ہیں۔ تو یہ معنی اس کا نکلتا ہی نہیں کہ بے آواز آمین آپ ﷺ نے کہی۔ بلکہ آواز تھی اور آمین کہنے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ آپ ﷺ نے آواز کو پست کیا۔ پس آواز تو تھی مگر پست تھی۔

ایک صورت ہے کہ بہت اونچی آواز سے آدمی بات کرے اور ایک یہ ہے کہ ذرا پست آواز کے ساتھ بات کرے۔ تو آواز دونوں صورتوں میں ہوتی ہے۔ بے آواز آمین اس روایت سے ثابت ہی نہیں ہوتی۔

اور منصف مزاج حنفی بزرگوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کا معنی بے آواز بنتا ہی نہیں ہے۔

الغرض: ((مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ)) اور ((رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ)) اور ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کو انسان ملائے اور غور کرے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ بلند آواز سے آمین نہیں کہی' آواز تو تھی مگر پست تھی۔ اور دعا کے اندر ہونا بھی یہی چاہیے۔ یہ نہیں کہ پورا ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کہے حتیٰ کہ ہوا خارج ہونے تک نوبت پہنچ جائے۔ تو یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ آمین دعا کے بعد کہی جاتی ہے اور خود بھی یہ دعا ہی ہے "اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ" تو دعا بھی دعا کے انداز میں ہونا چاہیے۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○﴾ (سورۃ الفاتحہ) بھی دعا ہے اور امام جہری نمازوں میں بلند آواز سے اس کو پڑھتا ہے۔ مگر ایسی بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دے کہ دعا کے آداب ہی ملحوظ نہ رہیں' یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی آمین میں تضرع' عجز' انکسار اور آواز میں پستی ہوتی۔ اتنی بلند آواز سے آمین نہ کہتے کہ دعا کے آداب کے ہی منافی ہو جائے۔ دیکھا گیا ہے کہ ہماری کئی مساجد میں بلند آواز سے آمین کہتے ہیں تو ایسا زور لگا کر کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا کرتے ہی نہیں۔ نماز کے اندر ہیں ہی نہیں۔ کئی علاقوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے' وہاں بڑے پیار کے ساتھ' بڑی محبت اور اخلاص کے ساتھ' دوست اور ساتھی' آمین بلند آواز کے ساتھ ہی کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر آمین کہتے ہیں۔ تو یہ انداز اپنانا چاہیے۔ چھوٹے بچوں کی طرح ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آمین چلا کر کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں ہے۔ جس طرح بالکل بے آواز' آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ اور دوسری کتابوں میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تو پہلی صف والے آپ کی آمین سنتے۔ ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) اور ((رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ)) لفظوں کی گویا تشریح ہو رہی ہے۔ دارقطنی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے پھر پچھلے مقتدی بھی آمین کہتے تو صحابی فرماتے ہیں کہ مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی۔ یہ گونج اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ سب نے آمین بلند آواز سے کہی ہے اور بڑے اچھے انداز میں آمین کہی ہے۔ یہ نہیں کہ ایک ہی آدمی نے اتنی بلند آواز کے ساتھ آمین کہی ہو کہ اس سے مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔ یہاں ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ میری آواز کے ساتھ ہی گونج بن جائے۔

مقتدی کی آمین امام کی آمین سے پہلے نہیں ہونا چاہیے: رسول اللہ ﷺ نے خود بلند آواز سے آمین کہی ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے (إِذَا قَالَ الْإِمَامُ) (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) (فَقُولُوْا: آمِيْنَ) دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا (إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا) کہ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ ان دونوں حدیثوں کو آدمی ملائے تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مقتدی کی آمین، امام کی آمین کے ساتھ ہونا چاہیے۔ امام سے پہلے نہیں ہونا چاہیے۔

یہاں کئی مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ ابھی امام نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ کے لفظ مکمل ادا نہیں کیے ہوتے، پیچھے آمین شروع ہو جاتی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ تعلیم کے مطابق نہیں ہے۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷/۶/۱۹۹۸) بروز اتوار

یہودیوں کا آمین پر حسد کرنا

لفظ آمین کے متعلق کافی کچھ بیان ہو چکا ہے مزید اس سلسلے میں کچھ بیان کرنا مقصود ہے۔ ایک حدیث ہے جس کو آپ سنتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودیوں کا تذکرہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لَنْ يَّحْسُدُوْنَا عَلٰى شَيْءٍ مَا يَحْسُدُوْنَنَا عَلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ هَدَانَا اللّٰهُ وَ ضَلُّوْا عَنْهَا وَ عَلَى الْقِبْلَةِ الَّتِيْ هَدَانَا اللّٰهُ وَ ضَلُّوْا عَنْهَا وَ عَلٰى قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ آمِيْنَ) ''کہ یہ یہودی کسی شے پر ہم سے ہرگز حسد نہیں کریں گے جتنا حسد وہ اس بات پر کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں جمعہ کے لیے ہدایت دی ہے اور یہ جمعہ سے بھٹک گئے' پھر قبلہ کی ہمیں اللہ نے ہدایت دی اور یہ قبلے کے مسئلے میں بھٹک گئے اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر بڑا حسد کرتے ہیں۔''

اس حدیث سے پتہ چلا کہ یہودیوں کو ان تینوں چیزوں سے بڑا حسد ہے۔ کہ ہم سے کیوں چھوٹ گئی ہیں اور انہوں نے کیوں اپنالی ہیں۔ یہ آمین بھی ان میں شامل ہے۔

ابن ماجہ کے اندر حدیث کے لفظ اس طرح ہیں (لَا يَحْسُدُكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَّا حَسَدَتْكُمْ عَلٰى قَوْلِ آمِيْنَ فَأَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ آمِيْنَ) ''کہ یہودی تم پر جتنا آمین کہنے میں حسد کرتے ہیں اور کسی شے پر اتنا حسد نہیں کرتے' پس تم کثرت سے آمین کہا کرو۔'' یہ حدیثیں بڑی مشہور و معروف ہیں اور بیان بھی کی جاتی ہیں مگر ان کی سندوں میں طلحہ بن عمرو ایک راوی ضعیف اور کمزور ہے۔ اس قابل نہیں کہ اس کی حدیث سے احتجاج کیا جا سکے یا کوئی مسئلہ ثابت کیا جا سکے۔ البتہ یہودیوں کا امین پر حسد کرنے والی ایک دوسری روایت دوسری سند سے مروی ہے وہ صحیح ہے۔

ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مجھے آمین عطا کی گئی ہے۔ (فِي الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ الدُّعَاءِ) "نماز کے اندر بھی اور دعا کے اندر بھی۔" فرمایا (لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ قَبْلِي) "مجھ سے پہلے یہ چیز کسی کو نہیں ملی۔" "ہاں موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو آمین ملی تھی۔" کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی ﴿رَبَّنَآ إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَّ أَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى أَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ○ قَالَ قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (سورۃ یونس، آیات: ۸۸۔۸۹) "کہ اے ہمارے پروردگار! یہ جو فرعونیوں کو مال عطا کیا ہے یہ ختم کر اور ان کے دل سخت کر دے اور جتنی دیر تک یہ عذاب الیم نہ دیکھیں ایمان نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔" دعا صرف موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے اور اللہ تعالیٰ "قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا" فرما رہے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آمین کہنے کو بھی دعا قرار دے دیا۔ اور دَّعْوَتُكُمَا کہہ دیا۔ ابن مردویہ کی اس روایت کا کوئی علم نہیں ہو سکا کہ کیسی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی روایت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی آمین نہیں کہتا، اس کی مثال اس آدمی کی مثال ہے جو کسی قوم کے ساتھ غزوے میں شامل ہوا اور قرعہ ڈالا گیا، تو دوسروں کا قرعہ نکل آیا اور اس کا قرعہ نہیں نکلا پوچھا گیا کہ کیا بات ہے تو کہا گیا کہ تو آمین نہیں کہتا۔ اس لیے تو اس فضیلت سے محروم ہو گیا۔ مگر اس روایت کی سند میں لیث بن ابی سلیم نامی راوی کمزور اور ضعیف ہے۔

سراً آمین کہنے والوں کے دلائل کی حقیقت: آمین کو سراً کہنا ہے یا کہ جہراً اس کے متعلق کچھ بیان ہو چکا ہے۔ آمین بلند آواز سے کہنے کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں مناسب ہے کہ بے آواز آمین کہنے کے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان پر کلام ہو جائے تاکہ مسئلے کے دونوں پہلو سامنے آ جائیں۔ اور بلند آواز سے آمین کہنے والا علی وجہ البصیرۃ بلند آواز سے آمین کہے۔

اس سلسلے میں کئی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے اندر (اخفی بِهَا صَوْتَهُ) کے لفظ آئے ہیں۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی تو اپنی آواز کو خفی رکھا۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ رسول اللہ ﷺ تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ کمزور اور ضعیف روایت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ بے آواز آمین کہنا چاہیے۔ مگر (اخفی بها صوته) کے لفظوں سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باآواز آمین کہی ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے آمین کہنے میں آواز تھی۔ آگے آواز ایک جلی ہے اور ایک آواز خفی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی آواز جلی نہیں تھی بلکہ خفی تھی۔ اس حدیث سے آواز کی نفی نہیں ہوتی۔ اور لغت کے اعتبار سے بھی آدمی غور کرے تو خفی کا لفظ آواز کے منافی نہیں ہے۔

قرآن کے اندر ہے ﴿ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ○ إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَآءً خَفِيًّا ○ ﴾ (سورۃ مریم' آیات: ۲-۳) "کہ زکریا نے اللہ تعالیٰ کو پکارا" (اور نداء عربی لغت کے اندر اونچی آواز سے پکارنے کو کہتے ہیں) معنی بنے گا کہ زکریا علیہ السلام نے بلند آواز کے ساتھ اپنے رب کو پکارا۔ نَادَى يُنَادِيْ نِدَاءً لفظ بلند آواز اور اونچی آواز پر بولے جاتے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن کی ایک اور آیت ہے۔ ﴿ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ﴾ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا پروردگار ہم نے منادی کرنے والے کو سنا' وہ ایمان کی خاطر منادی کر رہا تھا کہ ایمان لے آؤ' تو ہم ایمان لے آئے۔ لفظ مُنَادِی اور يُنَادِیْ استعمال ہوا ہے تو بے آواز منادی تو نہیں ہوتی بلکہ منادی کے اندر آواز کو اچھی طرح اونچا کیا جاتا ہے۔ ہماری زبان میں بھی لفظ منادی استعمال ہوتا ہے کہ منادی کردو' منادی کروا دو یا فلاں کام کی منادی ہو رہی تھی اگر وہ منادی بے آواز ہی ہو تو کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو نداء کا لفظ بلند آواز پر بولا جاتا ہے اور ساتھ اللہ تعالیٰ نے "خَفِيًّا" بھی کہہ دیا ہے۔ خفی ہونا آواز کے منافی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ زکریا علیہ السلام کی آواز بہت اونچی نہیں تھی بلکہ درمیانی آواز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کے اندر فرمایا ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ○ ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت: ۱۱۰) اس کی ایک تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ دعا بہت اونچی آواز سے نہ کرو اور نہ ہی بالکل بے آواز ہو درمیانی کیفیت ہو۔ عجز وانکسار بھی ہو اور تھوڑی آواز بھی ہو۔ گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خفی کا لفظ آواز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اونچی آواز کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آواز کو خفی کیا ہے، پست کیا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ بالکل آواز تھی ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ (اَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ) سے بے آواز آمین کہنے پر استدلال درست نہیں ہے۔

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں تو کیا کسی نے فرشتوں کی آمین کبھی سنی ہے؟ نہیں سنی تو مطلب یہ نکلا کہ وہ آہستہ کہتے ہیں مگر یہ استدلال کمزور ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں (صحیح مسلم کی روایت کے لفظ ہیں) اس کو اس طرح سمجھو کہ لاہور یا پشاور میں بلند آواز سے آمین کہی جاتی ہے تو کیا وہ گوجرانوالہ میں سنی جاتی ہے؟ نہ سننے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ لاہور یا پشاور میں آمین بلند آواز سے نہیں کہی جاتی۔

اسی طرح سعودی عرب میں آمین ساری دنیا جانتی ہے کہ اونچی آواز سے کہی جاتی ہے مگر ہم اس کو یہاں نہیں سن سکتے تو اب چونکہ ہم نہیں سن سکتے تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ سعودیہ میں آمین اونچی آواز سے کہی نہیں جاتی یہ کہاں کا استدلال ہے؟ بلکہ یہ نہ تو کوئی علم کی خدمت ہے اور نہ ہی یہ کوئی علم ہے۔ فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں اور آسمان کوئی لاہور یا پشاور یا سعودی عرب سے قریب تو نہیں وہاں سے آواز کیسے پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ ﴾ (سورۃ سباء، آیت: ۲۳)

تو فرشتے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے: اب بے آواز تو ایک دوسرے سے نہیں پوچھ رہے، بلکہ آواز کے ساتھ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں جس کو دوسرا فرشتہ سن سکتا ہو۔ مگر فرشتوں کا یہ سوال جواب کبھی کسی نے نہیں سنا اب اس سے کوئی یہ استدلال کرنا شروع کر دے کہ وہ بے آواز باتیں کرتے ہیں کیونکہ ہم نہیں سنتے، بالکل غلط استدلال ہے۔ اور پھر یہ باتیں بناتے ہیں کہ سعودی عرب کی آمین تو ہم ریڈیو سے سن لیتے ہیں تو جب سن لیتے ہو تو اونچی آواز سے آمین کہہ لیا کرو۔ اگر آسمان پر بھی ریڈیو لگا دیا جائے تو وہاں سے بھی پھر سن لو گے۔ اس قسم کی باتیں کوئی علمی باتیں نہیں ہیں بلکہ خواہ مخواہ الجھانے والی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باتیں ہی ہیں۔

مزید یہ کہ ہم پر یہ پابندی عائد نہیں کی گئی کہ ہم فرشتوں کے نقش قدم پر چلیں بلکہ ہمارے لیے نمونہ رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا گیا ہے ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (سورۃ الأحزاب' آیت:۲۱) اور ﴿ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (سورۃ الأعراف' آیت:۱۵۸) اور رسول کریم خود بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے۔

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ آمین ذکر اور دعا ہے جس طرح ہارون و موسیٰ علیہ السلام کے واقع میں سن چکے ہو کہ آمین دعا ہے۔ اور آمین کے معانی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ دعا ہے۔ اور ذکر اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾ (ایضاً' آیت:۵۵) اور ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴾ (ایضاً' آیت:۲۰۵) ''کہ رب تعالیٰ کو یاد کرو اپنے نفس میں عاجزی اور ڈرتے ہوئے اور آواز جہر کیے بغیر۔'' بہر حال ذکر اور دعا کے متعلق قاعدہ یہی ہے کہ یہ خفیہ اور پوشیدہ ہوں اور آمین بھی دعا ہے اور ذکر ہے تو یہ بھی خفیہ ہونی چاہیے۔

اس استدلال سے بھی مطلوب اور مدعی کا اثبات نہیں ہوتا' اس لیے کہ ٹھیک ہے کہ ذکر و دعا کے متعلق یہ قاعدہ و قانون مسلم ہے مگر جو دعا اور جو ذکر و اذکار بلند آواز کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں' وہ بلند آواز کے ساتھ ہی ہونگے۔ مثلاً ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ (سورۃ الفاتحہ) بھی دعا ہے۔ ساری سورۃ الفاتحہ ذکر بھی ہے اور دعا بھی ہے۔ تو وہ دونوں آیتیں یہاں بھی لگا دو' تو پھر تو نہ مغرب میں سورۃ الفاتحہ اونچی پڑھی جا سکتی ہے نہ عشاء میں اور نہ فجر میں۔ اس لیے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ دعا اور ذکر خفیہ کرو تو ذکر اور دعا تو یہ سورۃ فاتحہ بھی ہے اور ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ (سورۃ الفاتحۃ) بھی ہے۔ اسی طرح ''مَازَادَ عَلَى الْفَاتِحَةِ'' بھی ذکر ہے وہ بھی مغرب عشاء فجر میں اونچی آواز سے نہیں پڑھی جا سکتی۔

اسی طرح خطبہ جمعہ کے اندر قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے نبی کریم ﷺ خطبہ میں دعا کرتے لوگوں کو وعظ و نصیحت بھی کرتے۔ اب خطبے کا وہ حصہ جو تلاوت پر مشتمل ہے اور ذکر و دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مشتمل ہے وہ بھی پھر خفیہ ہونا چاہیے۔ سارے خطیب خفیہ آواز سے خطبہ دیں اور جب وہ خفیہ آواز سے خطبہ دیں گے تو وہ خطبہ تو نہ ہوا۔ اس لیے ان مذکورہ دو آیتوں کا عموم اتنا عام کر دیا جائے کہ جن چیزوں میں رسول اللہ ﷺ سے جہر ثابت ہے اس پر بھی ان آیتوں کو چسپاں کر دے تو یہ کوئی علم کی خدمت نہیں ہے۔

کئی اس استدلال کا جواب دیتے ہیں کہ آمین دعا اور ذکر نہیں ہے بلکہ دعا پر ایک مہر ہے حدیث مرفوع بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (آمِيـنَ خَاتَمُ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ) کہ آمین رب تعالیٰ کی مہر ہے...... اس قسم کی روایتیں پیش کر کے آمین کو دعا سے باہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ "آمین" طابع ہے مہر ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خاتم اور مہر کا لفظ آ گیا ہے تو یہ دعا نہیں رہی۔ جیسے رسول اللہ ﷺ پر خاتم النبیین کا لفظ بولا گیا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں (أَنَـا خَـاتَمُ النَّبِيِّيْنَ) اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ ﷺ نبی نہیں ہیں۔ آمین دعا کے لیے خاتم ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب آمین دعا نہیں ہے۔ یہ دعا ہی بس دعا کے آخر میں آ گئی ہے۔ اور آخر میں آنے کا یہ مطلب نہیں کہ آمین دعا ہی نہیں۔ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝﴾ (سورۃ الفلق، آیت:۱) اور ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (سورۃ الناس، آیت:۱) قرآن کے آخر میں آ گئی ہیں۔ تو آخر میں آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ دونوں سورتیں اب قرآن نہیں رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو جو ذکر واذکار اور دعائیں نبی کریم ﷺ سے بلند آواز کے ساتھ ثابت ہیں وہ ان آیتوں سے خاص ہیں اور ان پر عمل اسی طرح کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ اور آمین بھی باوجود دعا ہونے کے چونکہ رسول اللہ ﷺ اونچی آواز کے ساتھ کہتے تھے اس لیے آمین کو جہری قراءتوں میں بلند آواز سے کہا جائے گا۔

www.KitaboSunnat.com

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۶/۸) بروز پیر

سورۃ الفاتحہ نماز کا رکن ہے

سورۃ الفاتحہ کے ساتھ متعلقہ مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ سورۃ الفاتحہ کا نماز کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔ آج سے نہیں کل سے نہیں بلکہ بڑی مدت سے یہ مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ اس موضوع پر اہل علم نے بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب جو لکھی گئی ہے وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جزء القراءۃ ہے اس مسئلے کا ذکر پہلے بھی بڑی بڑی تصنیفوں میں موجود تھا لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر یہ کتاب اس موضوع پر لکھی ہے۔ ان کے بعد آج تک یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اہل علم اپنی کتابوں میں مواد جمع کرتے رہے ہیں۔

دراصل مسئلے دو ہیں جن کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ آدمی پہلے اس کو ذہن میں رکھ لے تو بات کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت نماز کے اندر قطع نظر اس سے کہ وہ اکیلے کی نماز ہے' امام کی نماز ہے' یا مقتدی کی نماز ہے' پھر وہ نماز فرض ہے' کہ نفل ہے۔ نماز کے ساتھ سورۃ الفاتحہ کا کیا تعلق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے اندر اگر سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ) ''کہ اس کی کوئی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی۔'' امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی کتاب کے اندر ''لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃٌ لَا یَقْرَأُ فِیْهَا'' کے لفظ کے ساتھ لائے ہیں۔ یعنی جس نماز کے اندر سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے وہ کفایت ہی نہیں کرتی (کافی نہیں ہوتی) رسول اللہ ﷺ کے فرمان (لا صَلٰوۃَ لِمَنْ) میں لانفی جنس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہے۔ اور اس کے بعد صلوۃ لفظ نکرہ واقع ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ نکرہ نفی کے حیز میں آجائے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ مطلب یہ نکلے گا کہ جتنی بھی نمازیں ہیں سب کی سب مراد ہیں۔ "لَا صَلٰوۃَ" کوئی نماز نہیں ہے خواہ وہ فرض نماز ہے' نفل ہے' امام کی نماز ہے' مقتدی کی ہے' یا اکیلے کی نماز ہے۔ قراءت اس کے اندر جہری کی جاتی ہو یا قراءت اس کے اندر سری کی جاتی ہو۔ سب نمازیں "لَا صَلٰوۃَ" کے اندر شامل ہو جائیں گی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے "لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ" کے لفظ استعمال کیے ہیں۔ تو مَنْ کا لفظ بھی عموم پر دلالت کرتا ہے یعنی جس نے بھی سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی۔ خاص طور پر آگے صفت آجائے یا صلہ آجائے تو یہ مَنْ اس کی وجہ سے عام کے اندر نص بن جاتا ہے تو جتنے نمازی ہیں وہ سب اس کے اندر آگئے خواہ نمازی امام ہے' یا اکیلا ہے' یا مقتدی ہے' تو مطلب یہ نکلے گا کہ کسی نمازی کی کوئی نماز نہیں ہے اگر وہ سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس قسم کے الفاظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ شرط ہونے پر دلالت کرتے ہیں یا رکن ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ تو نماز کے اندر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت رکن کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یُقِمْ صُلْبَهُ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ) "جو آدمی رکوع اور سجدے کے اندر کمر سیدھی نہیں کرتا اس کی نماز نہیں۔" اب اگر رکوع ہی نہ کرے اور سجدے ہی نہ کرے تو پھر تو بطریق اولیٰ نماز نہیں ہوگی۔ بالکل اسی قسم کے لفظ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کے متعلق بولے ہیں تو کیا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ امام رکوع نہ کرے اور سجدہ نہ کرے تو نماز نہیں ہوتی اور مقتدی اگر رکوع یا سجدہ نہ کرے تو نماز ہو جاتی ہے۔ کیا دنیا میں ایک شخص بھی یہ بات کہتا ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رکوع سجدے میں کمر سیدھی نہیں کرتا اس کی نماز نہیں۔ اور اس کے اندر تمام نمازی شامل ہیں۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ طہارت کے بغیر نماز نہیں۔ تو کیا کسی نے کبھی یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ طہارت اور وضوء اگر منفرد اور امام نہ کریں تو نماز نہیں ہوتی اور اگر مقتدی طہارت اور وضوء نہ کرے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ بلکہ مقتدی کی نماز بھی بغیر طہارت کے نہیں ہوگی اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے نماز کی بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے۔اور فرمایا ہے کہ نماز بغیر طہارت و وضوء کے نہیں ہے۔اس کے اندر مقتدی کی نماز بھی آ گئی اور امام کی بھی۔

اور رسول اللہ ﷺ ہی یہ فرمار ہے ہیں کہ (لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) اس کے اندر بھی سب کی نماز شامل ہو گئی۔

ذرا اس پر غور کیا جائے کہ اکیلا جو نماز پڑھے وہ تو نماز ہے' امام جو نماز پڑھتا ہے وہ تو نماز ہے تو کیا مقتدی جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ نماز نہیں ہے؟ کیا وہ کچھ اور ہے؟ اگر وہ نماز ہے تو پھر تو ((لَا صَلٰوةَ)) حدیث اس پر بھی لگتی ہے اور اگر نماز ہی نہیں تو پھر مسئلہ ہی دوسرا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نماز کے ساتھ سورۃ الفاتحہ کا تعلق رکن والا ہے رسول اللہ ﷺ فرمار ہے ہیں جس نے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔

اس کے برعکس ایک نظریہ یہ چلتا ہے کہ اگر قرآن کے کسی مقام سے کوئی ایک آیت یا تین آیات پڑھ لی جائیں اگر چہ سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی۔مگر اعادہ اس پر واجب ہوگا' جب عمداً سورۃ الفاتحہ کو چھوڑے گا۔اور اگر سہواً چھوٹ جائے تو سجدہ سہو لازم ہے لیکن (جب فریضہ ادا ہو گیا تو اعادہ واجب ہونے کا کیا مطلب ہے؟) اس بات کی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ملتی۔اور اس کی بنیاد فرض اور واجب میں فرق پر رکھی گئی ہے اور فرض اور واجب میں فرق کی دلیل بھی کتاب وسنت میں نہیں ملتی۔ایک خاص قوم کا فن اور خاص قوم کی اصطلاح ہے۔تو قرآن مجید کی آیتوں اور رسول کریم ﷺ کی حدیثوں کو خاص قوم کی اصطلاح پر محمول کرنا کوئی دانائی نہیں ہے اور نہ کوئی انصاف ہے اس لیے کہ یہ فن اور اصطلاحات تو بعد میں بنی ہیں۔مثال کے طور پر مکروہ لفظ ہے تو فن کے اندر اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ کام آدمی کر سکتا ہے ویسے بہتر ہے کہ نہ کرے۔اب اس کو فن تو کہا جا سکتا ہے کہ خاص قوم والے اپنی کتاب کے اندر اس لفظ کو استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا مگر کتاب وسنت میں یہ معنی لینا شروع کر دو تو بات نہیں بنے گی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر فرمایا کہ ناحق کسی کو قتل نہ کرو' زنا نہ کرو' یتیم کا مال نہ کھاؤ اور بعد میں فرمایا ﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝﴾ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۳۶) تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ ناحق قتل'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زنا اور اکل مال یتیم اصطلاحی معنی میں مکروہ ہیں۔نہیں بلکہ یہ سب کام حرام ہیں۔ان میں کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

تو یہ بات بنائی جاتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت نماز کے اندر واجب ہے اور مطلق قراءت فرض ہے۔ یہ اس خاص فن اور اصطلاح کے مطابق بات بنائی گئی ہے۔ مگر اس فن اور اصطلاح کو بھی آدمی سامنے رکھے تو یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ کیونکہ وہ فن اور اصطلاح یہ ہے کہ فرض اس کو کہتے ہیں جس کی دلیل کی دلالت بھی قطعی ہو اور دلیل کا ثبوت بھی قطعی ہو۔ اس طرح کی دلیل سے فرضیت شئی ثابت ہوگی۔ پھر مطلق قراءت کی فرضیت کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان میں سرفہرست سورۃ المزمل کی ایک آیت کا یہ ٹکڑا ہے ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ (سورۃ المزمل' آیت: ۲۰) ''کہ جو قرآن میسر ہے وہ پڑھو۔'' اس سے مطلق قراءت کی فرضیت کا مسئلہ کشید کیا جاتا ہے۔ اب اس فن اور اصطلاح کی رو سے غور کریں تو یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اس دلیل کا ثبوت قطعی ہے اس لیے کہ قرآن کا حصہ ہے اور قرآن ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے مگر اس دلیل کی دلالت قطعی نہیں ہے اس لیے کہ کوئی اس کی تفسیر کرتا ہے کہ جتنا قرآن میسر ہے اتنا قرآن پڑھو۔ اور کئی اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جتنی نماز میسر ہے اتنی نماز پڑھو۔ چنانچہ صاحب کشاف اور صاحب روح المعانی محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفسیر فرمائی ہے کہ جتنی نماز میسر ہو اتنی نماز پڑھو۔ اب اس آیت کی دلالت نماز کے اندر مطلق قراءت پر قطعی نہ رہی تو فرضیت کس طرح یہاں سے ثابت ہوگئی؟ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ (ایضاً) کے اندر مطلق قراءت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ تہجد کی بات ہو رہی ہے۔ ﴿ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْمُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ﴾ (ایضاً) کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم رات کا کافی حصہ قیام کرتے ہو دو تہائی' آدھی رات اور دو تہائی سے کم ایک تہائی' تم اور تمہارے ساتھ ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے۔ اب رات کا جو قیام کرتے تھے کہ کافی کافی حصہ قیام میں گزارتے۔ تو کیا اس میں صرف ایک دو آیتیں پڑھنے کا مسئلہ تھا؟ فرماتے ہیں کہ مسئلہ یہ ایک دو آیتیں پڑھنے والا نہیں تھا یہ تو سورۃ الفاتحہ کے بعد جو قراءت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اس کی بات ہے۔ کہ وہ کافی زیادہ قرآن مجید تلاوت کرتے تھے۔ تو اللہ نے فرمادیا کہ جتنا تمہیں میسر ہو اتنا پڑھ لیا کرو۔ تو یہ مطلق قراءت کی بات نہیں ہے بلکہ سیاق وسباق دلالت کررہا ہے کہ یہ سورۃ الفاتحہ کے بعد والی قراءت کی بات ہے' تو یہ ایک تیسری تفسیر ہوگئی اور سیاق' سباق اس کی تائید بھی کررہا ہے۔ تو جب ایک معنی دو معنی تین معنی اہل علم بیان کررہے ہیں تو کس معنی کے متعلق کہا جائے کہ وہ قطعی ہے؟ اور کس کے متعلق کہا جائے کہ وہ قطعی نہیں ہے؟ تو کوئی بھی قطعی نہ رہا۔ اور جب قطعی نہ رہا تو فرضیت بھی ثابت نہ ہوئی۔

دراصل یہ بات ہی بے بنیاد ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ جس نے نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔

چند لمحوں کے لیے آدمی تسلیم کرلے کہ اس فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ کے اندر نماز کے کے اندر مطلق قراءت کی بات ہے تو پھر اس کی تخصیص وتقیید ایک آیت یا تین آیتوں کے ساتھ کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ کم از کم نماز کے اندر ایک آیت پڑھے خواہ وہ سورۃ الفاتحہ کی آیت پڑھے یا کسی اور مقام سے پڑھے نماز کے اندر اس کا فریضہ ادا ہوجائے گا۔ ((أَدْنٰى مَا يُجْزِئُ مِنَ الْقِرَآءَةِ فِي الصَّلٰوةِ آيَةٌ)) اور یہ ایک آیت خواہ لمبی ہو خواہ چھوٹی ہو۔

جبکہ کئی کہتے ہیں کہ تین آیتیں ہوں یعنی لمبی ہو تو ایک آیت اور چھوٹی ہوں تو تین آیتیں۔ اب مَا تَيَسَّرَ کی تخصیص وتقیید ایک آیت یا تین آیتوں کے ساتھ کرلی اور اپنی طرف سے یہ تخصیص کرلی ہے۔ پہلے مطلق بنایا پھر اس کی تقیید کرلی۔ غور کا مقام ہے کہ اپنی طرف سے کوئی تقیید کرے تو ٹھیک ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ مطلق کی تقیید کریں تو اس میں خرابی ہو اور اس کو قبول نہ کیا جائے۔

پھر اس تقیید کی ایک خرابی دیکھو مثلاً ایک آدمی سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اور ﴿مُدْهَآمَّتَانِ ۝﴾ (سورة الرحمن' آیت:٦٤) پڑھ کر رکوع چلا جاتا ہے تو کہا جائے کہ اس کا قراءت کے اندر جو فریضہ تھا وہ ادا ہوگیا۔ اور دوسری طرف ایک آدمی سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا بلکہ ''آیت مداینہ'' (سورة البقرة' آیت:٢٨٢) کا اکثر حصہ پڑھتا ہے صرف آخر میں آیت کے ختم ہونے سے پہلے رکوع چلا جاتا ہے تو کہا جائے کہ اس کا قراءت کے اندر فریضہ ادا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ تو سوچیں کہ اس نے مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ سے تھوڑا پڑھا ہے یا زیادہ۔ بلکہ بہت زیادہ پڑھ لیا ہے اس طرح ایک آدمی آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صرف آخر سے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ پڑھ کر رکوع چلا جاتا ہے تو کہا جائے کہ اس کا فریضہ ادا نہیں ہوا اور جو مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ پڑھے تو اس کا فریضہ ادا ہو گیا۔ کیونکہ یہ مکمل اور پوری آیت نہیں۔ محض اپنی رائے پر یہ تخصیص اور تقیید کر لی جائے تو وہ درست ہے۔ اور اگر رسول کریم ﷺ جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ اگر سورۃ الفاتحہ کی سات آیتوں کے ساتھ تقیید کریں تو وہ قابل قبول نہیں۔ یہ کوئی انصاف والی بات نہیں ہے۔

گزارش کر رہا تھا کہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ کا نماز کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ قطع نظر اس سے کہ امام کے پیچھے ہے یا کہ پیچھے نہیں ہے۔ اور وہ تعلق یہ ہے کہ بغیر سورۃ الفاتحہ کے نماز نہیں ہوگی۔ جو حیثیت رکوع، سجود اور نماز کے اندر داخل ہونے کے لیے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کی ہے وہی حیثیت سورۃ الفاتحہ کی ہے کہ اس کے بغیر بھی نماز نہیں ہوگی۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۶/۹) بروز منگل

ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے دلائل

سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

اس کی ایک دلیل پیش کی جا چکی ہے ﴿ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ﴾

دوسری دلیل: صحیح مسلم کے اندر حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلٰثًا غَيْرُ تَمَام)'' کہ آدمی کوئی نماز پڑھتا ہے اور اس میں سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا تو وہ نماز خداج ہے۔'' رسول کریم ﷺ نے خداج کی تفسیر خود ہی فرمادی کہ ((غَيْرُ تَمَام)) یعنی وہ ناتمام نماز ہے۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کے اندر حدیث کے استاد تھے اور بڑے پایہ کے محدث تھے۔ فرماتے ہیں کہ تمام کا لفظ تَمَّ يَتِمُّ تَمَامٌ وَتَامٌّ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کے اجزاء مکمل ہوں' جتنے اجزاء ہیں ان میں سے ایک جزء بھی کم نہ ہو' پورے اور مکمل اجزاء موجود ہوں تو کہا جاتا ہے کہ یہ تام ہے اور تمام ہے۔ اور اگر چیز کے اجزاء میں سے کوئی جزء موجود نہ ہو تو وہاں کہا جاتا ہے کہ یہ تام نہیں ہے۔ غَيْرُ تَمَام یا غَيْرُ تَامٌّ یعنی ناتمام کہا جاتا ہے۔ تو خداج کا معنی غیر تمام ہے اور اس تشریح کے مطابق ناتمام کا معنی یہ نکلے گا کہ اس کل کی کوئی جزء رہ گئی ہے۔ وہ کونسی جزء رہ گئی ہے تو وہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت نہ کی اس کی نماز ناتمام ہے۔

یہ مسئلہ الگ ہے کہ ایک مقام پر ناتمام کی تشریح انہوں نے یہ فرمائی ہے اور دوسرے مقام پر جا کر اس تشریح کو ملحوظ نہیں رکھا۔ بسا اوقات ایسا ہو جاتا ہے' آخر انسان ہے۔ بہرحال ناتمام کا مطلب ہے کہ نماز کی کوئی جزء رہ گئی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَام بتلا رہے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی تلاوت نماز کا حصہ ہے اور نماز کی جزء ہے اور نماز کا رکن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سائل نے سوال کیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں (تو کیا سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کریں کہ نہ کریں؟) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِقْرَءْ بِهَا فِي نَفْسِکَ سورۃ الفاتحہ کو نفس کے اندر پڑھو۔

تنبیہ: نفس میں پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زبان ہلائے بغیر دل میں غور وفکر کرے اور تدبر کرے' اس لیے کہ زبان ہلائے بغیر تو تلاوت اور قراءت بنتی ہی نہیں ہے۔ تلاوت اور قراءت اس وقت بنتی ہے جس وقت آدمی کی زبان ہلے خواہ آواز نکلے خواہ نہ نکلے قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيفَةً وَّ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ (سورة الأعراف' آیت: ۲۰۵) ''کہ رب تعالیٰ کا اپنے نفس میں ذکر کرو'' اور آگے ساتھ ہی فرمایا ﴿ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ (ایضاً) ''کہ جہراً نہ کرو۔'' تو فِي نَفْسِكَ عربی زبان میں کئی معانی میں استعمال ہو جاتا ہے مگر چونکہ اس مقام پر قراءت کے ساتھ یہ لفظ آیا ہے اس لیے یہ معنی لیا جائے گا کہ آواز کے بغیر اس کی قراءت کرو اور جہراً نہ پڑھو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ بات سمجھا کر دوسری حدیث بھی اس کو سنا دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ ﴾ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ آگے اَلصَّلٰوةَ کی تشریح جو بیان کی ہے وہ سورۃ فاتحہ ہے کہ جب بندہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾ کہتا ہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے میری حمد و ثناء بیان کی اس طرح آخر تک سورۃ الفاتحہ کی تشریح فرمائی۔ اس حدیث قدسی کے اندر سورۃ الفاتحہ کو نماز قرار دیا گیا ہے پتہ چلا کہ چونکہ سورۃ الفاتحہ صلوٰۃ ہے' نماز ہے' تو امام کے پیچھے مقتدی بھی نماز ہی پڑھتا ہے کوئی غیر نماز تو نہیں پڑھتا' اور نماز سورۃ الفاتحہ ہے تو پھر یہ بھی پڑھنا پڑے گی۔ جب نماز سورۃ الفاتحہ ہی ہے اور نماز کا ایک اہم حصہ ہے اور ایک حصہ اور جزء کسی چیز کا نہ رہے تو ناتمام تو اس نے خود ہی بن جانا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس پر نماز کا لفظ بولا جاتا ہے وہ سورۃ الفاتحہ کے بغیر نہیں ہو گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مسئلہ: مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحہ کے پڑھنے کا مسئلہ ہے تو پہلے مسئلے کے ساتھ یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کیونکہ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سورۃ الفاتحہ نماز کا حصہ ہے، اور مقتدی نے بھی تو نماز کے اجزاء اور حصے ادا کرنے ہی ہیں تو اس کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام بھی رکوع کرتا ہے اور سجود کرتا ہے اور اکیلا بھی رکوع سجود کرتا ہے تو مقتدی رکوع اور سجود کرے کہ نہ کرے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ رکوع سجود نماز کا حصہ ہے وہ مقتدی بھی ادا کرے گا۔ کیونکہ اللہ نے جو فرمایا کہ رکوع کرو سجدہ کرو تو اس کے اندر کوئی امام اور اکیلے کی تخصیص نہیں کی۔ اس کے اندر مقتدی بھی شامل ہے اسی طرح سورۃ الفاتحہ کا نماز کے اندر جو تعلق ہے اس کے اندر امام و منفرد کی تخصیص نہیں ہے عام نماز کی بات ہے اور مقتدی بھی نمازی ہے وہ نماز ہی پڑھتا ہے۔

بات یہ کہی جاتی ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے امام و منفرد کی تخصیص فرمائی ہے اس لیے کہ صحیح مسلم کے اندر حدیث ہے کہ (لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا) ''کہ جس نے سورۃ الفاتحہ یا زیادہ نہ پڑھا اس کی نماز نہیں۔'' فَصَاعِدًا کے لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ یہ مسئلہ منفرد اور اکیلے کی نماز کا ہے ورنہ فصاعدا تو نہ فرماتے۔ کیونکہ مقتدی امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ سے زیادہ تو نہیں پڑھتا۔ پس فَصَاعِدًا کی زیادت سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں ہے بلکہ دوسرے نمازیوں کی بات ہے۔

مگر یہ بات اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ بات کہنے والا فَصَاعِدًا کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔ اگر اس کے مفہوم کو سمجھ لیتا تو یہ بات نہ کہتا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَصَاعِدًا کے ساتھ خبر دے رہے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ خبر واقع سے حکایت ہوتی ہے۔ مَا یُقْصَدُ بِهِ الْحِکَایَۃُ عَنِ الْوَاقِعِ

تو رسول اللہ ﷺ واقع یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نماز اس بات سے خالی نہیں ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہوگی یا پھر فاتحہ اور فاتحہ سے کچھ زائد قرآن پر مشتمل ہوگی واقع کے اندر جتنی نمازیں ہیں وہ اس طرح ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ مقتدی نے سورۃ الفاتحہ بھی نہیں پڑھنا ہے اور آگے بھی کچھ نہیں پڑھنا تو پھر تو نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی خبر واقع کے مطابق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بنتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ واقع کے اندر جو بھی نماز ہے اس میں سورۃ الفاتحہ ہے یا پھر سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کچھ زیادہ تلاوت ہے۔ اور یہ واقع تب بنتا ہے کہ کچھ نمازیں ایسی ہوں جن میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے وہ مقتدی کی نمازیں ہیں اور کچھ نمازیں ایسی ہوں جن میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کچھ زائد قرآن پڑھا جائے وہ امام اور منفرد کی نمازیں ہیں۔

تو اگر واقع اس طرح بناؤ کہ کچھ نمازیں ایسی ہیں جن میں سورۃ الفاتحہ ہے اور کچھ زائد قرآن ہے اور کچھ ایسی نمازیں ہیں جن میں سورۃ الفاتحہ بھی نہیں ہے اور سورۃ الفاتحہ سے زائد بھی نہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی خبر واقع کے خلاف بن جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ کتنی بڑی خرابی لازم آ رہی ہے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ کی کوئی خبر واقع کے خلاف نہیں' خواہ ماضی کے متعلق ہو یا مستقبل اور حال کے متعلق ہو۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اور صادق اور امین ہیں۔ ہاں کوئی متنبی ہو تو اس کی خبریں اور پیشین گوئیاں واقع کے خلاف ہوتی ہیں کیونکہ وہ تو نبی ہے ہی نہیں' خواہ مخواہ اس نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ اصل میں غلطی یہاں سے لگی ہے کہ **فصاعدًا** سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ قرآن کا کوئی حصہ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ مراد ہے خود سورۃ الفاتحہ کو نکال کر آگے دو تین آیتیں اکیلی مراد لے لی گئی ہیں۔ حالانکہ **صَاعِدًا** کا مطلب اکیلا مراد لینا لغت کے ہی خلاف ہے۔ اس کے ماقبل چیز اس میں شامل ہوتی ہے ہاں کچھ زائد ملا کر۔ ماقبل کو نکال لو صرف زائد کو ہی مراد لینا **صَاعِدًا** کا مفہوم نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے اندر اس حدیث پر جو باب منعقد فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔ **صَاعِدًا** کے مفہوم کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے پوری تشریح اور وضاحت کی ہے غور و فکر اور تحقیق کرنے والے کو صحیح ابن خزیمہ کی طرف مراجعت کرنا چاہیے۔

فَصَاعِدًا کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کو آدمی سامنے رکھے تو اس پر اس کا مفہوم بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں (**لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا**) چور کا ہاتھ ربع دینار (ایک ماشہ اور ایک رتی) میں کاٹا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا فَصَاعِدًا یا زیادہ یعنی چوتھائی دینار سے زیادہ چوری کر لے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہاں بھی فَصَاعِدًا کا لفظ ہے۔ اور اس سے پہلے ربع دینار کا ذکر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں کہ چور کا ہاتھ دینار کے چوتھائی میں کاٹا جائے گا یا زیادہ۔ تو زیادہ کا مطلب ہے کہ ایک ماشہ دو رتیاں چوری کر لے تو اس میں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اس لیے کہ ایک ماشہ اور دو رتیاں' ایک ماشہ اور ایک رتی سے زیادہ ہے۔ اور ساری دنیا سمجھتی ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد ہے کہ ربع دینار چوری کرے گا' پھر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور ربع دینار سے زیادہ چوری کرے گا' تو پھر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب فَصَاعِدًا کا یہ مطلب تو نہیں کہ ربع دینار پر مثلاً ایک رتی زائد ہے وہ اگر کوئی چرالے تو اس میں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ زیادہ میں ماقبل ربع دینار کو شامل کرنا پڑے گا۔ یعنی ربع دینار اور ساتھ کچھ زیادہ چوری کر لے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اور حدیث فاتحہ میں بھی فَصَاعِدًا سورۃ الفاتحہ کے بعد ذکر کیا ہے۔ اور جو زائد تلاوت ہے اس میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت بھی شامل ہوگی۔ اور نماز کی کوئی تخصیص نہیں کی' معلوم ہوا جتنی نمازیں ہیں وہ یا تو سورۃ الفاتحہ اور کچھ زیادت پر مشتمل ہونگی اور یا صرف سورۃ الفاتحہ پر مشتمل ہونگی۔ ایسی کوئی نماز واقع کے اندر نہیں ہے جس میں دونوں چیزیں نہ ہوں۔ نہ سورۃ الفاتحہ اور نہ زائد قرآن۔

اس لیے فَصَاعِدًا کے لفظوں سے یہ مسئلہ نکالنا کہ حدیث' منفرد یا امام کے حق میں ہے' مقتدی کے حق میں نہیں ہے۔ بالکل درست نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیاد فَصَاعِدًا کے مفہوم کو نہ سمجھنے پر ہے۔

فَصَاعِدًا کی پوری تشریح اور وضاحت کو اگر کوئی معلوم کرنا چاہتا ہے تو ہمارے شیخ اور استاد حافظ صاحب محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خیر الکلام'' کا مطالعہ کرے وہ اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ حافظ صاحب نے اس میں فَصَاعِدًا کی تشریح بڑے اچھے انداز میں کی ہے اور مولانا انور شاہ کشمیری محدث دیوبندی رحمہ اللہ کے فرمان کو لا کر جہاں تبصرہ ہوسکتا تھا' وہاں تبصرہ فرمایا ہے۔ جس بات کی تائید ہوسکتی تھی اس کی تائید فرمائی ہے۔ تو ''خیر الکلام'' کے اندر فَصَاعِدًا کی بحث کا مقام قابل مطالعہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰/۶/۱۹۹۸) بروز بدھ

نماز میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے والے دلائل کا تجزیہ

اب تک دو حدیثیں پیش کی گئی ہیں ایک (لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ) اور دوسری (مَنْ صَلّٰي صَلٰوةً لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ) یہ دوسری حدیث حقیقت میں دو حدیثیں ہیں ایک خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ والی حدیث اور دوسری جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بعد میں بیان فرمائی (قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ) والی۔

گویا تین حدیثیں تفصیلی انداز میں زیر گفتگو آ چکی ہیں۔ مزید بھی اس موضوع پر رسول اللہ ﷺ کی کافی حدیثیں موجود ہیں۔

قابل مطالعہ تین اہم کتابیں: جو آدمی تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس موضوع پر جو رسالے اور کتابیں تصنیف کی گئی ہیں ان کا مطالعہ کر لے۔ ان میں بالخصوص تین کتابیں خاص اہمیت کی حامل ہیں اور ان میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر گفتگو کی گئی ہے۔

ایک کتاب تو شارح ترمذی صاحب تُحْفَةُ الْأَحْوَذِيْ مولانا عبدالرحمٰن صاحب محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کی تحقیق الکلام ہے۔ بہت شاندار کتاب ہے۔ اردو میں لکھی گئی ہے اور عام فہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے اندر مواد بڑا پکا اور ٹھوس ہے۔ دوسری کتاب ہمارے شیخ اور استاد حافظ صاحب محدث گوندلوی رحمہ اللہ کی ہے جس کا نام خیر الکلام ہے۔ اس موضوع پر وہ بڑی اچھی کتاب ہے۔ تیسری کتاب ہمارے ساتھی اور بھائی مولانا ارشاد الحق اثری صاحب فیصل آبادی حفظہ اللہ کی توضیح الکلام ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں بڑی تفصیلی کتاب ہے۔ ہر بات کو انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

یہ تینوں کتابیں اردو زبان کے اندر ہیں۔ ان کا ذکر اس لیے مناسب سمجھا گیا ہے کہ عربی زبان میں لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کوئی کر سکتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کتابوں میں تفصیل کے ساتھ حدیثیں پیش کی گئی ہیں کسی میں دس حدیثیں اور کسی میں اس سے بھی زیادہ حدیثیں پیش کی گئی ہیں جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نماز کے اندر سورۃ الفاتحہ کی تلاوت فرض ہے اور ضروری ہے۔ خواہ مقتدی کی نماز ہو خواہ منفرد اور امام کی۔

اس موضوع پر کچھ دلائل اس قسم کے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ کی تلاوت نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کسی اور سورۃ کی تلاوت کرنا چاہیے۔ وہ نماز خواہ سری ہو خواہ جہری ہو۔ اگر وہ امام کے پیچھے قراءت کرے گا تو اس کے منہ میں آگ ڈالی جائے گی یا اس کے منہ میں مٹی پڑے گی یا پتھر پڑیں گے لیکن اس قسم کی کوئی روایت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں اس کے اندر کوئی نہ کوئی نقص ضرور موجود ہوتا ہے۔ یا پھر کسی کا قول ہوتا ہے' بزرگ کا یا کسی عالم کا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس قسم کی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔

جو روایتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان سے یہ قراءت نہ کرنے کا مسئلہ نکلتا نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیت ہے ﴿ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ ﴾ (سورۃ الأعراف' آیت: ٢٠٤) "جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے (وَإِذَا قَرَأَ فَأَنصِتُوا) "کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

قرآن کی آیت اور رسول کریم ﷺ کے فرمان میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے (یا جب امام قرآن پڑھے) تو چپ رہو۔

تو بات یہ ہے کہ چپ رہنے اور خاموش رہنے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے، سب کہتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو آواز نہ نکالو۔ اس میں کوئی تنازع اور اختلاف نہیں ہے۔

بات تو پڑھنے اور نہ پڑھنے کی ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھو اور کچھ کہتے ہیں کہ نہ پڑھو۔ جو پڑھنے کے قائل ہیں ان کو پڑھنے کی دلیل پیش کرنا چاہیے۔ اور وہ پڑھنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ یعنی جس نے سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔

جبکہ اس آیت اور حدیث میں چپ رہنے کا حکم ہے نہ پڑھنے والی بات ان میں کوئی نہیں۔ اس کے لیے آپ کوئی با ترجمہ قرآن اٹھا کر دیکھیں تو یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ دو قوسیں لگا کر درمیان میں (نہ پڑھو) لکھیں تو یہ علماء کی اپنی بات ہے۔ قرآن تو نہیں ہے۔

آہستہ پڑھنا خاموش رہنے کے منافی نہیں: قرآن و حدیث میں چپ رہنے کا حکم ہے۔ اور یہ سننا اور خاموش رہنا' آہستہ بلا آواز پڑھنے کے خلاف اور منافی نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری کے اندر ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے پیغمبر! میرے ماں باپ آپ پر قربان' تکبیر تحریمہ اور قراءت شروع کرنے کے درمیان خاموش رہتے ہو' اس خاموشی کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے ہیں؟ ذرا غور سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال سمجھیں کہ وہ کیا سوال کر رہے ہیں۔ کہ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ خاموش رہتے ہو اور خود ہی کہتے ہیں کہ اس خاموشی میں کیا پڑھتے ہو؟ اگر چپ رہنے کا مطلب نہ پڑھنا ہو تو پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال بنتا ہی نہیں۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیتے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طرف کہتے ہو کہ خاموش رہتے ہو' ایک طرف کہتے ہو کہ اس میں کیا پڑھتے ہو؟ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا' اس کے برعکس یہ فرمایا: اس خاموشی میں' میں (اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ...... الخ) پڑھتا ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آہستہ اور بلا آواز پڑھنا سکوت اور انصات کے منافی نہیں۔ بلکہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔ کہ خاموشی بھی ہو اور قراءت بھی کرے۔

جیسے ظہر' عصر کی نماز چپ کر کے پڑھی جاتی ہے تو کیا اس میں کچھ نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ دو نمازیں خاموشی اور چپ کی نمازیں ہیں اور امام بھی پڑھتا ہے مقتدی بھی پڑھ رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح کوئی قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کر رہا ہو تو ساتھ قریب نماز پڑھنے والا دو رکعت پڑھ کر اسے کہتا ہے چپ رہ۔ تو خاموشی سے پڑھ۔ خاموشی بھی کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھ بھی کہہ رہا ہے۔ تو مطلب اسکا ہوتا ہے کہ بے آواز پڑھو کہ مجھ تک آواز نہ پہنچے۔ بہر حال بے آواز قراءت کر لینا بول لینا' چپ رہنے اور خاموش رہنے کے خلاف نہیں ہے۔

اور چپ اور خاموش رہنے سے آہستہ بلا آواز پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی۔ نہ یہ بات لازم آتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا مطابقی معنیٰ ہے۔

اس بات کی دوسری دلیل صحیح مسلم کے اندر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ وَلْیَتَجَوَّزْ فِیْهِمَا) ''کہ جب تم میں سے کوئی آدمی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہے' تو وہ ہلکی پھلکی دو رکعتیں پڑھے۔''

اب خطبے کے دوران بھی استماع اور انصات کا حکم ہے اور خطبے کے دوران پڑھا بھی جاتا ہے۔ مسلم شریف کے اندر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خطبہ میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی تھی' دعا ہوتی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت ہوتی تھی۔ اور صحیح مسلم میں ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ خطبے کے اندر سورۃ ق کی تلاوت فرماتے۔

تو ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ...... ﴾ (سورة الأعراف' آیت: ٢٠٤) آیت صرف نماز پر ہی نہیں لگتی بلکہ خطبے پر بھی لگتی ہے اس لیے کہ خطبہ میں قرآن بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور خطبے کے دوران استماع و انصات کا بھی حکم ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ دو رکعتیں پڑھنے کا حکم بھی دے رہے ہیں۔ اگر سننے اور خاموش رہنے کا مطلب آہستہ بھی نہ پڑھنا ہو' تو دو رکعتیں کس طرح پڑھے گا؟

اس سے معلوم ہوا کہ سننا اور خاموش رہنا آہستہ پڑھنے کے منافی نہیں ہے۔

اس کے باوجود کوئی اصرار کرے کہ اس نے استماع پر عمل نہیں کیا اور انصات پر عمل نہیں کیا' تو ہم کہیں گے کہ یہ صورت استماع اور انصات والے حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم آ گیا ہے۔ تو یہی بات سورۃ الفاتحہ والی حدیث میں کہی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''لَا صَلٰوةَ...... الخ'' فرما دیا تو دلیل یہاں بھی استثناء کی موجود ہے۔ مگر ایک طرف استثناء والی بات کرنا اور دوسری طرف اس کو تسلیم نہ کرنا کوئی انصاف نہیں ہے۔

پھر یہ بات بنائی جاتی ہے کہ ایک آدمی خطبے کے دوران آ کر بیٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پوچھا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں؟ کہنے لگا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ)) کہ اٹھ اور دو رکعتیں پڑھ۔ اور یہ اس لیے کہ وہ آدمی غریب تھا، تنگ دست تھا، حالت اس کی خستہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں گے، ترس کھا کر اس کو کچھ دے دیں گے۔ تو یہ مقصد تھا ورنہ مسئلہ یہ کوئی نہیں تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک تھوڑی دیر کے لیے اگر مان بھی لیا جائے کہ سُلَیْک غَطَفَانِی کی حالت دگرگوں تھی تو رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دیکھ لیں۔

مگر جو آپ ﷺ نے عام حکم دے دیا اس کا کیا کیا جائے گا؟ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہر امتی کی حالت دگرگوں ہوگئی ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قولی عام حدیث روایت بالمعنی ہے۔ اگر مذہب کے خلاف بات آ جائے اور اس کو روایت بالمعنی کہنا شروع کر دیا جائے پھر تو کوئی روایت نہیں بچے گی۔ ہر ایک روایت بالمعنی بنا کر رد کر دی جائے گی۔

اور یہ روایت بالمعنی کیسے ہے؟ جبکہ وہ سُلَیْک غَطَفَانِی کا خاص واقعہ ہے اور یہ عام قولی حدیث ہے۔

تو میں گزارش کر رہا تھا کہ استماع اور انصات کا حکم آہستہ اور خاموش قراءت کرنے کی نفی نہیں کرتا۔ ہاں اونچی پڑھنے کے منافی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اونچی پڑھنے کا نہ کوئی قائل ہے اور نہ کوئی پڑھتا ہے۔

ایک اور بات بھی اس مقام پر یاد کرنا چاہیے کہ جس وقت ''لَا صَلٰوۃَ......'' حدیث پیش کی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں خَلْفَ الْإِمَام کا لفظ نہیں آیا۔ یہ حدیث عام ہے اس لیے خاص خلف الامام کے لفظوں والی حدیث پیش کی جائے اگر یہ سوال مبنی بر انصاف ہے تو یہاں آیت ''وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ...... الخ'' (سورۃ الأعراف، آیت: ۲۰۴) کے اندر بھی سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا اس میں یہ آیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سورۃ الفاتحہ نہ پڑھو کیا خاص فاتحۃ الکتاب کا نام ہے؟ یہ بھی تو عام ہی ہے۔ اس کو کیوں دلیل میں پیش کرتے ہو تو عام دلیل سے استدلال اپنی باری آئے تو درست بن جائے لیکن دوسرا عام دلیل پیش کرے تو کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے کہ دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے۔

یہ ﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۝﴾ (سورۃ النجم' آیت:۲۲) والی بات ہے دوسری بات یہ ہے کہ عام سے استدلال کرنا فطری اور طبعی چیز ہے۔ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے اسی طرح منطق کی کتابوں میں بھی یہ چیز مذکور ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کے اندر اس کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور مسلم الثبوت والے نے خاص کر اس کو نکھار کر پیش کیا ہے۔

جو لوگ اپنی کتابوں میں وَالْعَامُ قَطْعِيٌّ كَالْخَاصِ لکھتے ہیں' سمجھ نہیں آتی یہاں جب بات عام کی جاتی ہے تو ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ دوسروں کو عام نہیں پیش کرنے دیا جاتا جبکہ خود عام ہی پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ عام ہے تو إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ...... الخ کے اندر بھی اور وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا کے اندر بھی تو سورۃ الفاتحہ کا نام نہیں ہے۔ تو آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ مابعد الفاتحہ' قراءت کے متعلق استماع اور انصات کا حکم ہے۔ اور شان نزول جو بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سنا کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کر رہے ہیں تو لفظ "سَمِعَ أُنَاسًا" کے آئے ہیں۔ تو اس موقع پر انہوں نے یہ آیت پیش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ...... الخ﴾ پڑھ کر سنائی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت اس موقع پر پیش کی ہے کہ لوگ امام کے پیچھے اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے' تو گویا کہ آیت اونچی آواز میں پڑھنے سے روک رہی ہے' نہ کہ بے آواز آہستہ پڑھنے سے۔ اور اس کی دلیل کہ لوگ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ روایت کے لفظ "سَمِعَ أُنَاسًا" ہیں۔ کہ لوگوں کو سنا۔ اور تب ہی سنا جاتا ہے جب کوئی اونچی آواز میں پڑھے۔ جبکہ اہل حدیث جو امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ کسی کو سنا نہیں جاتا اس لیے کہ وہ آہستہ پڑھتے ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "امام الکلام" کے اندر بڑے پتہ کی بات لکھی ہے۔ سارے دلائل پر بحث کر کے فرماتے ہیں کہ جو دلیلیں صحیح ہیں' ان سے امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب کے نہ پڑھنے کی ممانعت نہیں نکلتی۔ اور جن دلیلوں سے ممانعت نکلتی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے سرے سے ثابت ہی نہیں۔ لکھنوی رحمہ اللہ نے ساری بحث اور کلام کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ دو جملوں میں پیش کر دیا ہے۔ کہ جن دلیلوں کو عدم قراءت کی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے ان کی دو صورتیں ہیں: یا تو صحیح ہیں جیسے آیت مذکورہ اور حدیث مگر ان سے مسئلہ نہیں نکلتا۔ یا مسئلہ تو نکلتا ہے لیکن سرے سے ان کا ثبوت ہی نہیں۔

***

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۹۸/۶/۱۳) بروز ہفتہ

”حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ“ سے استدلال اور اس کا جواب

مزید ایک دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بخاری شریف کے اندر حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو جماعت کھڑی تھی۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھی رکوع کی حالت میں تھے تو انہوں نے صف سے پیچھے ہی رکوع کیا اور رکوع میں چل کر جماعت میں شامل ہوئے رسول کریم ﷺ نے بعد میں فرمایا (زادک اللّٰہ حِرْصًا وَ لَا تَعُدْ) ”اللہ تعالیٰ تمہیں حرص کے اندر زیادہ کرے۔“ یعنی جماعت کی حرص اللہ تعالیٰ بڑھائے اور آئندہ کے لیے ایسا نہ کرنا۔“

اس حدیث سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ اس نے سورۃ الفاتحہ کوئی نہیں پڑھی تھی' قیام بھی کوئی نہیں کیا بلکہ رکوع میں ملنے سے ہی اس کی رکعت ہوگئی تھی۔ مگر یہ استدلال درست نہیں ہے اس لیے کہ حدیث کے اندر یہ کہیں نہیں آیا کہ انہوں نے رکوع میں ملنے والی رکعت آخر میں اٹھ کر نہیں پڑھی تھی۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ انہوں نے وہ رکعت دہرائی نہیں تھی' یا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی آجائے کہ تیری رکوع والی رکعت ہوگئی ہے تو پھر یہ استدلال درست ہے لیکن ایسی کوئی چیز آئی نہیں۔ اس لیے اس سے یہ دلیل پکڑنا کہ رکوع میں آدمی ملے تو رکعت ہو جاتی ہے یا سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے تو رکعت ہو جاتی ہے' قیام نہ کرے تو رکعت ہو جاتی ہے بالکل درست نہیں ہے۔

پھر یہ بات بنائی جاتی ہے کہ تم دکھاؤ کہ اس نے وہ رکعت پڑھ لی تھی۔

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دکھانا اس کے ذمہ ہے جو اس حدیث سے استدلال کرے کہ سورۃ الفاتحہ اور قیام کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مگر جو لوگ سورۃ الفاتحہ کے قائل ہیں ان کے دلائل دوسری حدیثیں ہیں جن میں یہ وضاحت اور صراحت آئی ہے کہ جس نے سورۃ الفاتحہ نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھی اس کی نماز نہیں۔

عدم ذکر سے استدلال درست نہیں ہوتا: الغرض حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی دلیل بھی نہیں بنتی اور نہ پڑھنے کی دلیل بھی نہیں بنتی اس لیے کہ اس میں نہ یہ ذکر آیا ہے کہ اس نے وہ رکعت پڑھ لی تھی اور نہ یہ آیا ہے کہ وہ رکعت نہیں پڑھی تھی۔ تو عدم ذکر سے استدلال درست نہیں ہوتا اہل علم کئی مقامات پر صراحت کرتے رہتے ہیں۔

مرسل روایت حجت نہیں بن سکتی: اسی طرح یہ دلیل بھی پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ) کہ جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

نمبر۱: یہ روایت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ عام محدثین یہی فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے۔ اس کے اندر انقطاع ہے اور جو روایت مرسل ہو' سند اس کی متصل نہ ہو' تو وہ حجت اور دلیل نہیں بن سکتی۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ کے اندر لکھا ہے کہ مرسل حدیث حجت نہیں بن سکتی۔ اس لیے کہ اس کی سند میں انقطاع اور ارسال والا نقص موجود ہے۔ اور جو راوی اس سند میں گرا ہوا ہے' معلوم نہیں کہ وہ کیسا ہے۔ ثقہ ہے کہ ضعیف ہے؟

الغرض مرسل روایت راوی کے گرنے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں رہتی۔ اس کی کچھ سندیں موصول بھی آتی ہیں۔ مگر ان پر محدثین کا اعتراض ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے اندر فرمایا ہے کہ دو راویوں نے اس کو موصول بیان کیا ہے۔ لیکن وہ دونوں ضعیف ہیں۔ (وَهُمَا ضَعِيفَانِ)

اب اس کو شرط شیخین پر صحیح قرار دینا کوئی انصاف والی بات نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ بعض اہل علم نے اس کو ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔

اب اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ہاں اپنے نظریے کی حمایت میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ورنہ صحیح علی شرط الشیخین ہے نہیں۔

نمبر۲: ''حسن لغیرہ'' بھی اس کو تسلیم کر لیا جائے پھر بھی اس کے اندر یہ نہیں آیا کہ امام کی سورۃ الفاتحہ کی قراءت مقتدی کی قرأت ہے۔ بلکہ قراءت کی بات آئی ہے۔ اور قراءت دو طرح کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ایک تو جہری نماز میں مقتدی کے لیے منع ہے۔ ایک قرآن کی ایسی قراءت ہے کہ وہ جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کے لیے ضروری ہے۔ اور وہ ضروری قراءت سورۃ الفاتحہ کی قراءت ہے۔ جو قراءت جہری نمازوں میں مقتدی کے لیے منع ہے وہ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قراءت ہے تو ''مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ والی حدیث میں قرائت سے مراد مَازَادَ الْفَاتِحَةَ مراد ہے۔ اور یہ اصول اور ضابطہ ہے کہ ایک حدیث عام آ جائے اور دوسری آیت یا حدیث خاص آ جائے' تو وہ عام حدیث یا آیت کی خاص آیت یا حدیث کے ساتھ تخصیص کر لی جاتی ہے۔ یعنی خاص کے ماسوا پر عام کا حکم لگتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر اس کی مثال ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورۃ النساء' آیت: ۲۴) آیت کریمہ ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ مثلاً مائیں' بہنیں' پھوپھیاں خالائیں...... وغیرہ یہ ذکر کر کے فرمایا کہ ان کے علاوہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ ماقبل جن عورتوں کا ذکر ہے ان میں کئی عورتوں کا ذکر نہیں آیا جبکہ ہیں وہ حرام۔ حالانکہ پیچھے آیت میں ان کا ذکر نہیں آیا۔ تو ﴿مَاوَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ جو عام تھا مذکورہ صورتیں جو حدیث کے اندر آئی ہیں اس سے ان کی تخصیص ہو گئی ہے۔ ''مَاوَرَآءَ ذَٰلِكُمْ'' کو پیش کر کے کوئی کہنا شروع کر دے کہ یہ عام حکم ہے۔ پیچھے ذکر شدہ صورتوں کے علاوہ سب حلال ہیں تو اس کی یہ بات درست نہیں ہوگی۔

قرآن مجید کے اندر ہے ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ﴾ (سورۃ الشوریٰ' آیت: ۵) ''کہ زمین کے اندر جو ہیں' فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔'' اب ''مَنْ فِي الْأَرْضِ'' عام ہے۔ مؤمن کافر سب کو شامل ہے۔ لیکن فرشتے صرف مومن کے لیے استغفار کرتے ہیں اور دوسری آیت نے اس عام حکم کو خاص کر دیا ہے کہ ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورۃ المؤمن' آیت: ۷) ''کہ جو ایمان والے ہیں ان کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔'' تو ''مَنْ فِي الْأَرْضِ'' عام کو ''لِلَّذِينَ آمَنُوا'' نے خاص کر دیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو کافر مشرک ہیں ان کے لیے فرشتے استغفار نہیں کرتے۔

اسی طرح ((مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ)) عام ہے سورۃ الفاتحہ غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتحہ دونوں کو شامل ہے لیکن سورۃ الفاتحہ پڑھنے والی حدیثین خاص ہیں تو اس عام کی ان خاص حدیثوں سے تخصیص کر دی جائے گی۔ اور کہا جائے گا کہ سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قراءت' امام کی قراءت' مقتدی کی قراءت ہے۔

ایک اور دلیل اور اس کے جوابات: ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعت کرا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری میں خفت محسوس کی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت وہاں سے شروع کی جہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر سورۃ الفاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ وہ نماز ظہر کی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ وہ ظہر کی نماز تھی تو ظہر کی نماز میں قراءت تو سراً ہوتی ہے سنی تو جاتی نہیں اب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کس جگہ تک پہنچے تھے اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تھی' اتنی دیر تک یہ استدلال ٹھیک نہیں ہے اور یہ کسی روایت میں نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی تھی۔

نمبر۲: اس نماز کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدی تھے۔ صحیح بخاری کے اندر ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے اور پیچھے صف والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے۔ تو پھر تو اس سے یہ نکلے گا کہ امام بھی سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے۔ جبکہ یہ کسی کا مسلک نہیں ہے بلکہ بلا امتیاز سارے امام سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہیں۔ بات مقتدی کے متعلق تھی اور اس کے لیے اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

یہ بات بناتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی کوئی کوئی آیت اونچی پڑھ لیتے۔ تو ہو سکتا ہے اس موقع پر بھی اونچی آیت پڑھ لی ہو۔ مگر اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کونسی آیت تھی؟ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی آیت اونچی نہ پڑھی ہو کیونکہ ظہر عصر کی نماز میں آیت کا اونچی پڑھنا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ کے اندر یہ روایت ہے تو وہاں یہ لفظ آتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب کھڑے تھے۔

جبکہ دوسری روایتوں میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ امام تھے تو امام آپ ﷺ تب بن سکتے ہیں جب آپ ﷺ بائیں جانب بیٹھے ہوں۔ تو جو حل ابن ماجہ کی روایت میں وارد لفظوں کا ہوگا وہی حل دوسرے استدلال کا بھی ہو سکتا ہے۔

نمبر۳: مبارکپوری صاحب نے اپنی کتاب تحقیق الکلام کے اندر کچھ ایسی روایتیں بھی ذکر کی ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو بیماری نے شدت اختیار کر لی چنانچہ نماز مکمل کیے بغیر آپ ﷺ گھر واپس آ گئے تھے۔ تو جب نماز مکمل ہی نہیں کر سکے تو پھر اس سے کسی قسم کا استدلال نہیں ہو سکتا۔

ایک اور دلیل اور اس کا جواب: ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝﴾ کہے تو تم آمین کہو۔ اس سے یہ مسئلہ کشید کیا جاتا ہے کہ مقتدی سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھے گا۔ مگر یہ بات بنتی نہیں ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث کے اندر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے (إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا) ''جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔'' تو اب وہ ''وَلَا الضَّآلِّينَ ۝'' کے موقع پر تو آمین نہیں کہے گا بلکہ امام جب آمین کہے گا تو آمین کہے گا۔ اس لیے یہ استدلال درست نہیں ہے۔

پھر اس استدلال کی بنیاد تقسیم پر ہے۔ اور دوسری کئی روایتیں ہیں جن میں اس طرح کی تقسیم آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' کہے تو تم ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' کہو۔ اب یہاں سے کوئی یہ استدلال کرے کہ امام ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' نہیں کہے گا تو یہ استدلال بھی درست نہیں امام کا ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ'' کہنا ثابت ہے۔ اسی طرح فاتحہ اور آمین کی تقسیم سے استدلال ٹھیک نہیں ہے۔ مقتدی نے بھی ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ'' کہنا ہے اور امام نے بھی ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ'' کہنا ہے۔ اور آمین ''وَلَا الضَّآلِّينَ ۝'' کے بعد ہی دونوں نے کہنا ہے۔

ایک اور دلیل اور اس کا جواب: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ (سورۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القیمۃ' آیت:١٦) یہ بھی دلیل میں پیش کی جاتی ہے۔ کہ جب جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے اور قرآن سناتے تو نبی کریم ﷺ بھی جلدی جلدی قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جلدی قرآن پڑھنے کے لیے زبان نہ ہلاؤ۔ ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ○ ﴾ (ایضاً' آیات: ١٧۔١٩) "بے شک قرآن کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم (جبرائیل علیہ السلام) پڑھ لیں تو تم بعد میں پڑھو۔ اور پھر اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

لیکن ان آیتوں میں امام مقتدی کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی ان کا مسئلہ ہے۔ بلکہ نزول وحی کی بات ہے۔ نماز کی بات نہیں ہے۔

تو اگر کوئی ضرور بالضرور کھینچ کر اس سے یہ مسئلہ نکالنے کی کوشش کرے بھی' تو اس میں تو یہ ہے کہ ساتھ ساتھ نہ پڑھو جب پڑھ لے تو تم پڑھو۔ یعنی امام جس وقت سورۃ الفاتحہ پڑھ لے تو بعد میں تم پڑھ لو۔ اگر ضرور نماز پر اس کو لگانا ہی ہے تو یہ مطلب بنے گا نہ کہ وہ مطلب۔

خلاصہ یہی ہے کہ جو پہلے بھی ایک دفعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ حنفی بزرگ لکھتے ہیں کہ جو دلائل اس سلسلے میں پیش کیے جاتے ہیں وہ اگر صحیح ہیں تو ان سے مسئلہ نہیں نکلتا کہ سورۃ الفاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھو۔ اور جن سے مسئلہ نکلتا ہے وہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ صحیح نہیں ہیں۔

***

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴/۶/۱۹۹۸) بروز اتوار

مرزا غلام احمد قادیانی کذاب ودجال تھا

سورۃ الفاتحہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ مرزائیوں نے سورۃ الفاتحہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ کوشش ناکام ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ قاری سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمادے۔ ان لوگوں کے راستے کی ہدایت جن پر تیرا انعام ہوا۔ اوران مُنعَمْ عَلَيْهِمْ کے اندر اللہ کے پیغمبر علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ جس طرح دوسری آیت میں ہے ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ﴾ (سورۃ النساء' آیت:٦٩) جب مُنعَمْ عَلَيْهِمْ میں نبی اور پیغمبر بھی شامل ہیں اور سورۃ الفاتحہ کا قاری ان کے راستے پر چلنے کی دعا کر رہا ہے اور ان کا راستہ نبوت ہے اس لیے اس کو نبی بننا چاہیے۔ یہ استدلال ہے اور یہ ان کی بات ہے۔

مگر استدلال کی تقریر سے واضح ہے کہ یہ بالکل ایک فضول اور باطل بات انہوں نے بنائی ہے۔ پہلے نمبر پر تو ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ ہر نمازی تلاوت کرتا ہے اور دوسرے بھی اس کی تلاوت کر لیتے ہیں۔ تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ غلام احمد قادیانی بھی اس کی تلاوت کرتا تھا اس لیے وہ نبی بن گیا تو پھر تو سارے سورۃ الفاتحہ کے قاری نبی ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کے نبی ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

دوسری آیت کے اندر بھی آ رہا ہے ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ (ایضاً) کہ جو اللہ اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہے تو وہ نبیوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے اپنے انعامات کیے ہیں اسی طرح صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ اب اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ نبی بن جائے گا تو پھر تو سب مطیع اور اللہ اور اس کے رسول کے اطاعت گزار نبی ہونے چاہئیں۔ اس کے اندر کوئی تخصیص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید کے اندر فرمایا ہے ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (سورة التوبة' آیت: ۷۱) ''ایمان والے اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے دوست ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بے حیائی' برائی سے روکتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔''

جتنے ایمان والے مرد اور عورتیں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا نبی بن جاتا ہے تو پھر سارے ایمان والے نبی بننے چاہئیں۔ بلکہ ایمان والیاں عورتیں بھی نبی ہونی چاہئیں۔ اور سب سے بھی بڑھ کر صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہی تھے۔ فرمایا ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (سورة المائدة' آیت: ۱۱۹) وہ بھی سارے کے سارے نبی ہونے چاہئیں۔ مرزائیوں کی یہ بات ایسی باطل بات ہے کہ وہ خود بھی اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے یہ استدلال بالکل فضول ہے اور اس میں معمولی سی ذرہ برابر بھی جان نہیں ہے۔

اور یہ استدلال اس لیے بھی غلط ہے کہ یہ سورۃ الفاتحہ کی آیت اور وہ سورۃ النساء والی آیت اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ تو اگر اس کا یہی مطلب نکلتا تھا کہ جتنے اطاعت کرنے والے ہیں وہ سارے نبی بنتے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ قرآن کے اندر کبھی یہ نہ فرماتے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝﴾ (سورة الأحزاب' آیت: ۴۰) ''کہ رسول کریم ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔''

تو دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (سورة الفاتحه) اور ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ (سورة النساء' آیت: ۶۹) آیتوں سے نبوت کا مسئلہ نکلتا ہی نہیں ہے۔ اگر نکلتا ہوتا تو اللہ رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیین کبھی نہ قرار دیتے کیونکہ قرآن میں اختلاف تو ہے نہیں۔ فرمایا ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝﴾ (سورة النساء' آیت: ۸۲) ''کہ یہ قرآن مجید اللہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے نازل شدہ ہے اس لیے اس کے اندر معمولی سا بھی اختلاف نہیں ہے۔ اگر کسی اور کی طرف سے یہ نازل شدہ ہوتا تو اس کے اندر بہت سارا اختلاف ہوتا۔"

اس قسم کے استدلال کرنے دراصل قرآن کریم کا انکار ہے۔ یہ آیتیں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہیں اور آپ ﷺ ان کی تفسیر خوب سمجھتے تھے۔ بلکہ جتنا رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کو سمجھتے ہیں اور کون ہے جو اتنا قرآن مجید کو سمجھ سکے؟ اور آپ ﷺ کا اپنا فرمان ہے (اَنَا خَاتَمُ النبیین لَا نبی بعدی) "میں خاتم النبیین ہوں پس میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں ایک محمدؐ ایک احمدؐ ایک ماحی (جس کے ذریعہ اللہ اس کفر کو مٹا دے گا) ایک حاشرؐ ایک نام میرا عاقب ہے۔ "اَلَّذِيْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ" کہ سب سے آخر میں آنے والا جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

بہر حال لوگوں کو ورغلانے کے لیے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وگرنہ یہ باتیں کرنے والا خود اس کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بات بنتی نہیں ہے۔

اس قسم کی باتیں بنانے سے جس طرح قرآن کریم کا انکار ہے اس طرح رسول کریم ﷺ کی سنت اور حدیث کا بھی انکار ہے۔ جب قرآن کا بھی انکار ہے سنت وحدیث کا بھی انکار ہے تو پھر تو یہ خود نبوت ورسالت کے انکار کرنے والی ہی بات ہے۔ اس آیت کریمہ سے اسی طرح وہ سورۃ النساء والی آیت سے یا قرآن کی کسی اور آیت سے نہ مرزا کی نبوت نکلتی ہے اور نہ ہی کسی اور متنبی کی نبوت نکلتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی کسی صحیح حدیث سے نہ مرزا کی نبوت نکلتی ہے اور نہ ہی کسی اور متنبی کی نبوت۔

البتہ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول برحق ہے: رہ گیا مسیح علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ تو وہ برحق ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہارے اندر ابن مریم نزول فرمائیں گے۔ حکم ہونگے۔ عدل وانصاف کریں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ رکھ دیں گے۔ اسی طرح صلیب کو بھی توڑ دیں گے۔ تو یہ نزول برحق ہے۔ اور وہ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔

اس سے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ مسیح علیہ السلام کو جو نبوت ملی ہے وہ رسول اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ سے پہلے عطا ہوئی ہے۔ تو رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ان کی نبوت منافی نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کہ نئے سرے سے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے۔

اور مسیح علیہ السلام کو جو نبوت ملی ہے وہ پہلے ملی ہے۔ ابھی مسیح علیہ السلام بچے ہی تھے کہ لوگوں نے ان کی والدہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس بچے ہی سے پوچھو۔ مسیح علیہ السلام گود میں ہی تھے کہ بول پڑے ﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَ جَعَلَنِي نَبِيًّا ۝﴾ (سورۃ مریم، آیت: ۳۰) ''کہ اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔''

تو ان کو نبوت رسول اللہ ﷺ کے بعد نہیں ملے گی بلکہ نبوت ان کو پہلے ہی سے ملی ہوئی ہے۔ اس لیے جب مسیح علیہ السلام قرب قیامت تشریف لائیں گے تو وہ نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

یہ مغالطہ بھی دیا جاتا ہے کہ وہ مسیح موعود مرزا قادیانی ہیں۔ اور نزول عیسیٰ والی حدیث اس لعین پر چسپاں کر لی جاتی ہے۔ مگر وہ اس پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ ہیں کہ تمہارے اندر ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ تو مرزا غلام احمد قادیانی ابن مریم تو ہے ہی نہیں بلکہ ابن چراغ بی بی ہے۔ کیونکہ اس کی والدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تمہارے اندر ابن چراغ بی بی نزول فرمائیں گے۔

اور اس لیے بھی نزول ابن مریم علیہ السلام کی حدیث مرزا پر چسپاں نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا باپ بھی تھا۔ ماں بھی تھی۔ جبکہ مسیح علیہ السلام کو اللہ نے بلا باپ کے پیدا فرمایا۔ یہ مضمون قرآن کے اندر جگہ جگہ ہے۔ کہ مریم فرماتی ہیں ﴿وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَّ لَمْ أَكُ بَغِيًّا ۝﴾ (سورۃ مریم، آیت: ۲۰) ''مجھے کسی بشر انسان نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔''

تو مرزا غلام جس کا باپ تھا وہ پھر کس طرح ابن مریم بن سکتا ہے۔ اور پھر دیکھو مسیح علیہ السلام نبی کریم ﷺ سے تقریباً چھ سو سال پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ مرزا کوئی تیرہ سو سال بعد پیدا ہوا ہے۔ اور ابن مریم علیہ السلام نے نزول فرمانا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ پیدا ہوگا۔ اور مرزا تو تیرہ سو سال بعد پیدا ہو رہا ہے۔ اس کا نزول تو نہیں ہو رہا۔ اس لیے مرزا غلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد قادیانی پر مسیح علیہ السلام والی حدیثیں اور آیتیں چسپاں کرنا سراسر واقع کے بھی خلاف ہے اور کتاب وسنت کے بھی خلاف ہے اور دین وایمان کے بھی خلاف ہے۔

ایک اور طریقے سے رد: اگر نبی کریم ﷺ کے بعد مرزا نے یا کسی اور نے نبی بننا ہوتا' تو رسول اللہ ﷺ پیشین گوئی فرما جاتے۔ کہ میرے بعد فلاں نبی آئے گا۔

قرآن کریم میں ہے کہ مسیح علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی بشارت اور پیشین گوئی دی ہے ﴿ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ﴾ (سورۃ الصف' آیت:٦) "کہ میرے بعد ایک پیغمبر ہوگا جس کا نام احمد ہے۔" مسیح علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی فرما کر گئے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی اگر نبی نے آنا ہوتا تو آپ ﷺ بھی پیشین گوئی فرما کر جاتے۔ کہ میرے بعد نبی آئے گا جس کا نام مسیلمہ ہے یا جس کا نام اسود ہے یا جس کا نام سجاح ہے یا غلام احمد ہے وغیرہ۔ مگر آپ ﷺ نے کوئی پیشین گوئی نہیں فرمائی۔

البتہ یہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ شراب عام ہو جائے گی' زنا عام ہو جائے گا۔ صحیح بخاری کے اندر آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی موجود ہے۔ یہ بھی آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کانا دجال آئے گا۔ ان چیزوں کی پیشین گوئی آپ ﷺ نے فرما دی۔ صحیح بخاری کے اندر ہی ہے کہ باجا گاجا کو حلال سمجھا جائے گا۔ یہ پیشین گوئی بھی فرما دی۔ تو اگر نبی ﷺ کے بعد نئے سرے سے کسی نبی نے پیدا ہونا ہوتا تو کیا وہ دجال' شراب' زنا اور باجے گاجے سے بھی برا تھا کہ ان کی پیشین گوئی تو فرما دی لیکن اس کی پیشین گوئی فرمائی ہی نہیں۔

اس کے جواب میں یہ بات بنائی جاتی ہے کہ پیشین گوئی کرنا کوئی ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شراب' بدکاری' دجال کی پیشین گوئی کوئی ضروری تھی کہ اس کی پیشین گوئی تو کر رہے ہیں مگر نبی کی پیشین گوئی نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس فرما رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا ہی نہیں اور جو دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور دجال ہوگا۔

مرزائیوں کی چالبازیاں: عام طور پر مرزائی گفتگو کے دوران الجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حیات مسیح پر الجھیں گے یا پھر یہ بحث کریں گے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت ممکن ہے کہ نا ممکن ہے یا پھر یہ موضوع شروع کر دیں گے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے کہ غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری ہے کبھی یہ مسئلہ شروع کر دیتے ہیں کہ نبوت وہی چیز ہے یا کسی چیز۔ اس قسم کے موضوعات میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ جب بھی کسی مرزائی سے بات کرے تو ان میں سے کسی موضوع پر بات نہ کرے۔ صرف ایک موضوع پر بات کرے کہ مرزا قادیانی نبی تھا یا نہیں تھا۔ وہ بھی اس طریقے سے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کی جائے یا قرآن کریم کی کوئی آیت پیش کی جائے جس میں یہ لفظ ہوں کہ میرے بعد یا پیغمبر اسلام کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور پیغمبر ہے۔ اس قسم کی آیت اور اس قسم کی حدیث کا ان سے مطالبہ کیا جائے۔ اگر ادھر ادھر لیجانے کی کوشش کریں تو بالکل نہیں جانا چاہیے۔

بلکہ اسی موضوع پر بات کرنا مسلمان کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے کیونکہ جب مرزا قادیانی کی نبوت وہ ثابت کر لیں گے تو وہ آیت وحدیث سے نبی ثابت ہو جائے گا۔ پھر ہمیں اس کی نبوت تسلیم کرنا پڑے گی۔ اور نبی جو بات کرے گا وہ بھی ماننا پڑے گی۔ تو امکان نبوت عدم امکان نبوت' اجرائے نبوت اور عدم اجرائے نبوت' نبوت وہبی ہے کہ کسبی ہے۔ مسیح علیہ السلام فوت ہوئے ہیں کہ زندہ ہیں۔ اس کے متعلق جو وہ نبی کہے گا وہ ماننا پڑے گا۔ اس کے برعکس ان چار مسئلوں میں سے کسی مسئلے کو حل کر لو تو بے شک مرزائیوں کی خواہش کے مطابق ہی وہ حل ہو جائے پھر بھی مرزا کی نبوت والا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ بلکہ جوں کا توں اپنی جگہ پر یہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے خواہ مخواہ ادھر ادھر وقت ضائع نہ کرے۔ بلکہ کتاب وسنت سے مرزا قادیانی کی نبوت کا مطالبہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ چند منٹوں میں اس کو سمجھ آ جائے گی کہ مرزا قادیانی کی نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اگر وہ منصف ہے تو اللہ کے فضل وکرم سے ضرور مسلمان ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

نوٹ: مرزائیوں کا حل غیر مسلم اقلیت قرار دینا نہیں ہے۔ عام طور پر لوگ خوش ہو گئے ہیں کہ حکومت پاکستان نے ان کو اقلیت قرار دے دیا ہے تو نوے یا سو سالہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ لیکن اس سے مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ پیچیدہ بن گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور اور آپ کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مسیلمہ کذاب' اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ان کے بھی امتی تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی قیادت اور امارت میں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لشکر تیار کیا تھا تا کہ اس کا قلع قمع کر دے۔ آپ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا اور اس مسیلمہ کذاب اور اس کی امت کا قلع قمع کر کے تب سکھ کا سانس لیا۔ حالانکہ اس وقت بھی غیر مسلم عیسائی یہودی بلکہ مجوسی جزیہ دے کر مسلمانوں کی حکومت میں رہتے تھے مگر جو مرزائی قسم کے لوگ تھے یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے والے جو لوگ تھے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی جان مال کی حفاظت نہیں کی گئی بلکہ ان کو اس صفحہ ہستی سے ختم کیا گیا۔ تو اصل میں ان لوگوں کا یہی حل تھا کہ جب مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت ان کو ختم کر دیا جاتا مگر چونکہ وہ حکومت انگریزوں کی تھی' وہ اس کی پشت پناہی کرتے اور مرزا ان کی تائید کرتا تو وہ مسئلہ تو الگ تھا لیکن جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا' تو چاہیے تھا کہ مسئلہ اس طریقے سے حل کیا جاتا جس طریقے سے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے حل کیا تھا۔ مگر صد افسوس کہ اس کو اس طریقے سے حل نہ کیا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ اب وہ فتنہ اور فساد برپا کر رہے ہیں اور لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تو عرض کر رہا تھا کہ سورۃ الفاتحہ کی کسی آیت سے مرزا کی نبوت نہیں نکلتی اور نہ ہی سورۃ النساء کی آیت سے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث سے بھی اس لعین کی نبوت نہیں نکلتی۔

نبوت رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ختم ہوئی)

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 003087
91-Babar Block, Garden Town, Lahore

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ
دار المطالعۃ
کتاب نمبر
91 بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ادارہ کی دیگر کتب